

غزوہ

بنی قریظہ

علامہ محمد احمد ریشمیل

PDFBOOKSFREE.PK



نفیس کیسٹری
اردو بازار، کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوہ بنی قریظہ

مولفہ:

مُحَمَّدُ أَحْمَدُ بِاشْمِیْکُ

ترجمہ:

مولانا اختر فتح پوری

نفیس اکیڈمی، کراچی

جملہ حقوق طباعت و اشاعت دائمی
بحق ناشر چوہدری طارق اقبال گانہدی
مالک نفیس اکیڈمی اردو بازار
کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب : ————— غزوہ بنو قریظہ
مصنف : ————— محمد احمد راشیدی
ایڈیشن : ————— اول مارچ ۱۹۸۶ء
ضخامت : ————— ۳۴ صفحات
مقام اشاعت : ————— نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

فون نمبر ۲۱۳۳۰۳

قیمت ————— روپے

مطبوعہ : شکیل پرنٹنگ پریس، آرام باغ، کراچی

عرضِ ناشر

خُدا کا اپنے بندوں پر سب سے بڑا اقدیم احسان یہ ہے کہ اس نے
 ختمی مرتبت سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں جہانوں کے
 لئے رحمت بنا کر بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور سیرت
 کے ہر موضوع اور ہر پہلو پر دُنیا کی ہر ترقی پذیر اور تہذیب یافتہ زبانوں
 میں کتابیں لکھی گئی ہیں اور کبھی جا رہی ہیں اور لیں محسوس ہوتا ہے کہ اتنی
 کتابوں کے باوجود پڑھنے والے اہل ایمان کی تشنگی کم نہیں ہو رہی ہے بلکہ
 ان کے ذوق مطالعہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اگرچہ سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کی زندگی کا ایک پہلو جس کو ہم غزوات مقدس سے یاد کر سکتے ہیں، اس پر
 تو رخنوں نے کم تو جلدی ہے اور دی ہے تو اس طرح کہ عام لوگوں تک
 اس کی رسائی دشوار اور مشکل ہو گئی ہے۔

اس وقت جب کہ دُنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہوئی ہے، انسان

انسان کے لہو کا پیا سا ہے، تمام کائنات پر جنگ کے سائے عفریت کی طرح منڈلا رہے ہیں، ایسی صورت حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوات مقدسہ کا مطالعہ اعلان کے دوران مسلمانوں کے اثارِ رحمت، صبر و برداشت، لطف و عطا، عدل و انصاف اور عفو و درگزر کی مثالیں، ایک غیر فانی مثال بن کر سامنے آتی ہیں، ہجرت کے بعد فتح مکہ تک اور اس کے بعد حضور کی وفات تک مسلمانوں نے اپنی جس بے مثال رواداری اور کردارِ اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے، اس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

محمد احمد باشمیل جو عرب کے ممتاز مؤرخ ہیں اور انھوں نے اسلام کی فیصلہ کن جنگوں پر تفصیل اور بڑی جزئیات کے ساتھ لکھا ہے اور ان کے محرکات اور پس منظر پر اتھارٹی گہری نظر ڈالی ہے، اس لحاظ سے تبریک کے مستحق ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور یہ مہتمم باستان کا نامہ انجام نہیں لے سکا۔ ہمارا ادارہ اب تک ان کی کئی کتابیں شائع کر چکا ہے ان میں فتح مکہ، صلح حدیبیہ، جنگ خیبر، جنگ بدر، جنگ موتہ اور بدر نظر کتاب، جنگ بنو قریظہ خاص طور پر لکھی اہم ہیں کہ ان جنگوں نے مسلمانوں کی تقدیر میں نہ صرف انقلاب برپا کر دیا بلکہ دنیا کے پورے سے گرا ہی اور ظلمتوں کی گھٹائیں بھی ہٹا دیں اور پھر ان مسلمانوں کی عظمتوں کی روشنی سے تمام عالم کو رہنما ہو گیا۔

غزوہ بنو قریظہ کیا تھا، اس کو مختصر لفظوں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی مہم سے فراغت پا کر مدینہ تشریف لائے اور اعلان کیا کہ جو لوگ سب و طاعت پر قائم ہوں

بنو قریظہ کی آبادی میں یہودی نہیں اور اپنے مذہبی فرائض بجالائیں۔ بنو قریظہ نے ابتدا میں اسے دھکی سے محمول کیا پھر بوطامی اور گستاخی سے پیش آئے۔ لیکن جب اسلامی لشکر نے یہودیہ کو اس آبادی کا محاصرہ کیا تو بنو قریظہ حماس کمو بیٹھے، پچیس دن حالت محاصرہ میں رہنے کے بعد انہوں نے درخواست کی کہ سعد بن معاذؓ کو حکم بنایا جائے۔ حضرت سعد بن معاذؓ جانتے تھے کہ بنو قریظہ غدار کی ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ بنو قریظہ کے تمام مرد قتل کر دیئے جائیں۔ شبلی کے بیان کے مطابق یہ فیصلہ بنو قریظہ کے رہنے والوں کے لئے اللہ کے حکم کے موافق تھا، چنانچہ اس لڑائی میں چھ یا سات عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو قتل کر دیا گیا تھا کہ اس نے قلعہ سے پتھر گرا کر ایک مسلمان کو ہلاک کیا تھا۔

غزوہ بنو قریظہ تاریخ اسلام میں اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس کے ذریعے یہودیوں کا وہ غرور اور گھمنڈ یک لخت ختم ہو گیا جس کے تحت وہ مسلمانوں کو ایذا پہنچانے کی درپردہ کوشش کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان کو اپنے مذہب اور اراکوں میں کامیابی ہوگی۔ لیکن مسلمانوں نے جس تدبیر اور عمل برتری سے شکست دی اور ان کا ظلم پاش پاش کیا اس کی وجہ سے ان کی کمر ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی۔ احمد باشمیل نے اس کتاب میں اس واقعے کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ پورے اسباب ماحول اور حالات کا جائزہ لیا ہے اور اس کے لئے ان کو تمام اہمات اہمیت کا مطالعہ کرنا پڑا ہوگا ان کا انداز بیان اس قدر دلچسپ اور مربوط کہ پڑھنے والے کو سمجھنے میں کوئی الجھن ہوتی ہے اور نہ کہیں اس کے تسلسل میں کسی قسم کا

فرق آتا ہے۔

مولانا اختر فتح آبادی نے اس کتاب کا انتہائی عام فہم اور آسان زبان میں ترجمہ کر کے اسے سب کے لئے قایل فہم بنا دیا ہے۔ ہمارا اداۃ ایک طویل عرصے سے بلکہ جس وقت سے قائم ہوا ہے، اس وقت سے اب تک مذہبی، علمی اور تاریخی کتابوں کی اشاعت کمر ہا ہے اور اس کے ذریعہ پہلی مرتبہ عربی کی تمام اہمات اکتب سامنے آئی ہیں، ہمیں اُمید ہے کہ اس کتاب کو بھی قبولِ دوام حاصل ہوگا۔

طارق اقبال گامبندی

فہرست عنوانات

صفحہ	نام	صفحہ	نام
۴۷	تیمار کے یہودی	۱۳	غزوہ بنی قریظہ سے حاصل ہونے والے سبق
۴۸	شمال میں دیگر قطعات	۲۲	عزمن مؤلف
۴۸	طائف اور مکہ میں۔	۳۳	فصل اول
۴۹	یہودیوں میں	۳۴	یہود کا نسب نامہ
۵۰	بین میں یہودیت کے داخل ہونے	۳۴	یثرب میں یہودی قبائل
۵۲	اجاش کے ہاتھوں قبائل کی حکومت	۳۴	یہود کے درمیان حسب نسب کا نظریہ
	کا خاتمہ	۳۵	یہود یثرب میں کیسے آئے۔
۵۳	یہود مکہ میں	۳۸	یثرب میں یہودی تاریخ کے احوال
۵۴	عرب میں یہودیت کے اثرات	۳۸	یہود کی بے بسی اور یثرب پر یہودیوں کا غلبہ
۵۶	بین میں یہودیت کے اثرات	۳۹	اوس اور خزرج مدینہ میں،
	جزیرہ ۵۰ کے یہودی، دوسرے	۴۲	یہود کے درمیان خانہ جنگی
۵۷	یہودیوں کی نظر میں۔	۴۲	حکومت کے کھونے کے بعد یہودیوں کی حالت
۵۸	عرب اور یہودی ثقافت	۴۲	یہود کا مالیاتی مرکز
۵۹	یہودیوں کے شعراء	۴۴	یہود فیہر میں
۵۹	المسؤول بن عادیہ	۴۶	یہود شمال میں

صفحہ	نام	صفحہ	نام
۸۰	یہودی فتنہ کا خاتمہ	۴۰	اسموال کا جوابی سعيہ
۸۱	ایک یہودی عالم کا انہیں رسوا کرنا	۴۲	اوس بھی دن القرظی
۸۲	یہود کا تورات سے رجم کے حکم کو تبدیل کرنا	۴۲	ابوالزناد یہودی
۸۴	یہود کی اپنے مسخر میں رسوائی	۴۲	سارہ قرظیہ
۸۵	یہود کا تورات کے ساتھ تفریق کو نیکاً اعتراف کرنا	۴۳	فصل دوم
۸۶	اسلامی دہائے یہود کو بھائے جانا	۴۳	ظہور اسلام کے بعد یہود کی حالت
۸۷	قریش کے لشکر کے بدر کی طرف بڑھنے میں یہود کی دلچسپی۔	۴۵	حضرت نبی کریم صلی اللہ کی نبوت کے متعلق یہود کی باتیں
۸۹	یہود کا جنگ کو وسیع علاقے میں منتقل کرنا	۴۸	یہود نے حق کی صرفت کے بعد اس کا انکار کیسے کیا۔
۹۰	بدین میں مسلمانوں کی فتح کے بعد یہود کی پوزیشن	۵۰	اسلام سے یہودیت کے مقابلہ کا آغاز
۹۱	حضرت نبی اکرمؐ اور آزادی گفتار	۵۰	یہود کی تشکیک و تلبیس کے نمونے
۹۲	خطرناک طریق	۵۱	یہود اور شام سے قبلہ کا پھینکا
۹۴	یہود کا جنگ کی دھمکیاں دینا	۵۵	یہود کی ایذا رسانی اور آپ کا دھوکہ کرنا
۹۷	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو قینقار کو نصیحت کرنا۔	۵۵	یہود کا خدا کو گالیاں دینا۔
۹۷	بنو قینقار کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت جواب دینا۔	۵۷	رسول اللہ کو فتنہ میں ڈالنے کے لیے یہودی باپ کا کرنا
۹۸	بنو قینقار کا عہد توڑنا۔	۵۸	یہود کا قبائل کے درمیان جاپی روح بیدار کرنے کی کوشش کرنا
۹۹	ابن اسحاق کا مناقشہ	۵۹	خانہ جنگی کی آگ بھڑکانے میں یہود کا مہیا
۱۰۲	بنو قینقار کا محاصرہ	۸۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ سے نبأت دلانا۔
۱۰۲	مناہقین اور بنو قینقار		
۱۰۳	مناہقین کے سردار کی سفارش میں کامیابی		

صفحہ	نام	صفحہ	نام
۱۲۵	غزوہ بنی قریظہ، احزاب کی جنگ کا پھیلاؤ۔	۱۰۴	یہود کا سب سے بڑا باغی
۱۲۶	یہود سے حساب چکانا۔	۱۰۵	باغی کا عہد توڑنا
۱۲۸	یہودیوں پر حملہ کا فرمان	۱۰۵	مسلمانوں کے خلاف اکسانا
۱۲۸	امیر مدینہ	۱۰۶	باغی مکہ میں
۱۲۹	یہودیوں کا محاصرہ	۱۰۷	یہودی باغی کا قتل
۱۳۰	ایک اہم فقہی مسئلہ	۱۰۸	باغی کے قتل کے بعد یہودی خاموشی
۱۳۱	حضرت بنی کریمؐ کا سب کو درست قرار دینا	۱۰۹	مدینہ میں حالات کا دور براہ ہونا
۱۳۱	مختلف لفظ ہائے نظر کے اشتراک کا وجہ	۱۱۰	حضرت بنی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی قریظہ
۱۳۲	نماز کی تاخیر از قبل الصواب ہے۔	۱۱۱	احمد کی شکست کے بعد کا موقف
۱۳۲	جنگ کے عذر کی وجہ سے غاروں کی تاخیر	۱۱۱	نئے سرے سے یہودیوں کی سرگرمیاں
۱۳۲	یہود کا حضرت بنی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینا	۱۱۲	بنو نضیر کی عہد شکنی
۱۳۲	سالار بنی، دیار بنی قریظہ میں۔	۱۱۳	بڑے معرکہ کا درد انگیز واقعہ
۱۳۳	محاصرے کے وقت یہودیوں کے ساتھ حضرت	۱۱۳	مصیبت کے اثرات
۱۳۳	بنی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو	۱۱۴	حضرت بنی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم دیار بنی نضیر میں
۱۳۵	یہود کی نہ بدنے والی فطرت	۱۱۵	عظیم موقع
۱۳۷	عقلائے یہود کا، پیمانے کی کوشش	۱۱۷	محاصرہ، پھر حلاوتی
۱۳۸	یہودی سردار کا اپنی قوم کو اسلام میں داعی ہونے کی دعوت دینا۔	۱۱۸	غیر میں آمریت کا مرکز
۱۳۹	وفادار یہودی	۱۱۹	بنی نضیر کا غیر تسلط
۱۴۰	حضرت بنی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار یہودی کی تعریف کرنا	۱۲۰	یہود اور غزوہ احزاب
۱۴۱	یہود کا مقابلہ اور ان کا سخت محاصرہ	۱۲۳	فصل سوم
		۱۲۵	بنو قریظہ اور مسلمانوں کی تباہی

صفحہ	نام	صفحہ	نام
۱۵۶	سعد بن معاذ کا بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ	۱۵۱	محاصرہ کے درمیان نبوی کمان کا ہیڈ کوارٹر
۱۵۷	اوس کے سرداروں کا اپنے سردار {	۱۵۲	بنی قریظہ کے سردار کا انہیں دعوت اسلام دینا
۱۵۷	کے پاس یہودیوں کی سفارش کرنا {	۱۵۳	اس کا محور توں، بچوں کو قتل کرنے اور {
۱۵۷	مجرورہ حاکم -	۱۵۴	مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تجویز پیش کرنا {
۱۵۹	سعد شکر گاہ نبوی میں	۱۵۵	یہود کا مذاکرات کی استدعا کرنا
۱۶۰	ایک نفی سلسلہ	۱۵۵	حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے {
۱۶۰	سعد کا اپنے فیصلے پر یہودیوں {	۱۵۶	اطاعت کے بغیر مذاکرات کرنے سے انکار کر دیا {
۱۶۱	سے موافقت چاہنا	۱۵۶	مدد کی امید جاتی رہی -
۱۶۱	بنی قریظہ کی تاریخ کا خوفناک گھڑی	۱۵۶	بنی قریظہ سے متعلق غیر کا موقف -
۱۶۲	سعد کا یہودیوں کے قتل کا فیصلہ دینا	۱۵۷	یہودیوں کی آخری کوشش
۱۶۳	سعد بن معاذ کے فیصلہ کے وقت وقفہ	۱۵۸	صحابہ نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی
۱۶۵	سعد کے سیلے ناقابل فراموش یاد	۱۵۹	ابولبابہ کا اپنے آپ کو مسجد میں باندھنا -
۱۶۷	یہود کے متعلق قتل کے فیصلہ کی تنفیذ	۱۶۰	ابولبابہ کی تربیہ
۱۶۸	قتل کے بعد یہودیوں کو خندقوں میں قتل کرنا	۱۶۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں {
۱۶۹	حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودیوں {	۱۶۲	سارا مال ہدقہ کرنے سے روکنا {
۱۷۰	کے قتل کی کارروائی کا مشاہدہ کرنا {	۱۶۳	مقابلہ میں یہود کے مورال کا گرنا
۱۷۰	بنی نعیر کے شیطان کا قتل ہونے {	۱۶۴	یہود کے قلعوں میں داخلہ کی دھمکی
۱۷۰	سے پہلے گفتگو کرنا	۱۶۵	یہود کا اطاعت اختیار کرنا اور {
۱۷۰	جیسی بنی انطرب کی شہادت	۱۶۶	محاصرہ کا ختم کرنا {
۱۷۱	بنی قریظہ کے سرداروں کو کیسے قتل کیا گیا	۱۶۷	اوس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم {
۱۷۲	کیا تم کسی جگہ بھی عقل سے کام نہیں لیتے	۱۶۸	کے پاس یہود کی سفارش کرنا {
۱۷۲	قتل ہونے والی واحد عورت	۱۶۹	بنی قریظہ کا محاکمہ -

صفحہ	نام	صفحہ	نام
۱۹۳	قانونی سوال	۱۷۳	عجیب بات
۱۹۴	بنو قریظہ بین الاقوامی قانون کی نظر میں	۱۷۵	یہود کا ایک عجیب واقعہ
۱۹۶	یہودی غدار تھے، جنگی قیدی نہیں تھے	۱۷۸	قیدیوں اور غنائم کا انجام
۱۹۹	ہر حکومت کا اپنا خاص قانون ہوتا ہے	۱۷۹	غنائم میں عورت کی مشارکت
۲۰۰	یہودیوں کا قتل اور بین الاقوامی معاہدے	۱۸۱	ماں اور بیٹے کے درمیان جدائی سے روکنا
۲۰۱	ہیرشیا کے باشندے اور بنو قریظہ	۱۸۲	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی قریظہ میں [
۲۰۳	یہودیوں کی ہمدردی کی خرافات		شادی کرنا۔]
۲۰۵	بنی قریظہ کی شریعت میں ان کا حکم		
۲۰۶	شاندار دفاع	۱۸۳	فصل چہارم
۲۱۱	اسلام پر اعتراض	۱۸۳	بنی قریظہ کے گھنڈرات پر
۲۱۱	یہودیوں کے تمیزوں قبائل کا موازنہ	۱۸۴	یہودیوں کے قتل کے فیصلے پر اعتراض [
۲۱۲	ڈاکٹر محمد علی کا دفاع		کرنے والے
۲۱۵	شیخ غزالی کی گفتگو	۱۸۴	ہر مسلمان کے لیے انتباہ
۲۱۷	انصاف پسند انگریز کی رائے	۱۸۶	یہودی ابدی فطرت
۲۱۹	اسلام اور غلامی	۱۸۶	مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان معاہدہ
۲۲۰	اسلام نے غلامی کو جائز قرار نہیں دیا	۱۸۶	معاہدہ کے چار سال
۲۲۱	اسلام ہر قسم کی غلامی کو لغو قرار دیتا ہے	۱۸۷	معاہدات و موائفتی، یہودی کی نظر میں
۲۲۲	اسلام نے جنگی غلامی کو کیوں جائز قرار دیا	۱۸۹	بنی قریظہ کا دفاع کو غلاموں کی خدمت میں
۲۲۳	اسلام میں غلام بنانا بالمشع معاہدہ ہے	۱۹۰	معاہدہ کی اہم دفعات
۲۲۵	اسلام میں ایسی کئی تعلیم موجود نہیں جو کہ	۱۹۰	یہودی اور مسلمان ایک قوم ہیں۔
	غلامی کو لغو قرار دینے کے معاہدے میں لائے ہوئے	۱۹۱	یہودی ایشرب کے باشندے ہیں۔
۲۲۷	دیوبند اور دیگر اقوام کے نزدیک غلام کی حیثیت	۱۹۲	یہودی، معاہدہ پر مجبور نہیں تھے۔

صفحہ	نام	صفحہ	نام
۲۲۲	اسلام میں غلامی کی صرف شکل ہی باقی ہے	۲۲۸	غلام کو اسلام کے عطا کردہ حقوق
۲۲۲	غلامی سے اسلام کا جنگ کرنا۔	۲۲۸	اسلام میں مالک اور غلام کے درمیان مساوات
۲۲۳	غیر مسلم غلام کی آزادی		اسلام نے غلام کے لیے آزادی
۲۲۳	غلامی کا مٹایا کرنے میں اسلام کی دو لمبی	۲۲۹	کا دروازہ کھولا
۲۲۴	غلاموں اور آزاد آدمیوں میں مساوات		اسلام مالک کو اپنے غلام کے
۲۲۴	غلام اور اسلام میں قیادت کا منصب	۲۲۹	آزاد کرنے پر کیے مجبور کرتا ہے
۲۲۷	غلام اور منصب خلافت	۲۳۰	آزادی پر غلام کی امداد کا وجوب
۲۲۷	انصاف پسندوں سے ایک بات	۲۳۰	غلاموں کی آزادی کے لیے خاص مالی دفعہ
۲۲۸	مسلم نوجوانوں سے خطاب	۲۳۱	اسلام نے غلام پر مالک کا اختیار کو کیسے سنبھالا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱)

عزوة بنی قریظہ سے حاصل ہونیوالے سبق

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَمَوْلَایْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ

اللہ تعالیٰ، اسلامی فتوحات کے لیڈروں اور افواج اور فکر اسلامی کے قائدین اور ان کے لشکروں سے راضی ہوا اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے قبل ازیں اس سلسلہ میں کام کیا۔ اور ان سے بھی ہو جو آج کل اس سلسلہ میں کام کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں سے بھی راضی ہو جو مدق و اخلاص اور عمدگی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت اور اقوام عالم میں ان کی سر بلندی کے لیے کام کریں گے۔ تاکہ اللہ کا بول بالا ہو اور توبہ اسلام اور اسلامی ہدایت تاریکیوں اور ظلمتوں کو چیرتے ہوئے اور عدل و انصاف و مساوات کو پھیلاتے ہوئے اور لغت و عقیدہ کی رُو سے قرآن کریم کے جھنڈے بلند کرتے ہوئے مشرق و مغرب میں قلوب و عقول پر چھا جائے۔ امانت

میں نے مبارک الاسلام الفاصلہ۔ (اسلام کے فیصلہ کن محرکے) کی چوتھی کتاب کو طرہا

سے بعض عرب افواج میں الحارک لغاملہ کا مفہوم الحارک الحاسنہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَحْرَاطِہِمُ مَحْسِلِیْلٌ وَثَمَانِیْطِلِہِمُ حَرْمٌ، انہم کے معنی محسوس کیوں لاد انہم کے معنی مسئلہ کام کرنے کے ہیں اور ہم انہی کے معنی کاٹنے اور زائل کرنے کے ہیں اور المکتہ الحاسنہ میں دشمن پر حکومت اور ان کے جوہر کے مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے الحارک الحاسنہ کے الفاظ صحیح اور واقعی مفہوم کی ادائیگی کے زیادہ قریب ہیں۔

جو غزوہ بنی قریظہ کے متعلق ہے۔ اس میں بہت سے فوائد اور غور و فکر کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ مجھے کتاب میں بیان شدہ مؤلف کی بعض آراء سے اتفاق نہیں ہے۔ اور بعض اوقات مجھے اس کے اسلوب عرض و تحلیل اور اخذ نتائج سے بھی اختلاف ہوا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ ایسے وقت میں جس میں بہت سے مسلمان اپنے وسعت پذیر عقیدے اور قدیم تہذیب سے نا آشنا ہو گئے ہیں۔ مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے اپنے عقیدے سے اخلاص اور اپنی امت کی قدیم تہذیب کی خاطر لکھا ہے۔ یہ لوگ جو کچھ سیکھ رہے ہیں وہ انہیں نقصان دے گا فائدہ نہیں دے گا شلہ پس کٹی ہے جو اس جیسی کتاب کو جس میں مسلمانوں کے حال اور مستقبل کے لیے سبق پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر عربوں اور عام طور پر مسلمانوں میں پھیلائے۔

اسلام کے دورِ اول میں پہلے مسلمانوں نے اسلام سے تعلق رکھ کر عقیدہ و عمل، جاہنثاری و دنیاکاری، سیاست و اقتصاد، اخلاق، بلند مثالوں، اعزاز و عظمت اور نظریات و تہذیب میں اپنے دشمنوں، یہودیوں، منافقوں، مرتدوں اور میوں، اور ایرانیوں پر فتح پائی اور آئندہ بھی مسلمان اپنے دشمن پر اسلام کے بغیر فتح نہیں پائیں گے۔ کیونکہ اس میں جاہنثاری و دنیاکاری کی شقیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عربوں اور مسلمانوں کو اس ذہن متین سے سرفراز فرمایا ہے اور اس کے بغیر خواہ وہ بقدر بھی جدوجہد کریں ہرگز سرفراز نہ ہو سکیں گے۔ پہلے مسلمان جو اپنے اس ذہن سے متمسک تھے جو آسمانی وحی سے پیدا ہوا تھا۔ دنیا میں قدر دان اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ اپنی تہذیب پر فخر کرتے تھے اور روشن افکار

۱۔ سورہ بقرہ (۲: ۱۰۳) ۲۔ اولین عرب یہود کے لفظ کو یہودیوں کا تحقیر کے لیے (ان) تفریق کے بغیر بولتے تھے۔ یہود کے بارے میں سلف صالح کے لفظ کو کبریٰ اور ابن ہشام میں دیکھیے۔ جمائے بے نہایت مناسب ہے کہ ہم اس مفہوم کو تحقیر و حقور کے ذریعہ دوبارہ اذہان میں جاگزیں کر دیں تاکہ استغناء پر دلالت کرنے والا مفہوم واپس آجائے خصوصاً جب کہ عرب زندگیاں اسرائیل کی موت کی جنگ میں مصروف ہیں۔

اور صاحب آراء سے اس کا دفاع کرتے تھے۔ اور آئندہ بھی وہ اپنے دین سے تعلق کے بغیر دنیا میں قدر و دان اور احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھے جائیں گے۔ انہیں اس کی تہذیب پر فخر کرنا ہوگا۔ اور اس کا دفاع کرنا ہوگا۔ اور علوم و آداب اور فنون کے میدانوں میں اس کے کارناموں کو اجاگر کرنا ہوگا۔

جب تک وہ اپنے تصرفات و سلوک اور اعمال میں اپنے دین کے اصولوں کا عملی نمونہ نہ بن جائیں اور زمین پر چلتا پھرتا مجسم عمل صالح نہ بن جائیں وہ دنیا میں احتیاج کی نگاہ سے نہ دیکھے جائیں گے۔ کیا ہم رکھڑاٹے ہوئے اور عبرت زدہ ہو کر مشرق و مغرب سے اصول و راہداریں۔ اور اپنے اصولوں کو پس پشت بھینک دیں اور اپنی تہذیب سے اعراض کر کے مغرب یا مشرقی تہذیب پر فخر کریں۔ مغرب میں یہی تہذیب ہے۔ اور مشرق میں ملحد تہذیب ہے جو اسلام سے اعلانیہ برسر پیکار ہے اور مسلمانوں کے خاتمہ کے درپے ہے۔ کیونکہ مسلمان وہ حقہ قوت ہیں جن کی گہری تیند سے بیداری پر مشرق و مغرب بیک وقت خائف و ہراساں ہیں۔ کیا ہم بہتر چیز کے بدلے میں ادنیٰ چیز لے لیں۔ کیا ہم یہ سب کچھ مقلد اور تابعدار بن کر دور نزدیک ہوتے۔ کھانے پیتے اور گرتے پڑتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ اس صورت میں ہم مشرق و مغرب کی حقیر دم سے برصہ کرکچ نہ ہوں گے۔ اور ہم اپنی حقیقت سے بڑی نہیں ہوتی وہ اپنے ملک کے پیچھے انجام کو سمجھے بغیر دوڑتی پھرتی ہے۔ اور جن لوگوں کا یہ گمان ہے کہ مشرق و مغرب کے پیچھے ان کی ذیل گراوٹ انہیں قوت و عقیدہ اور تہذیبی مقام اور توازن و ہرمانی ان کا لوٹ انگ بنا دے گی وہ مکمل طور پر دھوکہ خوردہ بے وقوف، غلام کار ہیں۔ یا مکمل طور پر ان کے کارندے ہیں۔ کیا انگریزی زبان بننے والے افریقی فرانسیسیوں کا لوٹ انگ بن گئے ہیں؟ کیا آہنی پرے کے پیچھے خستہ حال اشتراکی حکومتیں روسی کا لوٹ انگ بن گئی ہیں؟

انگریز انگریزی بولنے والی افریقی اقوام کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے حاکم، محکوم کی طرف دیکھتا ہے۔

اور فرانسیسی، فرینچ بولنے والی افریقی اقوام کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے متبوع، تابع کو دیکھتا ہے۔

اور جن اشترکی حکومتوں نے اپنے متعلق سوچا سمجھا ہے اور کھچرنے کے بعد اٹھ کھڑی ہیں انہوں نے بڑی کاوش اور جدوجہد کے بعد سودیت اتحاد سے بیگانگی کا اظہار کیا ہے کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ انہوں نے اپنے امتیازی وجود کو کھودیا ہے اور وہ غلام بن کر رہ گئی ہیں جیسا کہ چین، یوگوسلاویہ، رومانیہ اور البانیہ نے کیا ہے۔ بارش کی ابتداء قطر سے ہوتی ہے اور پھر پانی بہہ پڑتا ہے۔

اسی طرح جن افریقی اور ایشیائی حکومتوں نے اپنے متعلق سوچا سمجھا ہے اور پھر کھچرنے کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی ہیں انہوں نے فرانس، برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ سے تعلق کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ انہوں نے اپنے امتیازی وجود کو کھودیا ہے۔ اور وہ ان بڑی حکومتوں کا غلام بن کر رہ گئی ہیں۔ اور بعض افریقی اور ایشیائی حکومتیں ہمیشہ ہی استعماری نظریات سے اذیت اٹھاتی رہتی ہیں۔

اور یہ بات نہایت ہی افسوسناک ہے کہ جون ۱۹۶۶ء کے ایک عربی رسالے نے یہ بات مثلاً کی ہے۔ اور روس کا قری ترانہ ایک عربی ملک کے ایک عربی ادارہ میں پڑھا گیا تو غروں اور تالیفوں سے اس کی پذیرائی ہوئی اور جب اس عربی ملک کا قومی ترانہ اس عربی ادارہ میں پڑھا گیا تو اس کی پذیرائی استہزا و تمسخر سے ہوئی، اور اس خبر کو ایک عرب ریڈیو اسٹیشن نے ۲۵ جون ۱۹۶۶ء کی سوا سات بجے شام کی خبروں میں نشر کیا، یہ کیا بول چال ہے۔ اور کیا یہ سب کچھ فردوسی اور گراوٹ کی مصلحت کی خاطر کیا گیا ہے۔ عرب اور مسلمان اپنے عقیدہ اور اپنی تہذیب سے بیگانہ ہو چکے ہیں اور جو قوم خود اپنا احترام نہیں کرتی یہ ممکن ہی نہیں کہ دوسری اقوام اس کا احترام کریں، آدمی جس جگہ

۱۔ عالمی امن کانفرنس جو جون ۱۹۶۶ء میں منعقد ہوئی اس میں چینی کے نمائندوں نے روس پر انحراف، طاقت پسندی اور استعماری ہونے کا الزام لگایا تھا۔

اپنے آپ کو سکھے دیں ہوتا ہے اور قوم جس جگہ اپنے آپ کو رکھے وہیں ہوتی ہے۔ عربوں اور مسلمانوں نے اپنے آپ کو بدل دیا تو قومیں ان پر اس طرح بل پڑیں جیسے کھانے والے شہید پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور وہ استعماری حکومتوں کے نفوذ کے علاقے بن گئے ہیں۔ حالانکہ وہ اس سے قبل دنیا کے سردار اور قائد تھے۔ یہاں تک کہ یہودیوں نے ان کے لیے عرب ملکوں میں ایک حکومت بنا دی ہے اور انہیں غلبہ حاصل ہو گیا ہے اور وہ ایک قوت بن گئے ہیں جس کی ایک شان اور وجود ہے۔

یہ لوگ پہلے بھی اور آئندہ بھی ہمیشہ ہی انسانیت کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ اور بشریت کے ضمیر پر زلت کا طمانچہ اور تمام عالم کے لیے عذاب بن کر باقی رہے ہیں اور رہیں گے۔ ان بزدلوں کے ہتھیار، سیمہ کاری اور دھوکہ بازی ہیں۔ اور ان کا سامان عہد شکنی اور غداری اور ان کی عادت، رذالت اور فریب کاری ہے۔

اسرائیلی حکومت کی پیدائشی، عربوں اور مسلمانوں کے اپنے دین و تہذیب سے انحراف کے نتیجے میں ہوئی ہے۔ اگر عرب فی الواقعہ عرب رہتے اور مسلمان فی الواقعہ مسلمان رہتے تو یہودی اپنے مقابل اسلاف کی طرح کہتے کہ۔

”وہاں تو بڑی زبردست قوم رہتی ہے“

ذرا غور فرمائیے، اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ اور اس کے ارد گرد کے یہودیوں اور خیبر کے یہودیوں کو چھوڑ دیتے ہیں تو کیا ہوتا وہ کھاتے پیتے، خوشی سے اترتے، عہد شکنی اور سیمہ کاری کرتے اور غداری کرتے اور آمرین جاتے!

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس واسطے زبان میں خطاب کیا جسے وہ سمجھتے ہیں یعنی طاقت کی زبان میں، جو ذلیل کرنے والی بات یا ملامت کرنے والی جنگ پہلے عیبیا

طہ الخط المخریۃ، یہ کہ وہ اقرار کریں کہ ان میں سے ہر قتل ہو گا وہ آگ میں جائے گا۔ اور جو ہم میں سے قتل ہو گا وہ جنت

میں جائے گا۔ اور ”الحرب المجلدیۃ“ یہ ہے کہ وہ اپنے گورنوں سے نکل جائیں دیکھیے ابن الاثیر (۱۲/۲۳) اور البلاذری

(۱۰/۱) میں ”الحرب المجلدیۃ“ و السلم المخریۃ کے الفاظ آئے ہیں۔ اس کی تفصیل قاعدۃ فتح العراق والجزیرہ

(۸۵) پر دیکھیے۔

کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ۔

پس عرب اور مسلمان کس وجہ سے یہ دعوئی کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے نیک نمونہ ہیں جب کہ وہ نہ ان کے نمونے پر چلتے ہیں اور نہ ان کے اعمال کی اقتداء کرتے ہیں۔ ہم عرب ہیں لیکن شیشے کے بنے ہوئے ہیں۔ اور مسلمان ہیں لیکن جغرافیائی مسلمان ہیں۔

(۲)

۱۹۴۸ء میں عربوں اور یہودیوں کے درمیان ارض فلسطین کے متعلق جو جنگ ہوئی اس میں علمبردار فوج کا افسر تھا اور جنین شہر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے وہاں یہودیوں کی بزدلی کے خوفناک حقائق کا مشاہدہ کیا۔

پہلی صلح سے قبل جسے اقوام متحدہ نے عربوں پر ٹھونسنا تھا۔ عرب افواج اسرائیل کے فارغ التحصیل اہلبیب کے دروازوں پر پہنچ چکی تھیں اور پہلی صلح کا ٹھونسنا، یہودیوں کو وہاں سے نکلنے سے بچانے کے لیے تھا۔

اور معرکہ جنین کے بعد جس میں ایک عراقی فوج نے دس لاکھ سے بھی زیادہ یہودیوں کے مقابلہ میں نیرو آزمائی کی اس نے یہودیوں سے عفو اور صیفا کے شہر خالی کر دئیے اور یہودیوں نے پر مشورہ مظاہروں کے ذریعے مطالبہ کیا کہ غیر مشروط طور پر جس قیمت پر بھی جنگ رک سکتی ہے اسے رکوا دیا جائے۔ اور معرکہ جنین وہ واحد میدانی معرکہ ہے جس نے یہودیوں کو اس میں حصہ لینے پر مجبور کیا تھا۔ اس کے بعد کسی میدانی معرکہ میں حاضر نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے پس فرمایا ہے کہ ۔

وہ عفو طلبہ کیوں یاد دلاؤں گے کہ اس پر وہ ہوئے بغیر تم سے اکٹھے ہو کر جنگ

سہ علمبرداروں، قلم کے ہنگامہ اور تین افواج سے جتنی ہے بڑی بڑی جنگ کو رشتہ خانہ اور ٹرانسپورٹ پر مشتمل ہوتا ہے۔

سہ پینل اینٹ جس کی تعداد ایک ہزار آدمی سے زیادہ نہیں ہوتی۔

اپس میں اہل شدید جنگ ہو گئی تو انہیں اکٹھے خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے دل پر اگندہ ہیں اس لیے وہ بے عقل ہیں۔ اور یہودی افسر حزب اِکرام متحدہ کے معالجاتی نمائندوں کے جلو میں عرب افسروں کے ساتھ مذاکرات کے لیے آتے تو اس وقت تک حاضر نہ ہونے سے انکار کر دیتے جب تک انہیں یہ یقین نہ ہو جاتا کہ عرب افسر نہ ہوتے ہیں۔

ایک اور یہودی گٹھی دستے نے، غریف ۱۹۴۸ء کی ایک رات کو جلبون بستی پر حملہ کر دیا اور چھ مردوں اور دو عورتوں کو قید کر لیا اور عراقی فوج نے جو جنین کے پاس پڑا دیکھ ہوئے تھی اس نے میمان کے قریب ایک کالونی "تل العمال" کو تو بٹھانے کے صرف چھ گولوں سے تباہ کر دیا۔ اور یہ بات مشہور کر دی کہ یہ کارروائی یہودیوں سے انتقام لینے کی خاطر کی گئی ہے کیونکہ انہوں نے جلبون سے عربوں کو قیدی بنایا ہے۔ اس کے بعد یہودیوں نے قیدیوں کو بہت جلد چھوڑ دیا۔ اور "تل العمال" کی کالونی کی تباہی پر ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزے تھے کہ انہوں نے قیدیوں کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بھیج دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اسرائیل نے ارض مقدس میں اپنے پاؤں مضبوط کر لیے اور لدا درملہ میں تین بکتر بند گاڑیوں کے ساتھ اتر گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی اسرائیل نے اپنے ارادوں کو عربوں پر ٹھونسنے کی طاقت پائی اور اسرائیل کے پس پشت جو عظیم حکومتیں تھیں ان کا بھی بے پناہ اثر تھا جس کی وجہ سے اسرائیل نے عرب علاقے اور دارالسلام کی مقدس زمین کو ہتھیایا۔ اور جو لوگ اسرائیل کی پشت پناہی کر رہے تھے انہوں نے اسرائیل یہودیوں کے ساتھ عربوں کی طاقت کا سوا نہ کیا تو وہ ایک سو ملین یا اس سے زیادہ تھے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کا جائزہ لیا تو وہ پانچ سو ملین یا اس سے زیادہ تھے جب کہ یہودی ان دنوں ڈیڑھ ملین تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ طاقت کی میزان میں یہودی عربوں اور مسلمانوں سے زیادہ وزنی ہیں۔ کیونکہ ان دنوں عرب سیلاب سے بھاگ کی طرح تھے۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو یہ صورت حال نہ ہوتی۔

اور جس دن عربوں اور مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ وہ صحیح مسلمانوں میں مرد ہیں تو

وہ تمام عالم کو اپنی جانب پھینک گئے۔ کیونکہ طاقت کی زبان ہی تمام عالم میں سنی جاتی ہے۔ اور جو قول اس حقیقت کے مخالف ہے وہ کجواس و بدکواس ہے۔

۱۹۴۸ء میں عرب فوجیں پیشہ در سیاستدانوں کی پوجہ میں بیڑیوں میں جکڑی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں کے دل عربوں کے ساتھ اور ان کی تلواریں استعماریوں کے ساتھ تھیں یہی وجہ ہے کہ یس نے عراقی فوج کے الوداعی جلسے میں جب کہ وہ فلسطین سے واپس عراق جا رہی تھیں کہا تھا:

”عراقی فوج اور اس کے باسیوں کو سلامت نہ کرو، ہماری تمہاری

مصیبت ایک ہی ہے وہ نیزہ ہم پر بھجلائے شخص کے پاس ہوتا ہے وہ نیزہ

نہیں ہوتا۔ مجھے معلوم ہے کہ محمد رسول اللہ کا دین، مسلمانوں کے لیے

ذلت پسند نہیں کرتا۔ جو شخص جہاد کرتے ہوئے مرتا ہے وہی ہمیشہ

زندہ رہتا ہے۔ بزودی کی زندگی گزارنے والے کو ہمیشہ زندگی نہیں ملتی“

یہودی صوفی طاقت کی زبان کو سمجھتے ہیں۔ اور تلوار کے بنیر فلسطینی عربوں کی

مشکل ہرگز حل نہ ہوگی۔

مجلس اقوام متحدہ سلامتی کونسل، بین الاقوامی کانفرنسیں، پر شور اجتماعات، تقاریر

قصائد اور شور و غل ہرگز اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے اور ان پر یہ مشہور عربی ضرب المثل

صادق آتی ہے کہ۔

”میں نے انہیں گالیوں سے سیر کر دیا اور وہ اُونٹ لے کر چلتے بنے“

(۳)

یہ وہ اسباق ہیں جو یہود کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزرات

کی تاریخ سے عربوں کی عبرت کے لیے نمایاں ہوتے ہیں۔ یہ اسباق اور یہ عبرتیں،

عربوں اور مسلمانوں پر واجب کرتی ہیں کہ وہ ارض فلسطین سے اپنا چھینا ہوا حق

واپس لیں۔ اور اگر ان اسباق اور عبرتوں کی یاد دہانی کے سوا، اس کتاب سے اور

کوئی فائدہ نہ بھی ہو تب بھی اس کتاب کے لیے یہ کافی فخر کی بات ہے اور اس کے
مؤلف کا جہم کے لیے کافی ہے۔

میں استاد محمد احمد باشمیل کی بار آور مساعی اور ان کے مفید جہاد کو مسلم
کرتا ہوں۔

والحمد للہ کثیراً دمی اللہ علی سید القادات و قائد السادات رحل الرجال و بطل البطلان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(محسود شیت خطاب)

عرض مؤلف

نعمدك الله صوابك لنبدوا يا ك نستعين ونسألك ان تصلى على نبينا ورسولك
 محمد الامين على آله الطيبين الطاهرين واصحابه العزاليين
 اے اللہ ہم تیرے حضور عاجزانہ طور پر عرض کرتے ہیں کہ تو ہمارے اعمال کو بخالفت
 اپنے لیے بنائے اور ہمیں غزوہ کی پھسلن اور ریاکاری و شہرت کے گڑھوں سے
 بچا، تو سمیع و مجیب ہے۔

یہ معارف الاسلام الفاصلۃ (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کے سلسلہ کی چوتھی کتاب ہے
 ہم خدائے قدیر کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اس کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔ اور
 ہم مخلصانہ طور پر امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے پڑھنے والوں کے لیے مفید بنائے
 اور جو اس میں غلطی کی نشاندہی کرے گا ہم اس کے شکر گزار ہیں اور اس کی اصلاح
 کریں گے۔

(۱)

جس وقت سے نور اسلام طلوع ہوا اور جس وقت سے حضور علیہ السلام مدینہ پہنچے
 اس وقت سے یہود و اسلام کی خلاف تدا بیر کر رہے ہیں اور تورات کی وصیت کے برعکس
 جس میں وہ محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو قابل اتباع نبی لکھا ہوا پاتے ہیں، محمد و سرکشی
 کر کے اس کے خلاف گردش روزگار کے منتظر ہیں۔

جب یثرب نے، اپنی حکومت کی باگ ڈور کلیتہً آپ کے سپرد کر دی تو حضرت
 بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے ان سے نرمی و درگزر کا سلوک کیا۔ اور

باوجود اس معاہدہ کے جو مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان مشترکہ دفاع کرنے اور باہم پر امن رہنے اور عدم جارحیت کا معاہدہ تھا، یہودی اسلامی دعوت کا مقابلہ کرتے رہے اور اس دعوت کے علمبردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشکلات پیدا کرتے رہے اور آپ کی دعوت کی سچائی میں شکوک شبہات پیدا کرتے رہے اور اس سے نفرت کی غرض سے جھوٹی باتیں اور افواہیں پھیلاتے رہے۔ اور ہر اس شخص کی مدد کرتے رہے جو آپ سے جنگ کرتا یا آپ پر خون مارتا اور آپ کے اصحاب کے لیے مشکلات پیدا کرنا چاہتا تھا بلکہ وہ اسلام کے خلاف اس کی حکومت کو ختم کرنے اور اس کے رسول کے خاتمے کے لیے آمریت اختیار کرتے رہے۔

انہوں نے آپ سے کیے ہوئے معاہدے کا کوئی پاس نہ کیا اور نہ پختہ میثاق کا لحاظ رکھا۔ کیونکہ یہود کے نزدیک ان معاہدات و مواثیق کی کوئی قیمت نہیں ہوتی سوائے اس کے ان کے تمسک و التزام سے غاص طور پر ان کا اپنا فائدہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یثرب میں ان کی حرکات و سکنات، ان کے معاہدات و مواثیق کے مطابق نہ تھیں بلکہ ان کی حرکات و سکنات ان حالات کے تابع تھیں جو شخصی مصلحت کی حدود میں آتی ہیں۔ پس اگر وہ حالات کو موافق پاتے تو بغض و عناد کا اظہار کرتے اور مسلمانوں پر عیب لگانے کے لیے حرکت میں آجاتے۔ اور اگر انہیں موقع نہ ملتا تو سائب کی طرح مناسب موقع کے لیے خاموشی اختیار کر لیتے۔ پس حق بات یہ ہے کہ یہود ہی وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے نبیٹ میکا دلی مذہب کی بنیادیں استوار کیں۔ جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے یثرب میں چار سال کے طویل عرصہ کے دوران ان یہودیوں سے بہت سی تکالیف اور مصیبتیں اٹھائیں اور آپ بڑے علم اور فیاضی سے ان مصائب کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے ان لوگوں سے بھی درگزر کیا جنہوں نے ان یہودیوں میں سے آپ پر تسلط حاصل کرنے اور آپ کو قتل کرنے کی ٹھانی تھی۔ آپ ان سے درگزر کرنے میں انتہائی حد

تک چلے گئے۔ اور ان کو صرف مدینہ سے جلا وطن کرنے پر اکتفا کیا۔ حالانکہ جرم تسلط کے تسلیم کرنے اور غیر مشروط اطاعت اختیار کرنے کے بعد آپ کو ان کے تباہ کر دینے پر پوری قدرت حاصل تھی۔

حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے مقابلہ میں صرف اس وقت تک قطعی توقف اختیار کیا اور ان کو خونریز تلواریں زبان سنائی۔ جب ان میں سے ایک فریق (بنو قریظہ) نے عہد شکنی اور غداری کی تاریک کابھیا تک اور ذلیل ترین جرم کیا، انہوں نے معاہدہ کو توڑا اور میثاق سے غداری کی اور اپنے قول کی بے حرمتی کی اور احزاب کے خوفناک معرکہ میں قریش اور غطفان کے جہانازوں کے ساتھ جلتے اور ان کے انجام کی نہایت نازک گھڑیلوں میں اپنے معاہدات و موافقت کی پرواہ کیے بغیر مسلمانوں کو پیچھے سے ضرب لگانے کے لیے تیار ہو گئے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کو کلیتہً نیست و نابود کر دیں۔ پس ان کو کلیتہً تباہ کر دینا ہی ان کی جزا تھی اور یہی وہ انجام ہے جس کی طرف انہوں نے مسلمانوں کو اس وقت دھکیلنے کا عزم کیا تھا۔ جب انہوں نے احزاب کے جنگ بازوں کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ میٹھے تھے اور توڑا اور عملاً مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کی تھی پس سزا کی سختی (احزاب کی جنگ کے خاتمہ کے بعد ان یہودیوں میں سے آٹھ سو جہانازوں کا ایک دن میں قتل ہونا ہے) اس عظیم جرم غداری کے مطابق ہے جس کا ارتکاب ان یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف کیا تھا جو میثاقی تحالف اور معاہدہ عدم جارحیت اور شرب میں ایک قوم کے طور پر رہنے کے عہد کے پابند تھے لہ

(۲)

اور اس وجہ سے کہ غزوہ بنی قریظہ وہ آخری اور عظیم معرکہ ہے جس کے ذریعہ شرب

۱۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان صلہ پانے والا معاہدہ کی رو سے یہودی اپنے دین پر رہتے ہوئے اور مسلمان اپنے دین پر رہتے ہوئے ایک قوم ہیں... دیکھئے سیرۃ ابن ہشام جلد نمبر ۱ ص ۵۳

سے یہودی قوم کا مکمل صفایا ہوا۔ اور اس خبیث عنصر سے اس مبارک غلطے کی تظہیر مکمل ہوئی۔ نیز اس لیے بھی کہ یہود کا جزیرہ عرب سے قدیم تعلق ہے جو میلاد مسیح سے بھی کئی صدیاں پہلے کا ہے۔ اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ ہم دو مکمل تفصیلیں تلم کریں اللہ اس کتاب کی پہلی اور دوسری فصل ہے جو جزیرہ عرب میں یہود کی مختصر تاریخ پر مشتمل ہیں پہلی فصل میں جزیرہ عرب میں یہود کی اسلام سے پہلے کی مختصر تاریخ بیان کی گئی اور دوسری ظہور اسلام سے لے کر عزیزہ نمبر تک کی مختصر تاریخ پر مشتمل ہے۔ یہ اسلام اور یہود کے دنگل کا آخری محرکہ ہے جو ہمارے اس سلسلے کی پانچویں کتاب کا موضوع ہو گا۔ انشاء اللہ۔

پہلی فصل میں ہم نے اختصار کے ساتھ (اور کبھی مفصل طور پر) یشرب، تیمام، وادی القری، نمبر ایلم، اور دوسرے شمالی علاقوں میں یہود کی تاریخ کو بیان کیا ہے۔ اس طرح ہم نے اس فصل میں یمن میں یہودیت کے بارے میں بھی بیان کیا ہے۔ نیز عمومی طور پر ہم نے جابی عربوں کے درمیان یہودی دین کے اثرات کو بھی بیان کیا ہے۔ یہود اس حد تک عربی تہذیب و ثقافت سے متاثر ہوئے کہ وہ اپنی اسرائیلی ثقافت کو بھول گئے اور ان کی عبرانی زبان کی یہ کیفیت ہو گئی کہ سوائے چند عاموں اور کاهنوں کے اور کوئی اچھی طرح بول بھی نہ سکتا تھا۔

اور دوسری فصل میں ہم نے اختصار کے ساتھ اسلام کے مقابلہ میں یہود کے دشمنانہ مواقف کو بیان کیا ہے۔ اور گرم و سرد جنگ کے اُن تمام مراحل کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ جنہوں نے یہود اسلام کی خلاف، اس وقت سے، جب سے اس کا لارسط ارض پر چمکا ہے۔ اختیار کرتے رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے بیان کیا گیا ہے تاکہ ہم قارئین کو اس عنصر کی حقیقت کے متعلق ایک واضح نظریہ دیں جو ہر زمانہ میں تحریک کاری اور نفاق انگیزی کا سرائند رہا ہے۔

(۳)

اس غزوہ میں بنی قریظہ کے یہودیوں کے تقریباً آٹھ سو آدمیوں کے ماسے جلنے کے باعث اسلام کے تقلیدی دشمنوں جیسے بعض مغربی اور یہودی قلم کاروں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑے ظالمانہ حملے اور تنگدلانہ انتقادات کیے ہیں اور اسی طرح ان کے شاگردوں نے بھی جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں ان سب کا خیال ہے کہ ان یہودیوں کی تباہی کی کارروائی، وحشیانہ اور فیضانہ فطرت کی نشاندہی کرتی ہے جو حقوق انسانی اور درود روح تمدن کے ملنا فی ہے۔ ہم نے اس کتاب میں ایک خاص (چوتھی فصل) مختص کی ہے جس میں ہم نے ان تمام اتہامات کا جائزہ لیا ہے جو ان دشمنوں کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے گئے ہیں۔ اور ہم نے مفصل مناقشہ کر کے حجت و برہان سے ان اتہامات اور انتقادات کا باطل ہونا ثابت کر دیا ہے۔ نیز ہم نے اس امر کو بھی واضح کیا ہے کہ بنی قریظہ کا قتل قانون و انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہوا ہے۔ اور وہ ایک ایسا عمل ہے جسے آج تک کے تمام قوانین و ضوابط نے ثابت کیا ہے۔ کیونکہ وہ ایک عادلانہ سزا تھی جو تین جرائم کے مرتکب لوگوں کو دی گئی اور اکثر عالم کے تمام بین الاقوامی قوانین بلا استثناء اس شخص کو موت کی سزا دیتے ہیں جو ان میں سے کسی ایک جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ پس جو بنو قریظہ کی طرح ان سب کا اکٹھے مرتکب ہو اس کا کیا حال ہو گا۔

اور اس فصل میں ہم نے بنو قریظہ کی عورتوں اور بچوں کے غلام بنانے کی بحث کے موقع پر عمومی طور پر اسلام میں غلامی کے موضوع کو بھی چھیڑا ہے۔ اور دشمنان اسلام کی طرف سے جو اتہامات غلامی کے بارے میں اسلام کے موقف پر لگائے گئے ہیں ان کا بھی جائزہ لیا ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ اسلام غلامی کے متعلق قانون سازی کرنے والا پہلا مذہب نہیں اور نہ ہی اس کی حوصلہ افزائی کرنے والا ہے بلکہ یہ وہ دین و جدید ہے جس نے غلامی کے مختلف طریقوں کے خلاف جنگ کی ہے

اور سوائے ایک نوع کے اس کے تمام سوتوں کو بند کر دیا ہے اور اس ایک نوع کو بھی اس نے ایک نہایت تنگ دائرہ میں محصور کر کے اسے باقی رکھا ہے۔ اور یہ غلامی ان عادلانہ جنگوں سے وجود میں آتی ہے جن میں مسلمان، اسلام دشمنوں کے خلاف حقہ لیتے ہیں۔ اس نوع غلام کو اسلام نے ایسے ہی رد کر رکھا ہے جیسے کہ مقابل جنگوں نے اسے رد کر رکھا ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کیونکہ یہ جیسے کو تیسے والا معاملہ ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے دشمنان اسلام کے مقابلہ میں اسے جاری رکھنا ضروری ہے کیونکہ ان کے قبضہ میں جو مسلمان قیدی آ جاتے ہیں وہ بھی انہیں غلام بنا لیتے ہیں جن میں عورتیں اور بچے بھی ہوتے ہیں۔ اور ہم نے اس فعل میں ثابت کر دیا ہے کہ باوجود یہ کہ اسلام نے اس نوع غلامی کو باقی رکھا ہے، اس نے غلام کو حقوق دیئے ہیں۔ اس کی حفاظت و ضمانت کا تکفیل بنا ہے۔ یہ حقوق دنیا کے کسی قانون نے غلام کو نہیں دیئے۔ اسلام تو اُسے اس بلند درجہ تک لے گیا ہے کہ اس نے اس کے اور اس کے مالک کے حقوق عامہ کو برابر قرار دیدیا ہے۔

(۴)

اس کتاب میں قارئین کو عنقریب معلوم ہو گا کہ جب سے اس قوم پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے لعنت پڑی ہے اس کے اخلاق کس قسم کے ہو گئے ہیں۔ وہ دیکھیں گے کہ جزیرہ عرب میں اور خصوصاً مسلمانوں اور ان کے نبی علیہ السلام کے ساتھ اس قوم کے تصرفات میں مختلف اقسام کی کینگی اور مختلف رنگوں کی عہد شکنی اور غداری اور موقع پرستی اور بدعہدی کے غمناک نمونے پائے جاتے ہیں۔ جو ذلت و دیوانگی کا مجموعہ اور رذائل کا ایسا خوفناک بلینس رکھتے ہیں جس کی مثال کسی مغضوب قوم کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ ہاں اب تاریخ ان کا ریکارڈ رکھ رہی ہے۔ ہائے افسوس، عرب علاقے میں لوگوں کا ایک چھوٹا سا گروہ، جس نے میکیدونی لاطیقلی مذہب کی شاگردی کی ہے وہ عہد شکنی اور موقع پرستی میں یہود کے نقش قدم پر چلنے لگا ہے۔ جب انہیں خیال

ہوتا ہے کہ معاہدے کی پابندی اور پختگی میں ان کا فائدہ ہے تو وہ لوگوں کو معاہدات کی پختگی اور پابندی کی دعوت دیتے ہیں۔ اور حسب انہیں بہتہ چلتا ہے کہ انہیں اس معاہدہ میں جس کی پختگی اور پابندی کی انہوں نے دعوت دی ہے کوئی خاص فائدہ کا نہیں۔ تو وہ اُسے پاؤں تلے روندتے ہوئے اور دیوار کے ایک گوشہ میں پھینک دیتے ہیں۔ بلکہ ایسے وحشیانہ اور فیلانہ اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں جن جیسے اعمال کا کوئی آدمی کبھی مرتکب نہیں ہوا۔ یہ دیسیوں ہنر و سمان عورتوں اور بچوں کو تباہ کر دیتے ہیں اور الگ تھک پر اسن بستریوں کو نیست و نابود کر دیتے ہیں تاکہ خود دار اور محنت مسلم قوم کو خوفزدہ کر دیں ہیں جو اپنے اجداد کی بلند عسکری تاریخ کے کندھوں پر کھڑی ہے۔ ان حرکات سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اس طاقتور اور مضبوط قوم کو تابع فرمان اور نوا آبادی بنا دیا جائے۔ جس نے صدیوں ہر بار تابع فرمان اور نوا آبادی بنانے والے جارحیت پسندوں اور جنگجوؤں کو فنا کر کے رکھ دیا ہے۔

پس یہ قوم کسی قسم کے غیر ملکی تسلط کو تسلیم نہ کرنے اور ثابت قدم رہنے میں ضرب المثل بن گئی ہے۔ یہاں تک کہ غیر ملکی تمام اقوام میں اس کا نام جنگ بازوں کو فنا کرنے والی اور باغیوں کو ادب سکھانے والی اور سرکشوں کو رام کرنے والی قوم پڑ گیا ہے۔ مگر جب کوئی باغی اور طاعن اس سے زیادتی اور جنگ کرتا ہے تو اس کی جنگجو فوج کو دفن کر دیتی ہے اور اس کی آرنڈوں اور اسنگوں پر پانی پھیر دیتی ہے اور اس کی فوج کو خواہ وہ کس قدر مضبوط اور زیادہ ہونجمن دانش کے لیے احمق اور بعد میں آنے والی اقوام کے لیے عبرت کا موجب بنا دیتی ہے۔ اور آج بھی اس مضبوط، طاقتور اور خود دار قوم کے علاقے میں تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔“

(۵)

جو شخص یہودی اخلاق سے نا آشنا ہے اور جسے اس نورع بشر کے ساتھ جو بشریت کے جسم میں غیر مالوس مقرر رسال جسم کی طرح ہے، پہننے کا موقع نہیں ملا۔ اور وہ

ہی اس کی تاریخ کی حقیقت سے واقف ہیں، وہ ان مصائب کو جو اسے اقوام کی طرف پہنچے ہیں یا پہنچتے ہیں۔ بہت عظیم خیال کرتا ہے۔

اور بہا اوقات جب اس پر قتل یا جلا وطنی کی سزا نازل ہوتی ہے تو وہ اسے بہت بُرا خیال کرتا ہے۔

لیکن یہودی قوم کی نفسیات کے ماہر اور مدیوں سے اس کی تاریخی حقیقت کے واقف کئی قسم کے شبہ کی گنجائش کے بغیر تاکید کرتے ہیں کہ یہ وہ واحد قوم ہے کہ جس کے ہر فرد کے عقیدے اور عقول میں یہ بات رچا بسی ہے کہ زندگی میں اس کا سب سے بڑا کام ہر غیر اسرائیلی کو تباہ و برباد کرنا ہے۔ اخلاقی بلاؤں، عقائد ہی الخرافات اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں خوفناک قتل عام اور اقوام کی زندگی میں تباہ کن انقلابات اور اقتصاد کی ہندوئیں، صرف اور صرف یہودی غورو فکر اور منصوبہ بندی کی بدلیں منت ہے۔

اس کی دلیل میں یہی بات کافی ہے کہ اگر کسی مشترک کی تحریک کے رہنماؤں نے قتل و تخریب اور تباہی کے وہ جرائم کیے ہیں اور اس حد تک وحشت و بربریت کی ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے تاریخ نے اس کی مثال نہیں دیکھی۔ بشریت کو مختلف زبانوں میں جو مصائب پہنچے ہیں وہ اس کی تحریک جیسے نہیں یہ مصیبت یہودی مفکرین کے پوٹو کول کے مطابق آتی ہے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی دلیل نہیں کہ اشتراک مذہب کی بنیاد رکھنے والا (کلڈ مارکس) مجرم اور کینیڈوز یہودی تھا۔ اسی طرح تاریخ نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ انقلاب فرانس کے اداکار زلمے نے میں جو خوفناک اور وحشتناک قتل عام کے جرائم ہوئے ان کے منصوبہ ساز اور محرک وہ یہودی تھے جن کی طبیعت غیروں کی تباہی و بربادی و بچ کر لذت حاصل کرتی ہے اور جن لوگوں کی طبیعت اس قسم کی جو وہ دوسری اقوام کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اور اگر ان کے ساتھ رہیں گے تو انکی تباہی و بربادی کو نامشروع کر دیں گے۔ جیسا کہ تمام اقوام عالم کو معلوم ہے۔ ہمیشہ سے ہی یہودی پر جلا وطنی اور تباہی کی سزا نازل ہوئی ہے وہ ہر دور اور ہر زمانے میں اس کی شکایت کرتے ہیں۔ وہ اکثر اپنی جرائم، غدا دیوں

اور مغربی کالہ وائیوں کا سخت رد عمل ہوتا ہے جو وہ ان اقوام کے ساتھ کرتے ہیں جن میں وہ رہ رہے ہوئے ہیں اور مغربیوں کو مسلمانوں کے باغیوں سے جو سزا ملی وہ بھی خود یہودیوں ہی کا کیا دھرا تھا۔

تمام لیڈناور قومہ دار حضرات جو اپنے وطن اور قوم کی سلامتی کے خواہاں ہیں ہزار ہا سال سے اپنے وطنوں اور معاشوں کو ان یہودیوں سے پاک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ بشریت کی اس خطرناک نوع کی نفسیات کی حقیقت سے واقف ہیں جو اپنی ہم جنس قوم کے سوا کسی دوسری قوم کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ اور اگر اس کے ساتھ رہے گی تو اپنے خاص وسائل سے اُسے تباہ و برباد کر دے گی۔

اس وقت ہمارے سامنے ایک نہایت اہم دستاویز پڑی ہے۔ جو ان یہودیوں کو حکم دیتی ہے کہ وہ جہاں رہیں وہاں پر تخریب کاری اور فساد انگیزی کریں اور اس دستاویز کی اہمیت اس امر سے واضح ہے کہ اس کا بانی صدر منجمن فرنکلن ہے۔ جو اٹھارویں صدی میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے عظیم لیڈروں میں سب سے بڑا لیڈر تھا۔ اور اس دستاویز کی اہمیت کے پیش نظر جسے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ایک صدر نے جاری کیا ہے ہم اس کے انگریزی متن کو اردو کے ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

دستاویز کا اردو ترجمہ

۱۸۹۱ء میں صدر منجمن فرنکلن نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کا دستور بناتے وقت ایک تقریر کی جس میں یہ بیان کیا کہ۔

”اے اس اہم دستاویز کی اشاعت کی سعادت ایک محدود نوجوان استاد صیہونہ یوکر تھنی کے حلقہ میں

آئی ہے جو اسلامی تعلیمات کا پسندیدہ اور سیاسی علوم اور بین الاقوامی قانون کا ایم اے ہے۔ صیہونہ یوکر تھنی نوجوان امریکہ میں باسفیک یونیورسٹی کا طالب علم تھا اسے وٹن یونیورسٹی کے استاد علامہ

شیخ مسطفی الزرقاد نے اس دستاویز پر ملاحظے کرنے کے بعد عربی زبان میں لکھا کہ اسے اصل انگریزی متن کے ساتھ ملایا جائے۔ لکھنا صیہونہ یوکر تھنی نے بتایا کہ میرا دست پسندو نیامیں منجمن فرنکلن کے ادارہ میں اس متن کو محفوظ

”اس وقت ریاستہائے متحدہ امریکہ کے لیے ایک عظیم خطرہ ہے اور وہ عظیم خطرہ یہودیوں کا خطرہ ہے۔“

احباب کرام! جس علاقے میں بھی یہودیوں نے بود و باش اختیار کی ہے۔ انہوں نے اخلاق اور تجارتی و یا منت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ الگ تھلک رہتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ ٹھل مل کر نہیں رہتے۔ اور ان کا ظلم علما یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ انہوں نے اہل طور پر اقوام کا گلا گھونٹ دیا ہے جیسا کہ سپین اور پرتگال کا حال ہے۔ ۱۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گزرا وہ اپنی بد قسمتی کا ردنا رو رہے ہیں اور اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ انہیں ان کے آباؤ اجداد کے ملک سے نکال دیا گیا ہے لیکن میرے دوستو! اگر آج حکومتیں انہیں فلسطین اور ان کی جائیدادیں واپس کر دیں تو وہ فلسطینی واپس نہ جانے کے لیے موثر وجوہات تلاش کر لیں گے۔ کیوں! اس لیے کہ وہ طبعی ہیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ان کے لیے سچوں وغیرہ ہیں

نقل کرنے کے لیے لکھا۔ اور جب میں نے مسد امریکی پیناس فزکس کی تقریر کا مطالعہ کیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس دستاویز کی عبارت کو امریکہ کے صدر کی تقریر سے کچھ شرف کر دیا گیا ہے میں نے اسی ادارہ کے ذمہ دار حضرات سے گفتگو کی اور جب انہیں معلوم ہوا کہ کسی مجرم یہودی نے یہ عظیم جرم کیا ہے تو وہ دشت زدہ ہو گئے۔ پھر کہنے لگے یہ خوش قسمتی کی بات ہے۔ اور تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ عجائب گھر میں اس تقریر کا ایک کھل نسخہ موجود ہے جس تک سفر میں کا ہاتھ نہیں پہنچتا تو میں نے یہ انگریزی میں یہ عبارت نوٹ کر لی جو یہودی خطرے سے متعلق ہے۔ اسناد قاضی نے امت اسلامیہ اور مین کی خدمت کے لیے انگریزی زبان میں اس دستاویز کو ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا ہے۔ اور اسے بین الاقوامی مجالس اور امریکہ اور دوسرے ممالک کی سیاسی اور علمی مجالس بھی میں تقسیم کیا ہے۔ اسناد قاضی کی کوشش سے یہ دستاویز رسالہ ”المسلمون“ نے اپنے ایک شمارہ میں شائع کیا ہے۔ اس طرح رسالہ ”المسلمون اسلامی“ نے اسے جلد ۲۵، اور ۲۶ میں اور اخبار ”المنذوق“ نے اپنے شمارہ ۵۱۱ بتاریخ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ میں شائع کیا ہے۔ عماد الحق و عین حق کے شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دوہران مسلمانوں میں اس جیسے جو ان بکثرت بنائے تاکہ وہ جہاں بھی جائیں اپنے مین کے اچھے سفیر ہوں۔

رہنا ضروری ہے جو ان کی نسل سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔

اگر دستور کے مطابق انہیں ریاستہائے متحدہ سے نکال باہر نہ کیا گیا تو سو سال کے اندر اندر امریکہ میں ان کا اس قدر سیلاب آ جائے گا کہ وہ ہماری قوم کے حاکم بن جائیں گے اور اسے تباہ کر کے رکھ دیں گے۔ اور ہماری اس حکومت کی شکل بدل کر رکھ دیں گے۔ جس کے لیے ہم نے اپنے خون اور جانیں اور اموال اور شخصی آزادی کو قربان کیا ہے اور ابھی دو سو سال نہیں گزریں گے کہ ہمارے پوتے کھیتوں میں یہودیوں کے لیے خوراک مہیا کریں گے۔ جب کہ یہودی کمرشل باؤسوں میں رشک سے ہاتھ ملتے رہتے ہیں احباب کرام میں آپ کو انتباہ کرتا ہوں کہ تم نے ہمیشہ کے لیے یہودیوں کو نکال باہر نہ کیا تو تمہاری قبروں پر تمہارے بیٹے اور پوتے لعنت کریں گے یہودی خواہ دس لاکھوں تک ہمارے درمیان رہیں وہ کبھی بھی ہماری بلند روایات کو اختیار نہیں کریں گے، بھیڑ یا اپنی چمکری کھال کو بدلنے کی طاقت کی طاقت نہیں رکھتا، جب یہود کو اس ملک میں داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی تو وہ اس ملک کے لیے خطرہ بن جائیں گے۔ وہ ہمارے اداروں کو ختم کر دیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ انہیں دستور کے مطابق نکال باہر کیا جائے۔

میں مسلم فوجوالوں اور تمام انسانوں کی خدمت میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقل و فکر کی آزادی سے سرفراز فرمایا ہے اور گو غم گیری اور غمناک اور خواہشات کے گڑھوں میں گرنے سے بچایا ہے یہ جدید کتاب پیش کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے فائدہ پہنچائے اور ہم پر اپنی دائمی رضامندی سے اپنا فضل فرمائے اور وہ بہت فضل کریں والا ہے۔

واللہ اکبر والحرزۃ اللہ ورسولہ وبلغونین

محمد احمد با شعیل

جدہ مملکت سعودی عربیہ

۵ صفر ۱۴۳۸ھ - مئی ۱۹۶۶ء

فصل اوّل

- جزیرہ عرب میں اسلام سے پہلے یہود کی مختصر تاریخ
- یثرب، یحیبر اور شمال میں یہود کی آمد
- یہود کے غلبہ کی مدت
- یہودیوں کا اسلام سے قبل ان کی قوت و شوکت کا خاتمہ کرنا
- یمن میں یہود کی آمد
- جزیرہ میں یہود شعرا

اسرائیلی یہود کا نسب یعقوب علیہ السلام سے ملتا ہے
یہود کا نسب نامہ | جنہیں اسرائیل کہتے ہیں۔ "ایہود" کے لفظ کا اشتقاق

ان کے قول کا دسے ہوا ہے۔ جن کے معنی واپس لوٹنے کے ہیں۔ اور انہوں نے اس نام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول "انا ہذا الیلت" سے ثابت کیا ہے جس کے معنی ہیں ہم واپس آئے اور ہم نے عاجزی اختیار کی۔ اور اس کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے تمسک کرنے والے یہود منسوب ہوتے ہیں۔ اور یہ بنی اسرائیل سے اہم ہیں۔ کیونکہ ہم یہودی اسرائیلی نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ حقیقت میں اسرائیل وہ ہے جن کا نسب حضرت یعقوب علیہ السلام (جو اسرائیل ہیں) کی طرف راجع ہو۔ اور بہت سی عربی، اردنی اور دیگر اقوام یہودیت میں داخل ہوئی ہیں۔ حالانکہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں۔

اسی طرح بہت سے اسرائیلی نسب کے لوگوں نے یہودیت کے سوا دوسرے دین اختیار کر لئے ہیں۔ جیسے اسلام اور مسیحیت، آپس نہ پہنچو دی، اسرائیلی ہے اور نہ ہر اسرائیلی یہودی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعدد بیٹے تھے جو مختلف ممالک میں بہت سی قوموں کے آباؤ اجداد بنے جن میں حضرت اسماعیل اور حضرت اسماعیلؑ سب سے اعلیٰ ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مکہ عرب میں سکونت اختیار کی اور آپ کی اولاد میں سے عرب متعربہ ہیں۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے وفات تک اپنے باپ کے ساتھ قیام کیا۔ آپ عربیوں کے دوسرے دلاویں آپ نے اپنے پیچھے دو بیٹے علیسا اور اسماعیل چھوڑے۔ آپ عیسو جلد وطن ہو گیا اور یعقوبؑ اپنے باپ کا قائم مقام بنا اور اسرائیل کے لقب سے ملقب ہوا۔ اور آپ کی طرف ہی سب اسرائیلی منسوب ہوتے ہیں جن میں وہ یہودی بھی شامل ہیں جنہوں نے جزیرہ عرب میں یثرب وغیرہ کو اپنا وطن بنالیا ہے۔

یثرب میں یہودی قبائل | یہودیوں کے کئی قبائل اور بطون تھے جو مختلف ناموں سے موسوم تھے اور یثرب میں بارہ قبائل تک پہنچ گئے تھے جو یہ ہیں۔

بنو نکرمة، بنو ثعلبہ، بنو محمر، بنو قینقاع، بنو زید، بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو بھدل، بنو عوف، بنو نضیر، بنو مراد، بنو عورام، اور یہ سب نام از عوراء کے سوا، خالص عربی نام ہیں۔

یہود کے درمیان حسب نسب کا نظریہ | مؤرخین کا بیان ہے کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر، یہودیوں کے درمیان "کاہنوں" کے نام سے معروف تھے۔ اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو اپنے جد کی طرف منسوب کیا ہے جسے "کاہن" کہا جاتا ہے۔

اور ان کے نزدیک کاہن وہ ہے جسے بعض مؤرخین کے خیال کے مطابق کاہن بن

بارون بن عمران کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ ایک بلند اور شریف نسب سے تعلق رکھتے ہیں جو انہیں یہود کے بقیہ گروہوں سے ممتاز کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اس نسب پر فخر کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اپنے دوسرے دینی بھائیوں پر شریف و سیادت کا حامل سمجھتے ہیں۔“

یہودِ یثرب میں کیسے آئے | کوئی شخص قطعیت کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا کہ یہودی جزیرہ عرب کے اس علاقے میں کب اور کیسے آئے، ہاں ایک بات جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور مؤرخین کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ یہودی اس عرب علاقہ میں، اسلام سے صدیوں پہلے موجود تھے۔ اسی طرح یہ بھی مختلف بات ہے کہ یہودی قوم جزیرہ عرب میں ایک ذلیل قوم ہے جو بہت دیر سے آئی اور اس جزیرہ کے باشندوں سے دین، زبان اور خون کا کوئی رشتہ نہیں رکھتی۔

اب رہی بات یہ کہ یثرب کے علاقہ میں یہودی کب آئے، مؤرخین نے اس کی تحدید میں اختلاف کیا ہے۔ ہاں اس امر پر اتفاق ہے کہ یہودی، یثرب کے علاقہ میں ایسے زمانوں میں آئے جن کے درمیان بہت دیر سی پائی جاتی ہے، ان مؤرخین کے بیان کے مطابق حبیب یہود پہلی بار یثرب کے علاقے میں آئے۔ وہ زمانہ ۲۰۰ قبل مسیح سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے اور یوشع نبی کے اوائل زمانے کی بات ہے۔ اور دوسرا عظیم زمانہ جس میں یہود کی بہت بڑی تعداد یثرب کی طرف ہجرت کر آئی وہ ہے حوران کے ہیکل کی تباہی جو ۷۰۰ء میں ہوئی اور یہودیوں کو ہمدیان کے عذاب سینے واقعہ کے درمیان کا ہے جو ۳۲۰ء میں ہوا۔

اور جن عربی مصاصد میں یہ تحدید بیان ہوئی ہے ان میں مشہور مؤرخ ابو الفرج اصبہانی کی مشہور کتاب الأغانی بھی ہے۔

کتاب کے مؤلف نے مذکورہ کتاب میں بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے شام کی طرف واپس آنے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدینہ کے علاقہ میں عمالقہ کی سرکش قوم نے بغاوت کر دی ہے اور لوگوں کو بہت دکھ دیا ہے تو آپ نے اپنی قوم کا ایک فوجی دستہ ان کے مقابلہ میں بھیجا اور اس دستے کے سالار کو حکم دیا کہ وہ ان سرکش عمالقہ کی بیخ کنی کرے اور کسی کو زندہ نہ چھوڑے۔ امہالی کا بیان ہے کہ یہ فوجی دستہ مدینہ پہنچا اور اس نے عمالیق کے بادشاہ ارقم کے ایک جوان بیٹے کے سوا سب کو تہس نہس کر دیا۔ اُسے انہوں نے قتل سے بچالیا اور اُسے اپنے ساتھ لے گئے تاکہ اس کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے معلوم کریں۔ جب یہ فوج شام جلتے ہوئے واپس لوٹی تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں ۵

لیکن جب بنی اسرائیل کے لیڈروں کو معلوم ہوا کہ فوج نے عمالیق کے ایک فوجی کو قتل سے بچالیا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس فوج نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کر کے مصیبت کا ارتکاب کیا ہے۔ لہذا بنی اسرائیل نے اس فوج کو اپنے درمیان رکھنے سے یہ کہہ کر روک دیا کہ خدا کی قسم تم ہمارے پاس کبھی شام میں نہیں آؤ گے۔ امہالی بیان کرتا ہے کہ اس فوج کے سالاروں نے آپس میں مشورہ کیا اور آخر کار انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ پوری فوج کے ساتھ یہ کہتے ہوئے مدینہ واپس چلے جائیں گے۔

”ہم نے بن لوگوں کو حجاز میں قتل کیا ہے ان کی جگہیں رہنے کی جگہیں یہ بہتر ہیں۔ ہم

۱۔ سور خین، عمالقہ کی قوم کو عرب باندہ میں شمار کرتے ہیں۔ ان سور خین کے نزدیک عرب، عرب باندہ عارہ اور عربی میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ عرب باندہ میں طسم، حدلیس، عمالیق اور عارہ شامل ہیں۔ اور عارہ، عاکلی ہیں۔ اور عربی قحطانی ہیں۔

۲۔ اسی زمانے میں عمالیق میں سے بنی ہف، بنی سعد، بنی اذرق اور بنی سطر، مدینہ کے باشندے تھے اور ان میں سے ایک آدمی حجاز کا بادشاہ تھا جسے ارقم کہتے تھے وہ قحطاد اور مذک کے درمیان رہتا تھا۔

ہم واپس جا کر ان کے علاقہ میں رہیں گے۔ پس وہ اپنے حامیوں کے ساتھ واپس آگئے اور مدینہ پہنچ کر وہاں ٹھہر گئے اور مدینہ کے تمام نواح میں بالائی علاقے تک پھیل گئے۔ اور وہاں انہوں نے قلعے، اموال اور کھیتیاں تیار کیں۔ اصبہانی کے قول کے مطابق اس فوج کے افراد یہودیوں میں سب سے پہلے مدینہ میں سکونت اختیار کرنے والے تھے۔

اب رہی دوسرے زمانے کی بات جس میں یہودی مدینہ کی طرف آئے۔ اس کے متعلق مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب رومیوں نے ۷۰ اور ۱۳۲ میلادی کے درمیان زمانہ میں شام کے علاقہ پر قبضہ کیا اور یہودیوں کو قتل کیا اور انہیں سزائیں دیں تو یہودی بھاگنے پر مجبور ہوئے اور رومی علاقے سے دور دراز کے پلامن علاقوں میں متفرق ہو گئے مسٹر اولیری کے بیان کے مطابق ان یہودیوں میں بنی قریظہ، بنی نضیر اور بنی بہیل کے یہودی شامل تھے۔ یہ رومیوں کے سامنے سے جنوب کی جانب یثرب کی طرف بھاگے اور اسی جانب چلتے گئے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کے ساتھ قیام پذیر ہو گئے جو ان سے پہلے حجاز میں مقیم تھے۔

مسٹر اولیری، الاغانی کے مولف اصبہانی کے قول کے ساتھ اتفاق کرتا ہے یا اس نے یہ بات اس سے نقل کی ہے۔

اصبہانی نے اپنی کتاب الاغانی جلد ۱۹ صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ مکتبہ دارالاحیاء میں لکھا ہے کہ ”جب رومی شام میں بنی اسرائیل پر غالب آ گئے اور انہیں سزائیں

دیں تو بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو بہیل ان سے بھاگ کر حجاز چلے گئے“

یہ جھگڑے یہودی، جب یثرب کے علاقہ میں پہنچے تو انخابہ، مقام پرفوکش ہوئے انہوں نے اس وبائے پایا تو وہاں قیام پذیر ہونا ناپسند کیا اچھی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو رہائش کے مناسب حال، صاف ہوا، عمدہ زمین والی جگہ تلاش کرنے کیلئے بھیجا

۱۔ تاریخ العرب قبل الاسلام جلد ۴ ص ۱۷۱

۲۔ انخابہ، مدینہ کے شمال میں کئی میل پر ایک جگہ ہے۔

وہ بچہ تلاش کرتے کرتے منطقہ عالیہ تنک جا پہنچا یعنی بلحان اور ہنزہ تنک جو حرم کی دروازا ہیں۔ جو نوشکوار زمین کے ٹیلوں پر واقع ہیں، جہاں میٹھے پانی ہیں۔ جو بہت اچھے درخت اگاتے ہیں۔

پس اُس شخص نے الغابۃ "واپس پہنچ کر اپنی قوم کو تو کچھ دیکھا تھا بتایا تو انہوں نے اس علاقہ میں قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔ پس بنو نفیر اور ان کے ہمراہی، بلحان میں فروکش ہو گئے۔ اور بنو قریظہ، بنو ہمدل اور ان کے ساتھی ہنزہ میں ٹھہر گئے۔ پس اس کی بلند اور بہت اور چشموں اور بارشوں سے سیراب ہونے والی زمین ان کی ملکیت ہو گئی۔

اوس اور خزرج کی آمد سے قبل، یہودی، یثرب میں غیر یہودی عرب قبائل کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے جن میں بنی قبیلہ بنو الحمران اور بنی قبیلہ بنو مرثد اور بنو نیف اور بنو سلیم اور بھڑ بنو لحرث بن ہشہ کا قبیلہ بنو معاویہ اور غسانی قبیلہ بنو الشیطیہ شامل ہیں یثرب میں یہودی تاریخ کے ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

قسم اول :- یہ قسم اسلام سے پہلے کی ہے۔ اس قسم میں یہودیوں پر مورخانے گزے ہیں۔

ا۔ یثرب کے علاقہ میں مطلقاً نہ آمریت کا زمانہ۔

ب۔ شکست خوردگی اور کمزوری کا زمانہ۔

پہلے دور کا آغاز یہودیوں کے ارض یثرب میں فروکش ہونے پر ہوتا ہے۔ مؤرخین کے بیان کے مطابق یہ دور ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک رہا ہے۔

اور کمزوری کا دور مارب مین سے اوس اور خزرج کے یثرب کی طرف ہجرت کرنے سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہ میلادی پہلی صدی کے اوائل کا زمانہ ہے۔

یہودی بارہ سو سال تک
یہودی کی بے بسی اور یثرب پر یسائیوں کا حملہ
بلا شرکت غیر یثرب

کے حکمران ہے جس میں وہ عسکری سپاہی اور اقتصادی طور پر استعماری حکم چلاتے رہے۔

حالانکہ اس علاقہ میں بعض عرب بھی قبائل ان کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے۔ یہ قبائل جیسا کہ معلوم ہوتا ہے یہاں کی آمد تک (ضعف و انتشار کا شکار تھے۔ اس لیے یہ یثرب میں یہودیوں کے رہائش اختیار کرنے تک ان سے متعرض ہونے کی سمکت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی انہوں نے ان سے جنگ کرنے کی کوئی کوشش کی ہے۔ جیسا کہ غیر ملکی و خلی لوگوں سے کی جاتی ہے۔ اور ہمارے سامنے ہمارے معاصر موجود ہیں ان میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو یہ بتائے کہ اوس اور خزرج کی آمد سے قبل یہودیوں کو اس علاقے میں کسی مقادیم یا مقابلے کا سامنا کرنا پڑا ہو۔

یہود اسی طرح یثرب کے حکمران بنے رہے۔ یہاں تک کہ میلاد کی پہلی صدی آئی تو اللہ تعالیٰ نے تاریخ کی مشہور کتاب پر تباہ کن سیلاب بھیجا۔ اور وہ منہدم ہو گئی اور سند کے انہدام سے قبل یمن میں یارب کی ملکیت، شرق اوسط کے سب سے سرسبز و شاداب علاقوں میں سے تھی۔ اور اس کے باشندے جزیرہ عرب میں سب سے طاقتور عربی قوت تھے اور سند کے انہدام کے وقت ان کے عظیم بادشاہ کا نام عمرو بن عامر مزینقی تھا جسے تاریخ میں "امام السماء" کا لقب دیا گیا ہے

جب سند منہدم ہو گئی تو یارب کی مملکت کمزور ہو گئی اور اس اور خزرج مدینہ میں |

میں سے تھے جو کہلان بن سباء کے بیٹوں میں سے تھا ان میں سے غسانہ، شام کی طرف چلے گئے اور وہاں کے بادشاہ بن گئے اور نجد، عراق میں فروکش ہو گئے اور لوگ ان کے پیچھے چلے گئے اور انہی میں سے الحیرق کے بادشاہ بنے جو تاریخ میں المتازہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اسی طرح اوس اور خزرج یثرب آکر آباد ہو گئے اور ان کی آمد علاقہ میں یہودیوں کی حکومت کے زوال کی اطلاع گھنٹی تھی۔ ان یہانیوں نے ارض یثرب میں آباد ہوتے ہی یہودیوں کو اس عرض سے تنگ کرنا شروع کر دیا کہ وہ بھی مدینہ کی حکومت اور اس کی عظیم دولت و ثروت میں شریک ہو جائیں۔ لیکن اوس اور خزرج یہودیوں کی سلطوت و قوت کے سامنے عاجز رہے۔ اور مدینہ میں آباد ہونے کے وقت سے ہی نہایت تنگدستی اور فقر و فاقہ کی حالت میں تھے۔ انہیں

کسی قسم کی قوت و طاقت حاصل نہ تھی۔ اور ان کے عرب بھائی (حمان سے پہلے مدینہ کے اصل باشندے تھے) وہ ان سے بھی زیادہ کمزور تھے۔ لہذا اوس اور خزرج نے اسی قحط زدہ زمیں پر قناعت کر لی جو ان کی ملکیت میں تھی۔ اس میں تھوڑی سی کھیتی ہوتی تھی۔ پس وہ تنگ دستی میں رہے اور یہودی حکومت سے شاد کام ہوتے رہے۔ اور سب دولت بھی انہی کے ہاتھوں میں تھی۔

یہ حالت ایک لمبے زمانے تک رہی۔ یہاں تک کہ یہاں یوں نے اپنے غسانہ بھائیوں سے جوشام کے بادشاہ تھے مدد طلب کرنے کے متعلق غزوہ فکر کیا، پس اوس اور خزرج نے اپنے ایک لیڈر مالک بن عملان کو غسانہ کے بادشاہ ابو جبیلہ کے پاس بھیجا۔ اس نے وہاں پہنچ کر ایسے اپنی قوم کی بد حالی اور شرب کے علاقہ میں آباد ہونے والے یہودیوں کا غلبہ اور ان کے دولت و ثروت سے شاد کام ہونے کے متعلق بتایا۔ اور یہودیوں کو نچاد کھانے کے لیے اس سے فوجی مدد طلب کی۔ پس غسانی بادشاہ اپنی فوج کے ساتھ، اپنے غزادوں کی مدد کے لیے شرب گیا۔ اور اس نے یہودیوں پر حملہ کر کے ان کی طاقت کو توڑ پھوڑ دیا۔ یہ ایک طویل واقعہ ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، اس کے بعد غسانی بادشاہ اپنے ملک کی طرف واپس آ گیا۔ اسلام سے قبل عربوں کے ہاتھوں، یہودیوں کے بے بس ہونے کا یہ پہلا واقعہ ہے اس جنگ کے بعد جس میں غسانی بادشاہ نے، یہودی سرداروں اور لیڈروں کی بڑی تعداد کو تباہ کر دیا تھا۔ اوس اور خزرج نے بھی آہ بھری اور وہ بھی یہودیوں کے مد مقابل بن کر ان پر حملے کرنے لگے۔ اور انہیں دھتکارنے لگے۔ حالانکہ پہلے یہ ان سے الجھنے کی بھی جرأت نہیں کرتے تھے۔ اس کے باوجود یہودیوں کی بڑی تعداد کو بڑی قوت و طاقت حاصل تھی۔ یہ یہاں پر حملے کرتے تھے اور انہیں دھتکارتے تھے۔ اس وجہ سے فریقین کے درمیان لمبا عرصہ جنگیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ اوس اور خزرج کے سردار مالک بن عملان نے ایک تدبیر سوچی جس نے یہودیوں کے سرداروں کی ایک بڑی جماعت کو تباہ کر کے رکھ دیا اور اوس اور خزرج نے یہودیوں کو حد سے بڑھ کر قتل کیا لہ

اس طرح یمانیوں (ادس اور خزرج) نے یہودیوں کی قوت و شوکت کو توڑ دیا۔ اور وہ ذلیل ہو گئے اور ان کی بادشاہی جان رہی اور وہ کمزور ہو گئے اور عربوں سے شدید خوف کھانے لگے۔ اور اس وقت تک انہوں نے مدینہ میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی سمکت نہیں پائی۔ جب تک انہوں نے ادس اور خزرج کا حلیف بننا قبول نہیں کیا۔ حتیٰ کہ یہودیوں کا ہر فرقہ، ادس اور خزرج کے کسی قبیلے کی پناہ لے کر عزت حاصل کرتا اور محفوظ ہوتا تھا۔ اس دن سے بنو قریظہ اور بنو نضیر اور ان کے اتباع، ادس کی صفوں میں ہوتے اور بنو نضیر اور ان کے اتباع، خزرج کی صفوں میں ہوتے۔

اس مخالف نے جس میں یہودی، ادس اور خزرج کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یثرب کے علاقے میں یہود کو پسینے کی ضمانت دی اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو عرب قبائل انہیں بالکل تباہ کر دیتے کبھی کبھار یہود پر زیادتی کرنا ادس اور خزرج کے درمیان تباہ کن جنگ کے بھڑکانے کا باعث بھی بن جاتا تھا۔ کیونکہ یہودیوں کا ان قبائل سے حلیفانہ تعلق تھا۔

مشہور تباہ کن جنگ یثرب، جس کی پہلی ادس اور خزرج کے درمیان ظہور اسلام سے تھوڑے عرصہ قبل تک چلتی رہی اس کی وجہ یہ تھی کہ قبائل خزرج نے بنو قریظہ کے یہودیوں کی اراضی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی اور انہیں وہاں سے نکال باہر کیا تھا۔

لے عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ عرب بنی نضیر اور بنی خزرج نے اپنی قوم بنی یاضہ سے کہا کہ تمہارے باپ نے تمہیں بہت بری جگہ پر ٹھہرا دیا اور جنگل کے درمیان آباد کیا ہے۔ خدا کی قسم میں جب تک تمہیں بنی قریظہ اور بنی نضیر کی جگہ پر جو شیخے ہوں اور شاندار گھروں والی ہے آباد نہ کروں اپنا سر نہیں دھوؤں گا۔ پھر اس نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کو انبیا کیا کہ یہاں سے تمہارے گھروں کے درمیان جو جگہ موجود ہے اسے غالی کر دو۔ ہم وہاں سکونت اختیار کریں گے۔ ورنہ ہم تمہارے قیدیوں کو قتل کر دیں گے۔ ان کے پاس ان یہودیوں کے چالیس غلام تھے، انہیں یہودی بے چین اور بے قرار ہو گئے۔ اور سخت ٹھہ گئے اور انہوں نے قبائل خزرج کے بیٹے اپنی اپنی جنگیں چھوڑنے کا ارادہ کر لیا اور ان کے سردار کعب بن اسد نے انہیں زبردستی کی اور ان کے ارادے میں حائل ہو گیا۔ اور ان سے ڈٹ جانے کا مطالبہ کیا اور ان کے حلیف ادس کو پتہ چلا تو وہ قبائل خزرج کے مقابل میں ان کی طرف ہو گیا۔ یہاں تک کہ ادس کے

یثرب میں یہودیوں کے درمیان آپس میں غارتگری ہوئی
یہود کے درمیان خانہ جنگی رہتی تھی۔ قینقاع (جو مدینہ کے یہودیوں میں مسجد بنیاد

شمار تھے) ہمیشہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے خلاف رہتے تھے۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے بعد بنو قینقاع کا محاصرہ کیا اور انہیں مدینہ سے جلا وطن کیا تو بنو قریظہ اور بنو نضیر نے بنو قینقاع کے یہودیوں کی مدد کے لیے ایک باشندے کو بھی حرکت نہیں دی۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ بنو قینقاع کے یہودی مدینہ کے اندر رہتے تھے حالانکہ اس سے قبل وہ اپنے بھائیوں بنو نضیر اور بنو قریظہ کا گھسٹا ملک کے اطراف میں سکونت پذیر تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام سے قبل بنو قینقاع کے یہودیوں اور بنو قریظہ کے درمیان متعدد معرکے ہوئے جس میں بنو قریظہ اور بنو نضیر نے بنو قینقاع کو گرا نذر نقصان پہنچائے۔ جن کے بعد انہوں نے مجبور ہو کر مدینہ کے اندر پناہ لے لی اور اپنے ایک قبیلے کے درمیان قیام پذیر ہو گئے۔

حکومت کھونے کے بعد یہودیوں کی حالت بادجو دیکھ اوس اور خزرج نے یہودیوں کو
 المناک چوٹ لگائی تھی (جس کے بعد یثرب

میں ان کی سیاسی اور ملکی قوت تباہ ہو گئی تھی) پھر بھی وہ وحدت قومی کے سائے میں مضبوطی کی حالت میں رہے جس کا محور یہودی دین تھا۔ اگرچہ ان کی سیاسی اور ملکی قوت ختم رہی تھی پھر بھی (قبائلی تعلقات کے باعث جن کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو طاقتور جنگجو قبائل کے سرداروں

سے تاریخ العرب قبل اسلام جلد نمبر ۶۔

(نقیضہ حاشیہ) کچھ آدمی یہودیوں کے ساتھ ان کے تعلقوں کی مبالغہ سے ناگوار بن کر ان پر جارحیت کرے تو وہ ان کے ساتھ مل کر اس کا دفاع کریں۔ اس طرح یہود اور خزرج کا قبیلہ سا محبوسہ اوس اور خزرج کے درمیان عظیم صلح جنگ پر منتج ہوا جس کی بنیاد کا مشہور معرکہ ہوا جس میں اوس اور اس کے حلیفوں بنو قریظہ اور بنو نضیر کو خزرج پر فتح حاصل ہوئی قریب تھا کہ اوس اپنے خزرج بھائیوں کی جڑ کاٹ دیتا اور ان کے ایک ایک گھر کو گرا دیتا۔ مگر اوس کے ایک بیڑا ابوبکر بن اسلمت نے انہیں اپنے خورجی بھائیوں کے ساتھ اسی سرک میں شکست کے بعد ایسا سلوک کرنے سے روک دیا۔

سے منسلک کیا ہوا تھا) انہوں نے عرب قبائل کے درمیان اپنے اقتصادی نفوذ کو وسعت دی۔ ان کی تمام سرگرمیوں کا مقصد سودے کے اور مختلف قسم کے سامانوں کی تجارت کر کے اپنی دولت کو بڑھانا تھا۔ اور وہ ملک شام سے شراب لانے، بیچنے اور ہنسنے میں بھی مشغول تھے۔

یہود کا مالیاتی مرکز | بدتر میشہ ہی ان کے پاس جا کر اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لاتے اور سودی قرض لیتے تھے جبکہ انہی دولت میں اضافہ ہو گیا یہاں

تک کہ وہ مال کے بادشاہ بن گئے اور مال و ثروت پر قبضہ کے باعث انہوں نے اپنے کھوئے ہوئے اثر و نفوذ کا کچھ حصہ دوبارہ حاصل کر لیا۔ اور وہ اقتصادی اثر و رسوخ سے بہت پرست قبائل کے درمیان جنگیں بھڑکانے لگے (خصوصاً شہرب کے علاقہ میں) یہاں تک کہ ان قبائل کے درمیان کسی قسم کی وحدت رہ گئی کیونکہ یہاں یہودی وجود کے لیے خطرہ تھا۔

اور وہ اپنے اقتصادی نفوذ کو وسعت دینے لگے اور بہت پرست عرب قبائل کو مال سے خریدنے لگے اور وہ مختلف وسائل سے اپنے اس سیاسی اور عسکری تسلط کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگے جس سے وہ اس اور خزرج کے ہاتھوں کھو چکے تھے اور اس اور خزرج کے درمیان قبائلی دشمنیوں کو ہوا دینے لگے اور ان دونوں قبیلوں کی قوت کو کمزور کرنے کے لیے جنگ کی آگ بھڑکانے لگے تاکہ ان یہودیوں کے لیے دوبارہ تسلط حاصل کرنا آسان ہو جائے۔ مگر ان کا یہ مقصد پورا نہ ہوا بلکہ ظہور اسلام تک اس اور خزرج کے تعلق رہے۔ ان یہودیوں کا ہر قبیلہ جاہلیت کے معروف حلیفانہ تعلقات کے باعث اس اور خزرج کے کسی قبیلہ کے ذریعہ اپنی مخالفت کرتا رہا۔ یعنی اور خزرج کے ہاتھوں فوجی شکست کھانے اور تسلط کے گنواؤں کے باوجود علیٰ العموم شہرب میں یہودی ایک طاقتور قوم تھے۔ خصوصاً مالی اور اقتصادی میدان میں، جہاں یہ ظہور اسلام تک ایک طاقتور عنصر تھے۔

یہ یہودی اپنی دولت کے بڑھانے اور اثر و نفوذ کے مضبوط کرنے میں سودی قرض دینے پر بھروسہ کرتے تھے (سودا یہودیوں کے امتیازات میں سے ہے) جو انہیں بیشمار نفع دیتا تھا اور ان بددلوں کے درمیان جو اس ملعون تجارت کو اچھی طرح نہ کر سکتے تھے۔ ممتاز مالدار طبقہ بنا دیتا تھا۔ اسلامی قوانین کے سوا جن میں سودی کاروبار کو حرام قرار دیا گیا ہے جو یہودی اقتصادی طاقت

کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اور کسی تالون نے یہود کے جابرانہ مالی تسلط کا خاتمہ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سودی کاروبار کی حرمت نے شراب اور دیگر عرب ممالک میں یہود کے غلبہ پر تباہ کن ضرب لگائی ہے۔

سودی لینے کے علاوہ یہودی بعض نفع مند مصفتوں میں بھی امتیاز رکھتے ہیں جیسے دھلائی بُنائی اور لوہارا کام کرنے میں، جن سے عرب نفرت کرتے ہیں اور انہیں حقیر پیشے خیال کرتے ہیں اس کے علاوہ وہ دیگر تجارتی کاموں میں بھی محدود درجہ تک سرگرم مل ہیں، اسلام سے قبل شراب کے اکثر باشندے گندم، جو، اور کچی کھجوروں کی تجارت کرتے تھے اور جاہلیت میں شراب کی ذخیروں اندوزی کرنے اور اس کے بیچنے میں مشغور تھے۔ اور خاص طور پر شام سے شراب اور جزیرہ کے مختلف علاقوں میں مختلف قسم کی شراب لانے کے لیے جاتے تھے اور شراب کی فروخت سے انہیں بڑا شمار نفع ہوتا تھا۔ اور مدینہ میں (قرآن میں شراب کی حرمت کے نزول تک) ان کی دکانیں تھیں۔ جہاں پر بہت سے لوگ شراب لینے کے لیے آتے تھے۔ پس اس وجہ سے یہودی شراب کی دولت کا ذخیرہ کر لیتے تھے اور اقتصاد کی طور پر اس کے حاکم بنے بیٹھے تھے اور کوئی شخص مالی نفوذ اور اس کے قاہرانہ تسلط کا اڑکار نہیں کر سکتا۔

یہود خیبر میں | بلانزاع خیبر کا علاقہ (جو مدینہ کے شمال مشرق میں واقع ہے) یہودی دھرم کی موجودگی اور اس دخیل قوم کی کثرت اور اس سرسبز زمینی علاقہ پر یکے بعد دیگرے میں شراب کے مشاہیر ہے۔ اس طرح اس امر میں بھی کوئی نزاع نہیں کہ ان یہودیوں نے خیبر کے علاقے کو آباد کیا تھا اور ظہور اسلام سے صدیوں قبل اس پر قابض ہو گئے تھے۔ مگر کوئی شخص قطعیت کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا کہ یہود خیبر میں کب آئے، کیا میلاد سے پہلے یا بعد اس بائبل میں مصادر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ابن خلدون اپنی تاریخ کبیر (العبر) کی جلد دوم کی قسم اول کے صفحہ نمبر ۱۶۸ پر بیان کرتا ہے کہ خیبر میں یہودی دھرم کی تاریخ وہی ہے جس تاریخ کو یہودی شراب میں آئے تھے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ وہ جنگجو لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے جاز میں اگر علاقہ کو تباہ کیا تھا پھر وہ خیبر میں اس طرح قیام پذیر ہو گئے جیسے ان کے بھائی شراب میں قیام پذیر ہوئے تھے۔

جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد انہیں عمالیک کے ایک قیدی کو قتل نہ کرنے کی وجہ سے شام میں داخل ہونے سے روک دیا اور قسم کھائی کہ وہ انہیں داخل نہیں ہونے دیں گے تو وہ تیار ہو کر حجاز کی طرف پلٹ آئے اور میلاد سے ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے ان علاقہ کی ججگوں پر آباد ہو گئے۔ جنہیں انہوں نے تباہ کیا تھا۔

ابن خلدون کا بیان تو یہ ہے۔ ”مگر ڈاکٹر جواد علی اپنی کتاب ”تاریخ العرب قبل الاسلام“ جلد ۶ ص ۱ پر بیان کرتا ہے کہ خیبر کے یہودی اس نسل سے ہیں (تورات میں مذکور سواروں) جو میلاد بعد از ہیکل اول کی تباہی کے بعد حجاز کی طرف ہجرت کر آئے اور خیبر میں ٹھہر گئے۔

خواہ کوئی صورت بھی ہو یہ بات تمام مورخین کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ خیبر میں یہودی اجنبی اور ذلیل ہیں جو ظہور اسلام سے صدیوں قبل اس علاقے پر قابض ہو گئے اور کھیتی باڑی اور کھجوروں کی کاشت کرنے لگے۔ یہ لوگ طاقتور ججگو تھے۔ انہوں نے اپنے ابتدائی عہد سے خیبر پر اپنا تسلط جمایا۔ یہاں تک کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مسلمانوں کے ہاتھوں اس کا سقوط ہوا۔ کیونکہ بنو نضیر کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف سب سے ظلم و عدوان اور سازشوں کا مرکز بنالیا تھا۔ جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں یہ بیان کر آئے ہیں اور اس کا مفصل تذکرہ ہماری کتاب غزوة بنی نزیلہ میں ہے۔

یہودی خیبر بڑی قوت و طاقت کے حامل تھے اور تاریخ بیان نہیں کرتی کہ خیبر کو کافر بنانے کے طویل عرصے میں ظہور اسلام تک انہوں نے کسی جنگ میں حصہ لیا ہو اس طرح تاریخ یہ بھی بیان نہیں کرتی کہ انکی بئرب کے یہودیوں کی طرح کبھی خانہ جنگی ہوئی ہو، خیبر اپنے مضبوط قلعوں کی وجہ سے مشہور ہے جنہیں یہود نے اپنے تسلط کے زمانے میں بنایا تھا اور ان میں مشہور قلعے سات ہیں۔ قلعہ ناعم، قلعہ نموس، قلعہ شق، قلعہ تطاۃ، قلعہ سلام، قلعہ مطیح اور قلعہ کتیہ۔

جب مسلمانوں نے ہجرت کے نویں سال خیبر کو فتح کیا تو ان تمام قلعوں پر قبضہ کیا اسلام سے پہلے خیبر میں یہودیوں کی تاریخ کے متعلق بھی کچھ بیان کیا جاسکتا ہے جیسا تاریخین جانتے ہیں کہ جب اس تاریخ کا بئرب کے یہودیوں کی تاریخ سے یا یمن میں یہودیوں

کی تاریخ سے یا شعلیہ (منطقہ تیماء) ان کی تاریخ بے موازنہ کیا جائے جہاں السموأل بن عاد یا رتبا
نخاس کا تذکرہ اسلام سے قبل بھی مشہور تھا اور آج کے دن تک مشہور ہے تو اس کی کچھ اہمیت
نہیں رہتی۔

پس خیبر کی تاریخ اسلام کی آمد کے بعد لکھی گئی اور مشہور ہوئی ہے۔ اور اس تاریخ کا آغاز
(جہیلہ تاریخ ہے) یثرب سے جلا وطن کیے جانے والے یہود ان بنی نضیر کی ہجرت سے ہوتا ہے
اور جزیرہ عرب سے یہود کی گئی جلا وطنی حضرت فاروقی عمر بن الخطاب کی خلافت میں ہوئی اسکی
تفصیل غزوہ خیبر میں بیان ہوگی جو ہمارے سلسلہ میں اسلام کے فیصلہ کن معرکے کی پانچویں
کتاب ہے۔

یہود شمال میں | تیسرا علاقہ جسے یہودیوں نے جزیرہ عرب میں اپنا مرکز بنایا وہ
شمال میں چھوٹے چھوٹے قطعات ہیں جو وادی القری سے
اتہائی شمال میں تیماء کے علاقے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور جو وسطی یہودیوں کا مرکز بننے
کی وجہ سے مشہور ہیں وہ وادی القری اور تیماء ہیں۔ یہ دونوں خطے سرسبز و شاداب ہیں۔
جہاں چشمے اور پانی موجود ہے۔

تاریخ میں ہے کہ اسلام سے پہلے ان خطوں میں یہود کی کچھ پریسی جماعتیں رہتی تھیں
لیکن صحیح طور پر ان پریسی جماعتوں کے وجود کی تاریخ معلوم نہیں ہوتی۔ جیسا کہ یثرب
اور خیبر میں یہودیوں کے وجود کی تاریخ کا حال ہے۔ اور جب ان دونوں خطوں میں یہود کی
تاریخ کا (جو اسلام سے قبل کی ہو یا بعد کی) یثرب، خیبر اور یمن کی تاریخ سے موازنہ کیا جائے تو
اس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ خصوصاً وادی القری کے یہودیوں کی تاریخ کے متعلق تاریخ نے
انتہائی ذکر کیا ہے کہ اس خطے میں ان کا وجود پایا جاتا ہے۔

تاریخ نے وادی القری کے یہودیوں (جن کی منازل مدینہ اور خیبر کے درمیان ہیں) کا
ذکر اسلام کی آمد کے بعد کیا ہے اور وہ اس طرح کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر
کے بعد مدینہ لوٹے تو وادی القری سے آپ کا گزر ہوا تو آپ نے یہودیوں کو دعوت اسلام
دی۔ مگر انہوں نے جنگ کی ٹھان لی تو آپ نے صرف ایک دن ان سے جنگ کی۔ اس کے

بعد انہوں نے مذاکرات شروع کیے اور مصالحت کرنی چاہی تو حضور علیہ السلام نے مصالحت کرنی اور آپ نے جس طرح اہل خیبر کو فتح خیبر کے بعد وہاں ٹھہرایا تھا اسی طرح انہیں بھی ان کی زمین، اسواں اور اولاد میں ٹھہرنے کا حق دیا پس وہ اسلام کے زیر سایہ اپنے مالوں اور جانوں کے بارے میں مطمئن ہو کر اور اپنے دین کے بارے میں آزادانہ طور پر زندگی بسر کرتے رہے۔

یتیماء کے یہودی | تیمار (یہ جزیرہ عرب میں انتہائی شمال مغرب میں واقع ہے) وہ اور ہاں کے یہودیوں کی تاریخ بھی خواہ اسلام سے پہلے کی ہو یا بعد کی، گوشہ گنائی میں پڑی ہوئی ہے۔ ہاں اس خطے کی تاریخ کا ذکر وادی القریٰ اور مدینہ کے شمال میں بکھرے ہوئے دوسرے قطعات کے یہودیوں کی تاریخ کے مقابلہ میں بار بار آیا ہے۔

اس کا باعث مشہور یہودی شاعر السواں بن عاریا ہے جو مشہور قلعے کا مالک تھا۔ اور مورخین نے اسلام سے پہلے کی تاریخ میں بار بار اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی طرف فصیح اشعار اور ونائے عہد کو منسوب کیا ہے اس نے اس حد تک عہد کو وفا کیا کہ اپنے بیٹے کو امرؤ القیس کنندی کی ونا کے مقابلے میں ذبح کر دیا جس نے اس کی عہد شکنی سے انکار کر دیا تھا۔ جیسا کہ تاریخ کی بنیادی کتب میں بیان ہوا ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، اگر یہ یہودی شاعر نہ ہوتا تو تاریخ تیمار کے قبل از اسلام یہودیوں کی کوئی قابل ذکر بات محفوظ نہ کرتی۔ اسلام کی آمد کے بعد تیماء کے یہودیوں کی تاریخ میں زیادہ سے زیادہ یہی بات بیان ہوئی ہے۔ کہ وہ صلح پسند تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی جنگ برپا نہیں کی اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ سوچا۔ بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں خیبر کے سقوط اور باشندگان وادی القریٰ کے ہجرت کے نوٹ سال میں اسلام کی اطاعت اختیار کرنے سے ہی اسلامی حکومت پر یقین لانے میں جلدی کی۔ پس انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ نے ان سے مصالحت کر لی اور مسلمانوں نے ان سے ہجرت قبول کر لیا۔ اور وہ اسلامی حکومت کے زیر سایہ اطمینان سے رہنے لگے۔

چھوٹی چھوٹی یہودی پر دسی جماعتیں شمال مغرب میں، تنوک
شمال میں دیگر قطعات

بھری پڑی تھیں۔ مگر تاریخ نے اسلام سے قبل ان پر دسی جماعتوں کے متعلق کوئی اہم بات بیان نہیں کی۔ ہاں بعض مفسرین اور مورخین نے یہ بیان کیا ہے کہ ایلہ کے یہودی وہ ہیں جنہوں نے نسبت کے بارے میں زیادتی کی تھی جیسا کہ قرآن پاک میں بیان ہوا ہے۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ ظہور اسلام کے وقت یہودی پر دسی
طائف اور بحرین میں

اپنی کتاب فتوح البلدان کے مصنف پر بیان کیا ہے کہ طائف میں، یرب اور یمن سے حلاوطن کئے ہوئے یہودی موجود تھے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کو صلے فتح کیا اداس کے تمام عرب باشندوں نے اسلام قبول کر لیا تو یہودی، اسلامی حکومت کو جزیہ دینے کے بعد وہاں اپنے دین پر قائم رہے، بلاذری اپنی مذکورہ کتاب میں بیان کرتے ہیں کہ طائف کے صوبہ میں یہودیوں کی ایک قوم تھی جسے یمن اور یرب سے حلاوطن کیا گیا تھا پس وہ وہاں تجارت کے لیے ٹھہر گئے اور ان پر جزیہ لگا دیا گیا اور ان میں سے بعض سے معذرت معاویہ نے طائف میں مال خریدا۔

سہ ایلہ، "الف" کی زبردستوں کے سکون کے ساتھ ہے۔ بقا علیہما ہے کہ یہ امرامد لاطاع علیہما الامتد و البقاع" میں اسے ایک شہر بیان کیا گیا ہے یہ بحر قزقم کے ساحل پر ایک شہر ہے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ حجاز کے آخر اور شام کے شروع میں ہے۔ اور یہ ان یہودیوں کا شہر ہے جنہوں نے نصبت کے بارے میں زیادتی کی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ شہر ہے جسے آج کل صہونی ایلات کہتے ہیں اور یہ آج کل خلیج عقبہ کے انتہائی شمالی طرف واقع ہے جسے یہودیوں نے دیگر عرب علاقوں کے ساتھ غصب کر لیا ہے قدیم جغرافیہ دانوں کے نزدیک یہ شہر عازنی علاقوں میں شامل ہے۔ جیسا کہ یاقوت نے اپنے معجم میں یقین سے بیان کیا ہے۔

سہ دیکھیے امرامد لاطاع جلد ۱۳۱۔

اسلام سے قبل ہزیرہ عرب میں کسی دوسری جگہ کی نسبت، یمن میں یہود یمن میں

طاقتور تھی۔ اور ایک حمیری بادشاہ کے زمانے میں حکومت کا سرکاری دین بن گئی تھی۔ اگرچہ مورخین اسلام سے قبل یمن یہودیت کے پائے جانے پر متفق ہیں مگر کسی نے قطعی طور پر بیان نہیں کیا کہ اہل یمن کب اور کس تاریخ کو یہودی دین کے حلقہ بگوش ہوئے۔ ہاں دیگر مورخین اور اسلامی مورخین اس پر متفق ہوتے نظر آتے ہیں کہ یمن کے ساتھ یہودیت کا اتصال تباہ اسعد بنی کرب کے زمانے میں ہوا جو یمن کا تیسرا تبع تھا۔ جس نے یثرب میں یہودیت کو قبول کیا پھر اُسے یمن لے آیا اور اپنی قوم کو اس کی دعوت دی اور انہوں نے بلا کراہ اسے قبول کر لیا۔

ان میں مشہور مؤرخ تھیوڈورس (THEODORUS) بھی شامل ہے۔ اور یہ بھی صدی میلادی کے نصف اول میں ہوا ہے۔ اس مؤرخ کا بیان ہے کہ حمیری شروع میں یہودی دین پر تھے۔ یہ لوگ اس دین میں ملکہ سباء کے زمانے میں داخل ہوئے جس کا واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ مشہور ہے کہ آپ نے ملکہ اور ان کو اس دین کی طرف دعوت دی تھی۔ پس جب اس مغربی مؤرخ کا قول درست ہے تو تمام اہل یمن نے اللہ کے دین برحق کو تسلیم کیا تھا نہ کہ یہودیت کے مجروح دین کو، کیونکہ ملکہ سباء حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لائی تھی اور آپ اللہ کے نبی تھے اور حقیقت میں ان کا دین اسلام ہی تھا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ قول ہے جو اس نے مومنین کو ملکہ سباء کے متعلق بیان کیا ہے کہ رب فی ظلت نفسی وأسلمت ہے سلیمان رب العالمین (۱) اے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور میں سلیمان کے ساتھ رب العالمین کی فرمانبرداری کر گئی ہوں۔

اور ملکہ سباء کے زمانے میں یہودیت کے یمن میں داخل ہونے پر کسی شافی دلیل کی عدم موجودگی سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ موسوی دین ارض یمن میں ملکہ سباء کے اثرات

سے داخل ہوا ہو۔ اس بات کو کسی اسلامی مؤرخ نے قطعیت سے بیان نہیں کیا۔ لیکن ایسا ہونا بعید امر نہیں۔

یمن میں یہودیت کیسے داخل ہوئی | اسلامی مؤرخین ابن اسحاق اور طبری کے بیان کے مطابق، اسلام سے قبل یہودی

وجود کو درونانوں میں تقسیم کرنا ممکن ہے۔

۱۔ آمريت اور غلبے کا زمانہ

۲۔ کمزوری اور جلا وطنی کا زمانہ

آمريت اور غلبے کے زمانے کا آغاز یمن کے تبع ثالث کے شیرب میں یہودیت کے حلقہ بگوش ہونے سے ہوتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حمیری بادشاہ نے شمال اور ایران سے (جہاں اس نے جنگوں میں صفحہ لیا اور فتوحات حاصل کیں) یمن کی طرف واپس آتے ہوئے شیرب میں یہودی دین کو قبول کیا اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس بادشاہ نے مدینہ میں بنی قریظہ کے دو عاملوں کے ہاتھ پر یہودیت قبول کی۔ اور ایک واقعہ میں جس کی شرح طویل ہے بیان ہوا ہے کہ یہ حمیری بادشاہ (تبع ثالث تہان اسعدابی کرب) کی طرف اس کے باشندوں کو ایک بدلہ میں ہلاک کرنے کے لیے آیا۔ پس جب بنو قریظہ کے دو عاملوں کو اس امر کی اطلاع ملی تو انہوں نے تبع بادشاہ کے پاس آکر اسے نصیحت کی کہ وہ اہل مدینہ کی ہلاکت کے عزم کو خیر باد کہہ دے۔ انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ ایسا نہ کر۔ اگر تو نے وہی کیا جو تو چاہتا ہے تو تیرے اور اس کے درمیان کوئی چیز حاصل جائے گی۔ اور اس میں تجھ پر جلد سزا نازل ہونے کا خوف دامن گیر ہے اس نے کہا ہاں کیوں ہو گا؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ آخری زمانہ میں قریش سے جو نبی اس حرم میں ظاہر ہو گا یہ اس کی ہجرت گاہ ہے یہ اس کا گھر اور قرار گاہ ہو گا تو وہ اس ارامے سے رُک گیا اور اس نے محسوس کیا کہ ان دونوں کے پاس علم ہے اور اس نے جو باتیں ان سے سنیں انہوں نے اسے حیرت میں ڈال دیا پس وہ ان دونوں کے دین کا متبع ہو گیا اور مدینہ سے واپس چلا گیا۔

اور جب اہل یمن کو اس امر کی اطلاع ملی کہ ان کے بادشاہ نے یہودی دین میں شمولیت اختیار

کر لی ہے تو انہوں نے اس امر کو نہایت بُری طرح محسوس کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ بن میں داخل ہونے لگا تو حمیری قبائل اٹکے اور بن کے درمیان حائل ہو گئے۔ اور کہنے لگے تم بن میں ہمارے پاس نہ آؤ تم نے ہمارے دین کو بھڑوڑ دیا ہے تو اس نے انہیں بتایا کہ اس کا نیا دین ان کے بت پرستانہ دین سے بہتر ہے۔ حمیری بادشاہ اور اس کی قوم کے لیڈروں کے مناقشات اور محادثات کے بعد بن کی تفصیل طویل ہے اس نے اپنا نقطہ نظر سنوایا اور وہ دو یہودی عالم بھی جنہیں وہ یثرب سے اپنے ساتھ بن کی طرف لے گیا تھا اس بحث و مناظرہ میں اس کی مدد کرتے رہے۔ پس اس کی تمام قوم یہودیت میں داخل ہو گئی اور اس دن سے یہ اہل بن کا سرکاری دین بن گیا۔ یہ یہودیت کے بن میں داخل ہونے کا سبب اداً غازی ہے۔

اور بن میں یہودیت کی کمزوری اور اس کے پیروکاروں کی جلا وطنی کے عہد کا آغاز ملک ذوالواس (بنع بن غاص) اور حمیرہ آخری بادشاہ کے انجام سے ہوتا ہے اور یہ وہ بادشاہ ہے جس نے (اصحاب الاخذہ) خندق والوں کو قتل کیا تھا۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں وارد ہے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ بنع خاص (ذوالواس) کو اطلاع ملی کہ نجران میں عیسائیوں کے کچھ لوگ رہتے ہیں۔ پس یہ اپنی فوجیں لے کر ان کی طرف گیا۔ ادا انہیں عیسیٰ بن مریم کے دین کو ترک کرنے اور یہودیت کو قبول کرنے کی دعوت دی اور انہیں اختیار دیا کہ چاہے وہ یہودیت اختیار کر لیں۔ چاہیں تو قتل ہونا پسند کر لیں۔ پس انہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے دین کو چھوڑنے کی بجائے قتل ہونا پسند کر لیا۔ جس سے اس کا عقد بھڑک اٹھا اور اس نے خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ پھر انہیں آگ سے بھر دیا اور انہیں خندقوں کی آگ میں پھینکنے لگا۔ اور اس نے ان میں سے تقریباً بیس ہزار آدمیوں کو قتل کر دیا۔

یہ ذوالواس جس نے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا اس کی طرف قرآن کریم نے ارشاد کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ قتل اصحاب الانف ود النار ذمتہم علیہا فعدوہم علی ما یفعلون بالمومنین شہودہا لقموا فہم اول یؤمنوا باللہ العزیز الحمید

اجہاش کے ہاتھوں تباہہ کی حکومت کا خاتمہ | جب حبش کے بادشاہ کو اس واقع کی اطلاع ملی جو عیروہوں

کے بادشاہ ذوالواس یہودی کے ہاتھوں اس کے نصرانی بھائیوں کو حبش آیا تو اس نے قیصر روم کے ایسا دہر ایک عظیم لشکر تیار کیا جس میں ستر ہزار حبشی جانناز شامل تھے اور اس نے فوج کے سالار کو حکم دیا کہ وہ ذوالواس سے جنگ کرنے کے لیے سمندر عبور کر کے یمن جائیں۔ پس اس نے حکم کی اطاعت کی اور حبیب و دوتوں فوجوں کی مدد سے مصر پہنچی تو ذوالواس کو شکست ہوئی اور اس کا گھوڑا اسے سمندر میں لے کر گھس گیا یہاں تک کہ پانی نے اُسے ڈبو کر مار دیا اور اجہاش کو فتح حاصل ہوئی۔ پس حبشی سلاطین پر قابض ہو گیا اور اسلام سے قبل یمن میں یہ یہودیت کے خاتمے کی ابتدا ہوئی ہے۔ اجہاش نے انہیں سخت سزائیں دیں اور ان کی قوت ختم ہو گئی اور یمن سے یہودیت کا سایہ سکرٹنے لگا۔ اور ان کی اکثریت وہاں سے ہجرت کر گئی اور یمن میں صرف وہی کمزور اور ذلیل لوگ باقی رہ گئے جو قتل ہونے سے پہلے گئے تھے اسلام سے قبل، اجہاش کے قبضہ کے بعد یمن کے یہودیوں پر شدید عذاب اور قتل عام کیا گیا اور انہیں ہلاک کر دیا۔ پھر بھی یہودی پریسی ہما عین صدیوں تک حتیٰ کہ ظہور اسلام تک یمن میں بدو باقی رہے اور یمن میں یہودیوں نے فلسطین کو غصب کر لیا۔ وہ اسرائیل کی طرف ہجرت کر گئے۔

اس امر کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یمنی یہودی اسرائیلی قوم سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ عرب ہیں کیونکہ جو شخص یہودیت کو یمن میں لایا وہ عربی حمیری بادشاہ تھا جس نے اپنی حمیری قوم کو اس دین کی دعوت دی جسے اس نے یثرب میں دو یہودی عالموں کے ذریعے قبول کیا تھا اور ان سب نے اس کی پیروی میں یہودیت کو قبول کر لیا تھا تاریخ سے یہ ثبوت نہیں ملتا کہ اسرائیلی جنگجو بہت بڑی تعداد میں یمن آئے تھے۔ عربی تاریخ صرف یہی بیان کرتی ہے کہ ملک تبہ جس نے یثرب میں یہودیت قبول کی تھی اس کے ساتھ ان دو اسرائیلی عالموں کے سوا، جن کے ذریعے یثرب میں اس نے یہودیت قبول کی تھی اور

کوئی یہودی اس کے ساتھ نہیں آیا، اس لحاظ سے یعنی یہودی علی الاطلاق اسرائیلی یہودی نہ ہوئے جیسا کہ یثرب کا حال ہے بلکہ وہ حمیری عرب ہیں جنہوں نے یہودیت اختیار کر لی تھی اور وہ یثرب اور جزیرہ کے شمالی علاقوں کے یہودیوں سے مختلف قوم ہیں۔

اور یہ کوئی مستعید نہیں کہ جب بعض تباہہ کے ہاتھوں جنہوں نے یہودیت کو قبول کر لیا تھا مین میں یہودیت کو مرکزیت حاصل ہوئی اور وہ ملک کا سرکاری دین بن گئی ہو تو اسرائیلی یہودی بھی شام سے مین آگئے ہوں مگر کسی مورخ نے اس امر کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ مگر ڈاکٹر جواد علی اپنی کتاب ”تاریخ العرب قبل الاسلام“ کی جلد ۱ کے ص ۳۲ پر لکھتا ہے۔

”میرے نزدیک مین میں یہودیت کے دخول کے زمانے کا تعلق اس زمانے سے ہے جب عہد قدیم میں تجارتی، بحری اور بری قافلوں کے ذریعے اس کا تعلق ملک شام سے ہوا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کے واقعہ میں ان تعلقات کی طرف نیز متعدد عوامل کے باعث اس علاقے سے براستہ حجاز یہودی جماعتوں کی ہجرت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جن میں سے ایک عامل تجارت بھی ہے اور باہر کی طرف ہجرت کرنے کا سبب فقط روپیوں کا فلسطین پر تباہی ہو جانا ہی نہیں ہے بلکہ یہودیوں کا آپس میں جھگڑنا بھی ہے۔“

اور اس امر میں مؤرخین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ چھٹی صدی مسیحی کے اوائل میں تبع خاص زولو اس کے قتل اور اجاش کے مین پر قابض ہونے کے بعد یہودیت نے مین میں اپنا کوئی نشان قائم نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ظہور اسلام کے وقت یعنی یہودیوں کی حالت ذکر کے قابل نہ تھی اور یہی حال خاص کر یہودان یثرب کا اور عموماً یہودان شمال کا تھا۔ تاریخ نے یہودان مین کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ حبشین کے ایرانی حکمران نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے اسلام کی جدید حکومت کو قبول کرتے ہوئے اطاعت کا اعلان کر دیا اور مسلمانوں کو جزیرہ دیا۔

یہود و ملکہ میں | جزیرہ عرب میں، اسلام سے قبل یہودی وجود کی یہ مختصر تاریخ ہے اور یہی وہ سربراہی اور ثانوی مقامات ہیں جہاں اسلام سے قبل یہودی مرکزیت تھی۔ ہم نے جن تاریخی محاورہ کو دیکھا ہے ان سے ہمارے علم میں یہ بات

نہیں آئی کہ جزیرہ عرب میں ان مقامات کے سوا، جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہود کے اور بھی مرکزی مقامات تھے۔

بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ اسلام سے قبل، مکہ میں یہودی موجود تھے۔ ان مستشرقین میں یوسفن بھی شامل ہیں لیکن اس خیال کی کسی تاریخ ماخذ سے تائید نہیں ہوتی، خصوصاً اس خاص تاریخ سے جسے انہوں نے اسلام سے پہلے اور بعد کی تاریخ عربی کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اگر اسلام سے پہلے اس کے ظہور کے وقت یہودیوں کا مکہ میں کوئی وجود ہوتا تو مسلمان مؤرخین جن کی کتابیں جزیرہ عرب میں یہودی وجود کی تاریخ کے متعلق اصح ترین ماخذ تصور کی جاتی ہیں وہ اس سے بے خبر نہ رہتے خصوصاً اس لیے کہ غیر اسلامی عناصر میں سے یہودی اسلام کے سب سے شدید دشمن ہیں۔ پس اگر یہ اسلام سے پہلے مکہ میں موجود ہوتے تو مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرنے میں انکا نمایاں کردار ہوتا۔ خصوصاً اس لیے کہ ظہور اسلام کے وقت قریش کو مطلقانہ اختیارات حاصل تھے اور ان کا معارفہ اسلام کے ظہور کے وقت حد درجہ سخت ہوتا تھا۔

عرب میں یہودیت کے اثرات | **جزیرہ عرب میں یہودی وجود کی تاریخ کے نقص کرنے والے بوضاحت معلوم ہو جائے**

گا کہ اگرچہ اسلام سے پہلے جزیرہ عرب میں یہودیت پرستہ صدیوں سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے پھر بھی بستہ پرست اعراق پر جن کے درمیان یہودی طویل صدیوں تک رہے۔ یہودی دین کا کوئی خاص اثر نہیں پڑا، خصوصاً یثرب، خیبر اور دیگر شمالی علاقوں پر جو ظہور اسلام تک یہودیوں کے عظیم گروہ اور مرکز ثقل تھے۔ اور نہ ہی تاریخ میں یہ ذکر ہے کہ خیبر، یثرب اور شمال کے کسی قبیلے یا ایک ہی عرب قبیلے نے یہودیت کو اپنا دین بنایا ہو۔ اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا ہوتا اسلامی

نئی حدیث بنی عامرہ کے متعلق (یہ بی قبیلے سے ہیں) بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حالات سے مجبور ہو کر یہودیوں میں یہودیت کو اختیار کیا تھا۔ البکر نے اپنے ہم کی جلد کے صفحہ ۲۵ پر بیان کیا ہے کہ ان کی پارٹی نے بنی العرب کے متعدد آدمیوں کو قتل کر دیا پھر وہ بھاگ کر یہودی آئے۔ جو اسلام سے پہلے یہودیوں کا قلعہ تھا۔ یہودیوں نے انہیں کہا کہ جب تک تم یہودیت اختیار کر رہے ہو تمہیں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ تو انہوں نے مجبوراً یہودیت قبول کر لی۔

مورخین جنہوں نے قبل از اسلام اور بعد از اسلام جزیرہ عرب کے واقعات کی تاریخ کا اہتمام کیا۔ ہے وہ فرد اس طرف اشارہ کرتے جیسا کہ انہوں نے ان علاقوں کے تمام نواح کے یہودی تاریخ کو بیان کیا ہے۔ بلکہ تاریخ تاکید ایمان کرتی ہے کہ ان علاقوں کے اعراب عموماً بت پرستی پر قائم ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو لایا اور سب اس میں داخل ہو گئے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اعراب میں سے کسی ایک شخص نے بھی علی الاطلاق یہودی دین کو اختیار نہیں کیا۔ مورخین نے ان اعراب کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اس دین کو قبول کیا تھا۔ مگر وہ بہت حقور ہے ہیں۔

یثرب یا خیبر اور شمالی علاقوں میں جہاں یہودی قیام پذیر تھے وہاں کے مجموعی اعراب میں سے ان کی تعداد سو میں سے دو آدمیوں سے زیادہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قبل از اسلام اور بعد از اسلام کے اہم واقعات میں کسی عربی قبیلے کے لیڈر کا نام یہودی لیڈروں کے ناموں کے درمیان نمایاں نہیں ہے۔ یاں کعب بن اشرف طائی کا نام زعمائے یہود میں نمایاں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے عربی قبیلے طئی نے یہودیت اختیار کر لی تھی۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ماں یہودی تھی جسے اس کے باپ نے بنی نضیر سے اپنی زوجیت میں لے لیا تھا تو وہ تربیت کے نتیجہ میں یہودی ہو گیا تھا۔

اور ان علاقوں کے اعراب میں یہودیت کے اثر کی کمزوری اور عدم اشاعت کی ایک یہ دلیل بھی ہے کہ جن اعراب نے یہودیت کو قبول کیا۔ ان کا یہود اور یہودی و جود کی مدد کرنے میں کوئی اشرور سوخ نہ تھا۔ نہ اسلام سے پہلے۔ جب یہودیوں نے منار ب سے ہجرت کی اور اس کے بعد اوس اور خزرج نے انہیں سخت جنگ کا نشانہ بنایا۔ اور نہ اسلام کے بعد جب اسلام اور یہود کے درمیان خیر مسلح اور مسلح جنگ ہوئی۔

سلہ بنی مشز بن مکارہ کے متعلق (یہ بنی قبیلے سے ہیں) بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حالات سے مجبور ہو کر قیام میں یہودیت کو اختیار کیا تھا۔ (البکری نے اپنے معجم کی جلد ۱ کے صفحہ ۲۹ پر بیان کیا ہے کہ ان کی ایک پارٹی نے بنی السرب کے متعدد آدمیوں کو قتل کر دیا تھا پھر وہ جہاں کر قیام میں آ گئے جو اسلام سے پہلے یہود کا قلعہ تھا۔ یہودیوں نے انہیں کہا کہ جب تک تم یہودیت اختیار نہ کرو گے ہم نہیں داخل ہوئے دیں گے تو انہوں نے مجبوراً یہودیت اختیار کر لی۔

معلوم ہوتا ہے کہ دین کے اندر بھی یہودی کی امانیت، وہ امر ہے جس نے بت پرست عربوں کے درمیان ان کے دین کی اشاعت کی رغبت کو کمزور کر دیا ہے یا بالکل ختم کر دیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جن مورخین نے جزیرہ عرب کی تاریخ لکھی ہے ان میں کسی نے بھی کسی ایسی پروپیگنڈا کارروائی کا ذکر نہیں کیا جو یہود کے کاہنوں اور علماء نے طویل صدیوں میں بت پرست عربوں کے درمیان یہودی دین کی نشر و اشاعت کے لیے کی ہو۔ جیسا کہ قبل از اسلام عیسائی علماء کرتے تھے۔ وہ عیسائیت کی تاریخ کی اشاعت کے لیے اعراب کے پاس جاتے تھے جیسا کہ بحران کے علاقہ میں ہوا جو اسلام سے قبل جزیرہ عرب میں عیسائیت کا بڑا گروہ تھا۔ اور دوسروں کے درمیان یہودیت کی اشاعت کے لیے جوش و خروش نہ دکھانے کی عادت ہمیشہ ہی تمام یہودی پارٹیوں کے لازم حال رہی ہے حتیٰ کہ اس وقت تک بھی یہی کیفیت ہے جسے اچھی طرح مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور یہ بات ہمارے خیال کی توثیق ہے کہ یہودیت کا ان عربوں پر کبھی اثر نہیں ہوا۔ جن کے علاقوں میں طویل صدیوں تک دخیل یہودی رہتے تھے۔ اور خصوصاً یثرب، خیبر اور شمال کے علاقہ میں،

یمن میں یہودیت کے اثرات اگر کسی عربی قبیلے یا قوم نے یہودیت قبول کر لی ہو جیسا کہ حمیریوں نے یمن میں کیا تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہودیوں کے علماء یہودیت کی اشاعت کے لیے پروپیگنڈہ کے میدان میں وسیع تر سرگرمیاں دکھاتے تھے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یمن کے قبیلہ تبع ثامث (تہان اسعد) جو بت پرست تھے انہیں کسی غور و فکر کے یہودیت کی اس بات کو قبول کر لیا جو بنی قریظہ کے دو عالموں نے نصیحت کے رنگ میں اس کے سامنے پیش کی تھی کہ وہ مدینہ کو گزند نہ پہنچائیں کہ وہ اسلام کے نبی کا ہیڈ کوارٹر ہو گا۔ ان دنوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کیا جاتا تھا۔ اس نے ان دونوں کی باتوں کو اچھا سمجھا اور یہودیت قبول کر لی پھر وہ خود اس کا داعی بن گئے اور اس نے یمن کی طرف جا کر حمیریوں کو یہودیت کی طرف دعوت دی اور انہوں نے اسے قبول کر لیا۔

پھر مورخین کے اس واقعہ کے اسلوب کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں عالم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جمع دینی پر قائم تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے دوسرے یہودیوں کی طرح اس امر کو مخفی نہیں رکھا کہ ایک عربی بنی مکہ میں ظاہر ہو گا اور مدینہ کی طرف ہجرت کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بنی مین کو انتباہ کیا کہ اگر اس نے مدینہ کو نباہ وبراہ کیا تو اسے اللہ تعالیٰ سزا دے گا۔ پس بنی مین یہودیت کی اشاعت کا واقعہ ایک انفرادی واقعہ ہے جس کی یہودیت کی اشاعت کی تاریخیں کوئی مثال نہیں پائی جاتی اور اس کی ایک دلیل یہ ہے (جیسا کہ ابن اسحاق بیان کرتا ہے) کہ جب یہ دونوں عالم ملک تبیع کے ساتھ مین گئے اور انہوں نے وہاں بت پرستوں کو دیکھا اور انہیں دین توحید کی طرف دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے طوارق کے ساتھ ان کی تائید کی اور انہوں نے بت پرستی چھوڑ دی اور یہ ایک طویل داستان ہے۔

جزیرہ کے یہودی دوسرے یہودیوں کی نظر میں | دوسرے یہودی، جزیرہ کے یہودیوں کو ناراضگی

کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بلکہ وہ انہیں ایک منحرف اور گمراہ جماعت خیال کرتے تھے۔ تاریخ العرب قبل الاسلام جلد ۵ ص ۵ پر ولفسن کی کتاب تاریخ الیہودی فی بلاد العرب ص ۱۳ کے حوالہ سے منقول ہے کہ:-

”جزیرہ عرب کے یہودی، دوسرے یہودیوں سے الگ تھلگ تھے۔

اور دوسرے یہودی انہیں عقیدے میں اپنا ہم نوا نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ

انہیں یہودی ہی نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے موسیٰ قرآنین کی مخالفت

نہیں کی۔ اور نہ ہی تلمود کے احکام کی اطاعت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جزیرہ

عرب کے یہودیوں کے متعلق کوئی واقعہ عبرانی مورخین کے واقعات میں

بیان نہیں ہوا۔“



عرب اور یہودی ثقافت | تاریخ نے مطلقاً اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ جزیرہ کے بن علاقوں پر یہودیوں کا تسلط تھا۔ ان میں عرب یہودی ثقافت سے کچھ بھی متاثر ہوئے ہوں۔ حالانکہ انہیں صدیوں تک یثرب، خیبر اور شمال کے علاقوں میں پورا تسلط حاصل رہا ہے۔ بلکہ جو کچھ ہوا ہے اس کے برعکس ہوا ہے۔ اور یہ یہودی عربی ثقافت سے متاثر ہوئے اور انہوں نے زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ان بہت سے انفرادی خصائص کو ترک کر دیا ہے۔ جن میں وہ ممتاز تھے۔ اند ہر زمانے اور ہر مقام پر ان کی شدید محافظت کرتے تھے۔ پس بجائے اس کے کہ وہ عرب ثقافت کو گچھلا دیتے، عرب ثقافت نے انہیں گچھلا کر دکھ دیا۔ خصوصاً ثنوت، اشعر اور ادب کے میدانوں میں، حتیٰ کہ ... بطون و قبائل بلکہ افراد کے ناموں تک یہودی، اپنی عبرانی، اسرائیلی طبیعت کی حفاظت نہیں کر سکے۔ جیسا کہ اب تک وہ جس طیر ملک میں رہتے ہیں اپنی طبیعت پر رہتے ہیں۔

جزیرہ عرب میں یہودی قبائل و بطون اور افراد کے اکثر نام (خصوصاً یثرب، خیبر اور شمال میں) محض عربی میں اور جزیرہ عرب میں ایک بھی یہودی قبیلہ ایسا نہیں جو اپنا اسرائیلی نام رکھتا ہو۔ سوائے ایک نام کے، اور وہ نام ”زاعورا“ ہے جو یثرب میں ہے۔ جیسا کہ یثرب میں یہودی قبائل کے ناموں میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ہمارے قول کی صحت پر ولایت کرنے کے لیے نام ہی کافی ہیں بلکہ نوبت بایں جاوید کے یہودی علماء اور لیڈروں کے نام بھی اپنے اندر عبرانی جھلک نہیں رکھتے۔ ان تمام علماء اور زعماء کے نام خالص عربی طبیعت کے حامل ہیں جیسے کعب بن اسد، عی بن اخطب، کنانہ بن الربیع، سلام بن حکم، سلام بن ابی الحقیق، ابی عامر، الہب، عبداللہ بن صیفی، عدی بن زید، حارث بن عوف، زبیر بن باطا۔

یہ سب یہودی اسرائیلی ہیں، انکی ایک مورخ نے بھی بیان نہیں کیا کہ وہ عرب تھے اور انہوں نے یہودیت اختیار کر لی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو مورخین اس کی وضاحت کرتے جیسا کہ انہوں نے کعب بن اشرف کے عرب ہونے کو واضح کیا ہے کہ وہ عرب کے طی قبیلہ سے

تعلق رکھتا تھا۔

نصف یمنی طور پر پتہ چلتا ہے کہ اسرائیلی یہودی، عربی ثقافت سے متاثر ہوئے ہیں اور یہ ثقافت تمام میدالوں میں یہودی ثقافت پر غالب آگئی ہے۔ حتیٰ کہ اس زبان پر بھی غالب آگئی ہے جس کے ذریعے ہم آپس میں گفتگو کرتے ہیں نہ کہ عربوں کے ساتھ۔ اور عبرانی زبان، شادی زبان بن گئی ہے۔ کیونکہ وہ ایک تنگ حلقے میں محصور ہو گئی ہے جو صرف ان کے دین کا حلقہ ہے۔ ان کے کاہنوں اور عالموں کے سوا کوئی دوسرا آدمی اُسے اچھی طرح بھی نہیں سکتا اور ان کے عوام صرف عربی جانتے ہیں، تاریک کی کتابوں میں یہ ذکر نہیں پایا جاتا کہ وہ آپس میں عبرانی زبان میں بات کرتے تھے۔ اگر وہ ایسا کرنے تو مؤرخین اس کا ضرور ذکر کرتے۔

یہودیوں کے شعراء | حب عربی ثقافت نے طویل صدیوں میں ان یہودیوں کی ثقافت کو بگھلا دیا۔ اور اس پر غالب آگئی۔ تو وہ اپنی ثقافتی ہستی کو بھول گئے

اور دین کی زبان کے سوا (جو فقط ان کے علماء سے خاص ہے) وہ یہودی ثقافت کو اچھی طرح قائم نہیں رکھ سکے۔ پس فکر و شعر میں بھی ان کی طبیعت، عربی طبیعت سے مختلف نہیں ہوئی عربی ماحول کی ثقافت کے عظیم سمندر نے ان کو نگل لیا ہے۔ ان یہودیوں میں اچھے اچھے شعراء ہوئے ہیں جو اپنی طبیعت اور فصاحت شعری میں عرب کے اصلی اور عظیم شعراء سے مختلف نہیں ہیں۔

السّمؤال بن عادیَا | یہودی کے شعراء میں سے سب سے ممتاز السّمؤال بن عادیَا ہے۔ جس کا شمار مشہور و معروف میں اور وہ تیمار کے یہودیوں میں

سے تھا جو شمالی علاقے میں واقع ہے اور وہ اہلق قلعے کا مالک تھا اور وفاداری میں مشہور ہے اور اس کے اشعار میں سے قصیدہ لامیہ بہت مشہور ہے جس کے بہت سے اشعار ضرب المثل کے طور پر بیان ہوتے ہیں۔

”جب انسان بخل سے اپنی عزت کو داغدار نہ کرے تو وہ جو چادر بھی اوڑھے اُسے خوبصورت لگتی ہے۔ اگر وہ جان پر ظلم برداشت نہ کرے تو حُرّ شاد تک جانے کوئی سبیل نہیں ہے۔ تو ہمیں طعنہ دیتی ہے کہ ہم تعدادیں کم ہیں، ایں نے اُسے کہا کہ تم لوگ حقوڑے ہی ہوتے ہیں

اور ہیں ہماری قلت نے نقصان نہیں دیا۔ اور ہمارے پڑوسی غالب ہیں۔ اور اکثر لوگوں کے پڑوسی ذلیل ہوتے ہیں۔

السموأل کے فصیح اشعار میں سے یہ بھی ہیں۔

اے مجھے ملامت کرنے والی، مجھے ملامت نہ کر میں نے ملامت گزشتہ کے کتنے ہی احکام کو نہیں مانا مجھے جھوٹ دے۔ اگر میں گمراہ ہو گیا ہوں تو تو راہ راست اختیار کر اور اپنے خیال میں میری طرح گمراہ نہ ہو۔ اے ملامت گزشتہ کو نے بہت ملامت کر لی ہے۔ اور اگر میں اس کا جواب دیا کرتا تو آخر تک پہنچ جاتا۔ اور اگر کوئی جوان ملامت گر کی ملامت سے روتا ہے تو میں رو پڑتا۔ اور زرد کھلڑوں والی نے مجھے دعوت وصل دی تو میں نے انکار کر دیا ایلہ السموأل کے پورے بھی فصیح اشعار موجود ہیں۔ مگر ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

السموأل کا بھائی سیعہ | عاد یہ ہے اس کے بہترین اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں۔

اے سعدی کے گھر جو نفیم ٹیلہ کی وسیع جگہ پر ہے تجھے چٹیل میدان اور قدیم جگہ پر گھر ملے۔ ہم نے آواز دی تو گھر نے ہمارے ساتھ بات تک نہ کی۔ اور جب اس سے سوال کیا گیا تو اس کا بھی کوئی جواب نہ تھا۔ میں نے خیال کیا کہ بہار ہونے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ تیری گھبراہٹ سے کیا ہوتا ہے۔ ایک نیل گائے وہاں ٹھہری ہوئی ہے اور ہنٹریا کی راکھ اور کوئلوں کی وجہ سے خاموش ہے۔

اور سیعہ بن عریض یہودی کے شاندار اشعار میں سے یہ بھی ہیں۔

”جب عشق کے اسباب امد پڑتے ہیں۔ اور سننے والا، بولنے والے کو خاموش کر دیتا ہے اور لوگوں کی عقلیں عاجز ہو جاتی ہیں تو ہم عادلانہ فیصلہ کرتے ہیں۔ ہم حق کو باطل بنانے اور حق کو چھوڑ کر باطل پر اصرار نہیں کرتے۔ ہم اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ ہماری

عقلوں کو ہلکا قرار دیا جب اے ادرہم گناہم شخص کے ساتھ زمانے کو بھی گناہم کر دیں۔
پھر کہتا ہے،

”جب میرا مال گم ہو گیا اور مصائب نے مجھے برباد کر دیا تو میں نے دیکھا کہ میرے دوست مجھے چھوڑ گئے۔ اور جب میں مالدار ہو گیا اور میرا مال مجھے واپس مل گیا تو میرا باپ نہ ہے وہ مجھ سے بات چیت کرنے لگے۔“

اشرب کے بہترین یہودی شاعروں میں سے اس بن دین تھا جو **اوس بن دین القرظی** بنی قریظہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں۔

”میرے دل تو ذینب کو کب تک یاد کرتا رہے گا۔ اس پیاری کا وصل بہت مشکل ہے وہ منتقش باغ جسے موسم بہار کا بادل سیراب کرے۔ اور اس کے ارد گرد خوشگنڈ مین ہو۔ اس سے یہ بات زیادہ لذت دار ہے کہ وہ ہیں کہے کہ لھوڑا چلو قافلہ منے والا ہے۔“
مندرجہ ذیل اشعار اس نے اس وقت کہے جب اس کی بیوی نے اسلام لانے کے بعد اُسے دعوت اسلام دی تو اس نے کہا۔

”میں جب اس سے ملا تو اس نے مجھے دعوت اسلام دی، میں نے اُسے کہا بلکہ تو یہودی ہو جا، ہم موسیٰ کی تواریات اور اس کے دین پر قائم ہیں۔ اور میری زندگی کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بھی کیا ہی اچھا ہے۔ ہم دونوں کو معلوم ہے کہ رسالت اس کا دین ہے۔ اور جو ہدایت کے دروازوں تک پہنچا جائے وہ ہدایت پا جاتا ہے۔“

بنی یہودی شعراء میں سے ایک ابوالاناد ہے وہ کہتا ہے،
ابوالاناد یہودی ”کیا تو اس گھر کو جانتا ہے جس کے رہنے والے جوڑا مستوی اور خم کی طرف چلے گئے ہیں۔ وہ گھر ایک خوش طبیعت اور خوبصورت عورت کا ہے۔ اس کے دانت ایسے ہیں کہ جب وہ ہنستی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جھے ہوئے اڑے ہیں۔ ہاتھ اس سرگردان اور حریص اور قیدی کے دل کا کون پرسانِ حال ہے۔ جو اس کے کھوینے سے تباہ ہو گیا میں اسے

وحدت کا رہتا ہوں۔ اور وہ وہاں سے جانے والی نہیں ہے اور میری آنکھ بے خواب ہے۔ وہ آہستگی سے یوں چلتی ہے جیسے کمزور اور میرت زدہ آدمی بلندی پر چلتا ہے۔

سارہ قرظیہ | بہترین یہودی شاعرات میں سے سارہ قرظیہ بھی ہے۔ اس کے بہت سے فصیح اشعار ہیں جب ابو عبیدہ غسانی بادشاہ نے ان پر حملہ کیا جس کا ذکر پہلے بیان ہو چکا ہے تو اس نے اپنی قوم بنو قریظہ کا سر ٹیہ کہا۔

”میری جان ان لوگوں پر فدا ہو جنہیں ذی حرض میں کسی چیز نے کام بد دیا اُسے سہوائیں مٹا دی ہیں۔ خنزریوں کی تلواریں اور نیزوں نے جو قریظہ کے جوانوں کو تباہ کر دیا۔ ہم مصیبت میں پڑ گئے اور وہ مصیبت بہت بڑی تھی۔ وہاں کے باشندوں کو غاصب پانی بھی کھڑوا لگتا تھا۔ اور اگر وہ اپنے معاملے کو بڑھاتے تو ان کی حفاظت میں جوارشکر جھولانی کرتے۔“

یہودیوں میں اور بھی اچھے شاعر ہوئے ہیں جن کا تذکرہ الجمعۃ لے طبقات الشعراء میں کیا ہے۔ ابو حیان، دوستی اور دوست کے متعلق اور یحسری ان میں سے یہادری کے متعلق اشعار کہتا ہے۔

سبع بن ابی الحقیق، کعب بن اشرف، سرک بن لمران، البوقیس بن رفاعہ، ابوالذریال اور درہم بن زیدان شعراء کے اشعار کے نمونے ہم نے عدم گنجائش کی وجہ سے بیان نہیں کیے۔ کیونکہ ہملا مقصد صرف اتنا ہے کہ یہودی عربی تلفت سے اس حد تک متاثر ہوئے ہیں کہ وہ اپنی ثقافت کو بھول گئے ہیں۔

مکو

فصل دوم

- — جزیرہ عرب میں اسلام کے بعد یہود کی منتشر تاریخ ۔
 - — اسلام کے ظہور کے وقت ان کا موقف ۔
 - — جسیرہ میں یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان سیاسی اور حربی جنگل کے مراحل
- جب حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو یہودی اپنے سیاسی اثر و نفوذ اور مادی تسلط کا بڑا حصہ دوبارہ حاصل کر چکے تھے، کیونکہ اس اور خزرج کے قبائل متفرق ہو چکے تھے اور دونوں نے درمیان طویل صدیوں تک دوسرے عربوں کو بھڑک کر کثرتِ تباہ کن جنگیں ہو چکی تھیں۔“

جب سے پہلی صدی مسیحی میں ہاک بن عبلان کے زمانے میں یہودیوں کی سیاسی اور عسکری قوت اوس اور خزرج کے ہاتھوں پاش پاش ہوئی۔ اس وقت سے یہ یثرب کے علاقے میں از سر نو اپنے نفوذ کو بڑھانے کے لیے مکر و مہمہ کاری کے وسائل سے کام لے رہے تھے تاکہ وہ یثرب کے مکران بن جائیں جیسے کہ وہ اوس اور خزرج کے مکراب سے مدینہ پہنچنے سے قبل حاکم تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یثرب کو اس تسلط سے بچالیا اور وہ اس طرح کہ ان یہودیوں میں خود ہی جھوٹ پڑ گئی۔ اور وہ ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگے۔

اور جب حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ اور آپ نے دعوتِ اسلام دی تو

اس دین سے یہودیوں کا گلا گھٹ گیا اور انہوں نے اس کی عداوت کی ٹھان لی کیونکہ وہ اس کی اشاعت میں اپنے توسیعی عزائم کی موت اور اپنے اس سیاسی اور مالی تسلط کے سامنے کو سکتا تھا اور دیکھتے غصہ و خروش کے علاقے کو نئے سرے سے اپنے پیروں تلے سمیٹ رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اول ساعت سے ہی اس دین کا مقابلہ کرنے لگے اور اس کے حامل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی مداخلت کے بارے میں شکوک پھیلانے لگے۔ حالانکہ ان یہودیوں کے بیٹے اور خھوٹا ان کے علماء اور عظیم دانشوروں کے لیے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اچانک نہیں تھا۔ یہ یہودی اپنی تورات کی روش سے جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب عربوں سے مکہ کی جانب ایک بنی کو مبعوث کرے گا۔ اور ظہور اسلام سے قبل مدارس و معابد میں اپنے بچوں کو اس بنی منتظر کی آمد کی بیشن گوئی کی تلقین کیا کرتے تھے جو ان کے ہاں تورات میں لکھی ہوئی تھی۔ بلکہ یہ یہودی حضرت بنی علیہ السلام کے ظہور سے قبل مدینہ کے باشندوں کو اعلانیتہ کہتے بلکہ انہیں ڈراتے۔ خصوصاً جب وہ انہیں اذیت دیتے۔ کہ عنقریب ایک بنی مبعوث ہوگا۔ اور وہ اس کے ساتھ ہو کر ان سے انتقام لیں گے اور وہ اپنے بدلے اس پر ایمان لا کر اور اس کی اتباع کریں گے لیکن جب حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ یہ یہودی آپ پر ایمان لانے کی بجائے۔ حالانکہ انہیں معلوم ہوا تھا کہ یہ وہی بنی ہے جس کی وہ بشارت دیا کرتے تھے۔ آپ کے دشمن اور سرکشی اور حسد سے آپ کی دعوت کے شدید ترین مکذب بن گئے ہیں یہ بد بخت بن گئے۔ اور دوسرے اہل مدینہ جو ان سے بار بار اس بنی کے ظہور کی بشارت سنا کرتے تھے وہ سعادت مند بن گئے۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھے عامر بن عمر بن قتادہ نے اپنی قوم کے آدمیوں کے حوالہ سے بتایا وہ کہتے تھے کہ ہم یہودیوں کے آدمیوں سے جو باتیں سنا کرتے تھے ان کی وجہ سے ہم اللہ کی رحمت سے ایمان لائے اور اس نے ہمیں ہدایت دی۔ حالانکہ ہم مشرک اور بت پرست تھے اور اہل کتاب کے پاس جو علم تھا وہ ہمارے پاس نہ تھا۔ اور پھر یہی پہلے آدمی ان کے درمیان جلیں ہوتی تھے جسے پس جب ہم انہیں کئی تکلیف دیتے تو وہ ہمیں کہتے کہ اب بنی کے مبعوث ہونے کا زمانہ قریب آ گیا ہے ہم اس کے ساتھ ہو کر تمہیں عاف اور آرام کی طرح قتل کریں گے۔ اور یہ بات ہم ان سے سنا کرتے تھے پس جب اللہ تعالیٰ

نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور آپ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو ہم نے اُسے قبول کر لیا۔ اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ اس نبی سے ہیں جو دیا کرتے تھے پس ہم آپ پر جلد ایمان لائے اور انہوں نے آپ کا انکار کر دیا اور ان کے باسے اور ہمارے باسے میں سورہ بقرہ کی یہ آیات نازل ہوئیں ہیں۔

وَلَا جَاهِلِيَّةَ لَكُمْ دِينُ اللَّهِ مَعْدُوقٌ لِمَا عَصَوْا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ

حضرت محمد صلی علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق یہودیوں کی باتیں

سند سے سلمہ بن سلمہ بن وقش (یہ اصحاب بدر میں سے تھے) سے بیان کیا ہے کہ بنی عبد الاشمل میں ایک یہودی ہمارا پڑوسی تھا۔ ایک دن وہ اپنے گھر سے ہمارے پاس آیا اور بنی عبد الاشمل کو دیکھنے لگا۔ سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان دنوں ان سب سے نو عمر تھا۔ مجھ پر ایک چادر تھی۔ اور میں اپنے گھر کے صحن میں اُسے لے کر لیٹا ہوا تھا، پس اس نے قیامت، بعثت، حساب، میزان اور حنث و فسخ کا ذکر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس نے کہا کہ یہ سب باتیں مشرکوں اور بت پرستوں کے لیے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ موت کے بعد کوئی بعثت ہو نہی والا نہیں۔ انہوں نے اسے کہا تیرا بڑا ہوا، کیا تیرے خیال میں یہ سب کچھ ہونے والا ہے اور لوگ موت کے بعد ایسے گھر سے اٹھائے جائیں گے۔ جس میں جنت اور دوزخ ہو گا۔ اور اس میں انہیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ اس نے کہا۔ ہاں، اور اس پر قسم کھائی جاسکتی ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اس گھر میں اس کے حصے میں آگ کا سب سے بڑا تمورا آئے جسے وہ گرم کریں گے۔ پھر اس میں داخل ہوں گے۔ اور اس غرض سے اس کی لپائی کریں گے کہ کل وہ اس آگ سے نجات پا جائیں گے۔ انہوں نے اُسے کہا تیرا بڑا ہوا اس کی علامت کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ان علاقوں میں ایک بنی مبعوث ہو گا اور اس نے اپنے ہاتھ سے سکھ اور یمن کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے کہا تو اُسے کب دیکھے گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے میری طرف دیکھا۔ اور میں سب سے نو عمر تھا۔ اور کہنے لگا۔ اگر اس لڑکے کی عمر نے وفا کی تو یہ اُسے پائے گا۔

سلسلہ بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ قسم ابھی نیا دھڑ نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور وہ یہودی عالم ہمارے درمیان زندہ تھا۔ پس ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور اس نے ہمدردی سرکشی کرتے ہوئے آپ کا انکار کر دیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اُسے کہا نیز اڑا ہو کیا تو نے ہمیں آپ کے پاس سے یہ باتیں نہیں بتائی تھیں، اس نے کہا ہاں، لیکن یہ وہ نہیں ہے۔

ہمدردانکار اور سرکشی نے ان یہودیوں کی اکثریت کو اس حق سے انکار کرنے پر آمادہ کر دیا جسے وہ جانتے تھے۔ حالانکہ امانتِ علم ان سے یہ تقاضہ کرتی تھی کہ وہ اس کا حق کا اعلان کریں اور اس کے مددگار بن جائیں۔ ان میں سے کچھ آدمیوں نے جن کو اللہ تعالیٰ نے روشن بصیرت عطا کی تھی۔ اس حق کی اتباع میں جلدی کی جسے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرائے تھے۔ اور ان کی یہ جلد بازی بھی ان باتوں کی رہی منت تھی جسے وہ ان کے علماء سے سنتے تھے کہ اس بنی کی کی آمد قریب ہے۔ نیز انہیں وہ صفات بھی یاد تھیں جو علماء بیان کیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے ان صفات کو بوث کے وقت آپ پر منطبق پایا۔

اب ہم ان یہودیوں سے جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور وہ اسلام لائے۔ ایک سے یہ بات سنتے ہیں یہ سابق یہودی بنو قریظہ کا ایک شیخ تھا۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق اس نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے بیان کیا کہ بچا کیا آپ کو ثعلبہ بن سیدہ، اُسید بن سیدہ کے اسلام کے متعلق معلوم ہے۔ یہ بنی ہمدل کی ایک جماعت تھی جو بنو قریظہ کے بھائی تھے۔ یہ جاہلیت میں ان کے ساتھ تھے پھر اسلام میں بھی ان کے سردار تھے، وہ کہتا ہے۔ میں نے کہا۔ خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ شامی یہودیوں میں سے ایک آدمی کو ابن ابیہان کہتے تھے وہ اسلام سے چند مال قبل ہمارے پاس آیا اور ہمارے پاس ٹھہر گیا۔ خدا کی قسم ہم نے کبھی کسی آدمی کو جو پانچ نمازیں ادا کرتا ہو اس سے بہتر نہیں دیکھا۔ وہ ہمارے پاس ٹھہرا۔ جب بارش نہ ہوتی ہم اُسے کہتے تھے ابن ابیہان باہر نکل کر ہمارے لیے بارش طلب کر وہ کہتا خدا کی قسم اس وقت تک بارش کی دعا وہ نہیں مانگوں گا جب تک تم میرے سامنے صدقہ نہ لاؤ گے اُسے کہتے کہ صدقہ لائیں وہ کہتا کھجور کا ایک صاع یا جو کے دو مڈا ہم صدقہ لگاتے پھر وہ

ہلے ساتھ سیاہ پتھروں والی زمین پر جا کر ہمارے لیے خدا سے بارش کی دعا مانگتا۔ خدا کی قسم ابھی وہ اپنی جگہ پر ہی ہوتا کہ بادل گزرنے لگتے۔ اور ہم سیراب ہو جاتے اور یہ واقعہ کئی مرتبہ بار بار ہوا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر ہمارے ہاں ہی اس کی موت کا وقت قریب آگیا۔ پس جب اسے معلوم ہو گیا کہ وہ مرنے والا ہے تو اس نے کہا اے گروہ یہود تمہارے خیال میں مجھے شراب اور غیر کی سر زمین سے تنگی اور ٹھوک کی زمین کی طرف کس چیز نے نکالا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا اسے آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس نے کہا کہ اس شہر میں صرف اس لیے آیا تھا کہ میں ایک نبی کے ظہور کا منتظر ہوں جس کی آمد کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ اور یہ شہر (مدینہ) اس کی ہجرت گاہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ مبعوث ہوگا اور میں اس کی اتباع کروں گا۔ اے گروہ یہود اس کا زمانہ تمہارے پاس آیا ہی چاہتا ہے۔ پس اس سے پیچھے نہ رہنا کیونکہ وہ مخالفین کی خونریزی کرنے اور ان کے بیوی بچوں کو قید کرنے کے لیے مبعوث ہوگا۔ پس یہ بات تمہیں اس سے ملنے نہ ہو۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے جو قرآن کا مقررہ کیا تو ان جو ان لوگوں نے جو نو عمر ہی تھے بنو قریظہ سے کہا۔ خدا کی قسم یہ وہی نبی ہے جس کے متعلق انھوں نے تمہیں وصیت کی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا یہ وہ نہیں ہے ان جو ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم اس کی وہی صفات ہیں۔ پس انہوں نے اسلام قبول کر کے اپنے اہل و عیال اور خون کو محفوظ کر لیا۔

یہودیوں باوجود اس یقین کے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور مرسل ہیں۔ اسلام سے تنگدل ہو گئے۔ اور انہوں نے اول ساعت سے ہی حسد اور سرکشی سے آپ کے مقابلہ اور آپ کی تحریک کو ناکام بنانے کے لیے پختہ ارادہ کر لیا۔ میں اپنے ان مؤلفین کا مخالف ہوں جو اپنی بعض تالیفات میں کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا اور نہایت اچھی طرح آپ کا استقبال کیا۔ اور آپ کو محبت کا پیغام دیا۔ اور اس نقطہ نگاہ سے آپ کے قریب ہو گئے کہ آپ بت پرستی کے دشمن ہیں۔ اور ایسے دین کے حامل ہیں جس کا اور موسیٰ علیہ السلام کے دین کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ تاریخ مصائد میں اس خیال کی کوئی تائید نہیں پائی جاتی۔ اور نہ

ہی یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے پر یہ یہودی آپ کے پاس آئے ہوں کسی بناد پر اس بات کو خوشی، محبت اور تکریم کا نام دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ تاریخی کتب سے سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے کہ ان یہودیوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے کا اس قدر غم ہوا کہ قریب تھا کہ ان کی جانیں نکل جائیں۔ انہوں نے سرزمین مدینہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا بڑے عیناد و غضب سے مقابلہ کیا۔ اور اعلان کیا کہ آپ سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور آپ کے بغض پر بیچ و تاب کھائے۔ اور جس وقت سے آپ انصار مدینہ کے ہاں فرزند ہوئے۔ اس کی اول ساعت سے ہی انہوں نے آپ کے اور آپ کے دین کے خلاف تداریکیں۔

یہود نے حق کی معرفت کے بعد اس کا انکار کیسے کیا | پس یہ دو عالم، مدینہ میں یہود کے سب

سے بڑے عالموں میں سے تھے۔ اور ان پر فرض تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے خوش ہوتے اور آپ کو خوش آمدید کہتے اور آپ کی دعوت پر ایمان کا اعلان کرتے۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ یہ وہی نبی ہے جس کے متعلق ان کے ہاں تو رات میں لکھا ہوا موجود ہے۔ یہ دو عالم صحابی بن اخطب اور اس کا بھائی یا سرہاں۔ جی نے بعد میں احزاب کو فتح کیا اور مدینہ میں مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے مختلف عرب قبائل کے دس ہزار جاننازوں کی قیادت کی۔ ان دونوں کے دلوں کو حمد نے تباہ کر دیا۔ اور انہوں نے حضور علیہ السلام کے مدینہ پہنچنے ہی آپ کے خلاف دل میں وہ بغض و کینہ رکھا جو ان کے جیسے خبیث دلوں میں ہی سما سکتا ہے۔ حالانکہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی یہ یقین ہو گیا تھا کہ موعود نبی کے تمام اوصاف آپ پر پوری طرح منطبق ہوتے ہیں۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمر بن حزم نے بتایا کہ مجھے صفیہ بنت جحش بن اخطب نے بتایا کہ میں اپنے باپ اور چچا یا سر کو تمام کچوں سے زیادہ عزیز تھا میں جب کبھی بھی ان دونوں کے کچوں کے ساتھ انہیں ملی انہوں نے مجھے پکڑ لیا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حبیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور قبائلیں بنی عمرو بن عوف کے ہاں

اترے تو میرا باپ اور میرا چچا یا سرمنہ اندر سے آپ کے پاس گئے۔ اور غزوہ آفتاب کے وقت واپس آئے وہ بیان کرتی ہیں کہ دونوں بڑے ٹھکے ماندے سست اور گوتے پڑتے آہستگی سے چل رہے تھے، میں حسبِ عادت ان دونوں کی طرف متناظر نہ گئی۔ مگر خدا کی قسم ان دونوں میں سے علم کے باعث کوئی بھی میری طرف متوجہ نہ ہوا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے چچا یا سر کو مشادہ میرے باپ بھی بن اخطب سے کہہ رہا تھا

کیا یہ وہی بنی ہے؟ اس نے جواب دیا خدا کی قسم وہی ہے۔

اس نے کہا کیا تو اسے پہچانتا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں،

اس نے کہا اس کے بارے میں تیرے دل میں کیا ہے۔ اس نے جواب دیا جب تک زندہ ہوں اس سے عداوت کروں گا۔ اور عملاً بھی یہ طبعیت یہودی (جو اپنے زمانے میں بنی نفیر کا سردار تھا) حضور طیبہ السلام اور آپ کے دین کا بڑا ایک لیچر دشمن رہا۔ اور عمر بھر حضور علیہ السلام کے خلاف وسیع کاری اور سازشیں کرتا رہا۔ اور آپ کے خاتمہ کے لیے سرگرم عمل رہا۔

اس نے مدینہ میں اقامت کے دوران اپنی قوم کے اتفاق سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے ایک سازش تیار کی اور قبل از وقوع اس سازش کا انکشاف مدینہ سے بنی نفیر کے یہودیوں کی جلا وطنی کا سب سے بڑا سبب بن گیا۔

اور غزوہ احزاب جس سے اسلام کی ہستی ہی نیست و نابود ہو چکی تھی۔ یہ ہی اس شریر یہودی اور اس جیسے زعمائے یہود کی کوششوں کا نتیجہ تھا جو وفود کی شکل میں مختلف قبائل کے بدوؤں کے خیموں میں فوجوں کو اکٹھا کرنے کے لیے گھومتے پھرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو ان کے دار الخلافہ مدینہ میں تباہ و برباد کر کے رکھ دیں۔ ان مساعی کے نتیجہ میں احزاب کا ٹوٹنا کمزور نہ رہا جو خدا کے فضل و کرم سے احزاب کی پسپائی پر ختم ہوا۔ اور حیی بن اخطب نے آپ سے غداری کے لیے اپنے سر کی قیمت پیش کی جس کی وجہ سے بنو قریظہ کے غداروں میں سے نوسو جانباذوں کے ساتھ مدینہ میں حیی بن اخطب کے بارے میں قتل کا حکم نافذ ہوا جیسا کہ ہم عنقریب اس بات کو مفصل طور پر بیان کریں گے۔

اسلام سے یہودیت کا مقابلہ | جب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں فرکش ہوئے تھے اس کی اولیٰ ساعت سے ہی یہودیوں نے اسلام سے مقابلہ شروع کر دیا تھا اور وہ اس کے خلاف جھوٹی افواہیں اڑاتے اور اس کے متعلق شکوک و شبہات کی اشاعت کرتے تاکہ لوگ اسلام سے متنفر ہو جائیں اور پیغمبر اسلام کے قریب نہ آئیں۔ شروع شروع میں یہ مقابلہ ناجائز سوالوں کی شکل میں ہوا جنہیں یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدمت میں پیش کر کے آپ کو تکلیف دیتے تاکہ اس طرح وہ آپ کی دعوت کی صداقت کے بارے میں شک اور ہچمیدگی پیدا کر دیں۔ اس سے ان کا مقصد لوگوں میں تشکیک پیدا کرنا تھا تاکہ وہ آپ کو قبول نہ کریں بلکہ آپ کی بات ہی نہ سنیں۔

ان یہودیوں کو اسلام کے خلاف سازشوں اور اس کی دعوت کے دھماکے کو دیکھنے کی حرص نے یہاں تک پہنچا دیا کہ انہوں نے آپ کے مقابلے کے بیٹے اور آپ کے پاس رہنے والوں کو پرانگہ کرنے کے لیے ایک مضبوط منصوبہ بندی کی۔ اس یہودی منصوبے کے مطابق ان میں سے بعض لوگ بظاہر اسلام میں داخل ہو گئے حالانکہ باطن میں وہ کفر و جہاد تھے۔ تاکہ وہ آدادی کے ساتھ نہایت آسانی سے جن لوگوں کو اسلام سے باہر نکال سکتے تھے انہیں باہر نکالنے کا کام کریں۔ پھر یہ مقابلہ بڑھتے بڑھتے دعوت اسلامی کے پیڑھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل تک پہنچا اور دعوت اسلامی کی مقاومت بنوک شمیر کی گئی۔ جیسا کہ معرکہ بدر کے بعد بنو قریظہ نے اور معرکہ احد کے بعد بنو قریظہ نے کیا۔

یہود کی تشکیک و تبلیہ کے نمونے | شروع شروع میں یہودی معین و افتاح سے لوگوں کے دلوں میں حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں شک پیدا کرنے کے لیے فائدہ حاصل کرتے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اوفیتی گم ہو گئی اور بعض صحابہ اس کی تلاش میں نکلے تو زید بن اللصیت (جو یہودی تھا اور بظاہر اسلام قبول کر چکا تھا) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی نبوت سے تمسخر کرتے ہوئے کہنے لگا۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے کہ اس کے

پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ حالانکہ اُسے اتنا بھی پتہ نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے۔ اس سے اس کا مقصد اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے لوگوں کے دلوں سے یقین ختم کرنا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس یہودی کی بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا ایک کھنے والے نے کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں حالانکہ اُسے یہ بھی پتہ نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے! خدا کی قسم میں وہی بات جانتا ہوں جو میرا خدا مجھے بتاتا ہے اور اب اللہ نے مجھے بتا دیا ہے اور وہ اس کھاتی میں ہے اور اس کی نگاہ ایک درخت میں اٹک گئی ہے۔ پس کچھ مسلمان وہاں گئے تو انہوں نے اُسے وہاں پر اسی حالت میں پایا جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ اور اسلام کا بارہ اوٹھنے والے اس یہودی کے تسمیر کا نتیجہ اس کی خواہش کے برخلاف نکلا۔ اور لوگوں کا اپنے نبی کے صدق پر ایمان بڑھ گیا۔

یہود اور شام سے قبلہ کا پھرتا | جب قبلہ شام سے مکہ کی طرف پھیر دیا گیا تو یہودیوں نے اس واقعہ سے بھی فائدہ اٹھانا چاہا اور وہ غیبتِ شام

گالیاں دینے لگے۔ جن کا مقصد دینِ جدید سے لوگوں کے ایمان کو کمزور کرنا تھا۔ بلکہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنہ میں ڈالنا تھا تاکہ آپ اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کر دیں۔ ان کے لیڈروں کی ایک پارٹی آپ کے پاس آئی جس میں رفاعہ بن قیس، قروم بن عمرو،

سلہ ذرا غور فرمائیے، ایسے مناظرہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیع ادب ان گوارہ اور محبئی انہوائیں اڑانے والوں کے ساتھ کسی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ اسلام کا بارہ اوٹھتے دہانے اس یہودی کے طعن کو ٹھکرا آپ نے دشمن چھایا اور نہ آپ وقار اور اعتدال کی حدود سے باہر ہوئے۔ حالانکہ یہ طعن آپ کی نبوت کے صدق کے بارے میں تھا اور نہ ہی آپ نے اُسے گرفتار کرنے یا قید کرنے کا حکم دیا۔ بلکہ اس کا نام تک نہیں لیا صرف اتنا کہ ایک کھنے والے نے کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں آپ کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔

یہ آپ کی کس قدر بلند مقامی ہے تمام ادب اس کے مقابلے میں بچہ ہیں خلاقانہ نے آپ کے بارے میں پکا (یا بسبب)۔ وانک علی خلق عظیم۔ ہم سلم جو الزام کے سامنے ادبِ نبوی کی شاندار مثالیں اس لیے پیش کرتے ہیں تاکہ وہ اس زندگی میں ان کے لیے ہر راہ ہوں۔

کعب بن اشرف اور کنانہ بن الربیع و غیرہ شامل تھے۔ اور کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جس قبلہ پر قائم تھے اس سے آپ کو کس نے پھیرا ہے۔ حالانکہ آپ اپنے خیال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین پر قائم ہیں، آپ جس قبلہ پر تھے اس کی طرف ہلٹ آئیے ہم آپ کی اتباع و تصدیق کریں گے۔ اس سے ان کا مقصد آپ کو اپنے دین کے بارے میں فتنہ میں ڈالنا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی جواب نہ دیا تو ان کی خبیث دشمنی اور بڑھ چڑھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَدَهُمْ مِنْ قَبْلِهِمْ الْوَحْيَ كَالَّذِي عَلَيْهِمُ..... وَانَّهُ يُلْقِي
مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونُ مِنَ الْمُسْتَوِينَ

یہ یہودی سوالوں کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے کے لیے سرورِ ہر کی تزاہیر کرتے اور ان مواقع کی تلاش میں رہتے جن سے انہیں باطل پر مہنوبہ بننے میں مدد ملتی۔

ایک دفعہ انہوں نے کوشش کی کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غفلت کے وقت یہ گواہی حاصل کر لیں کہ وہ نہیں قرآنی کی رُوس سے حق پر ہیں، انہوں نے آپ کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے خیال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین پر ہیں اور ہمارے پاس جو قورات ہے (آپ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کی سچی کتاب ہے آپ نے فرمایا ہاں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں جو میثاق تم سے لیا تھا تم نے اس کا انکار کر دیا ہے اور اس میں نئی باتیں داخل کر دی ہیں اور جن باتوں کا لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ تم انہیں چھپاتے ہو۔ پس میں تمہاری نئی باتوں سے بری ہوں۔ وہ (مغالطہ کی راہنمائی میں) کہنے لگے ہم اس کے پابند ہیں۔ جو تم سے پاس ہے۔ پس ہم حق اور ہدایت پر ہیں، ہم نہ آپ کی اتباع کرتے ہیں اور نہ آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الَّتِي تَمْشِي عَلَى شَيْءٍ مُّقِيمٍ ۝ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۝ وَمَا أَنْزَلْنَاهُ إِلَّا بِحُكْمٍ وَبِإِذْنٍ ۝
كَثِيرٌ مِنْهُمْ مَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنَ الْفُتُونِ ۝ فَتَلَا مَا نَزَلَ مِنْهُمْ لَعَلَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَنْصَرُّونَ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۝

اور کبھی کبھی بد تیزی ان یہودیوں کو یہاں تک پہنچا دیتی کہ وہ لوگوں کو آپ سے اور آپ کے دین سے متفرق کرنے کے لیے آپ کے متعلق مریضاً جھوٹ بول دیتے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس منعقد کی جس میں مدینہ کے یہودی علماء اور نجران کے عیسائی حاضر ہوئے۔ جب آپ نے انہیں دعوت اسلام دی تو ایک یہودی لیڈر نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں جیسے عیسائی عیسے بن مریم کی عبادت کرتے ہیں۔ اس موقع پر نجران کے ایک رہب نے جھجھکی لے لی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سوال کیا... اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ہم سے یہی چاہتے ہیں۔ اور ہمیں اس کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اس امر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں بغیر اللہ کی عبادت کروں یا غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے مبعوث نہیں کیا اور نہ مجھے یہ حکم دیا ہے۔

اور انہوں نے سوالوں کے ذریعے آپ کو دکھ دیتے ہوئے ایک دفعہ لوگوں کو آپ کی دعوت کی صداقت کے متعلق شک میں ڈالنے کے لیے قیامت کے متعلق پوچھا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے رسوا کسی کو کچھ علم نہیں۔ آپ سے جہل بن ابی قیس اور ثوبی بن زید نے سوال کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ اپنے کہنے کے مطابق نبی ہیں تو بتائے قیامت کب قائم ہوگی۔ اس ناجائز سوال کا جواب قرآن کریم نے دیا۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَاعِيَةِ أَيَّامٍ مَّوْسَا هَاقُلْنَا عَلَيْهَا عِنْدَ رَبِّ لَا يَجْلِي لَهَا وَقْتُهَا إِلَّا هَؤُلَاءِ
ان یہودیوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحیثیت مناظرے کیے ہیں جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ عدم جواب کی صورت میں لوگ ان کے پاس سے پرانندہ ہو جائیں گے اور حماقت نے انہیں اس حد تک پہنچا دیا کہ انہوں نے آپ سے ان چیزوں کا مطالبہ کیا جو آپ کے مقدور میں نہیں ہیں تاکہ لوگوں کو اس وہم میں ڈال دیں کہ آپ نبی نہیں ہیں۔ ایک دفعہ یہودی علماء کی ایک پارٹی آپ سے مناظرہ کے لیے آئی، انہوں نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ سچ ہے

کہ آپ جو تعلیم لے کر آئے ہیں یہ سچی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم اسے تورات کی طرح مرتب نہیں کر پاتے ہیں؟

آپ نے انہیں کہا کہ خدا کی قسم تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تم اسے اپنے ہاں تورات میں لکھا ہوا پاتے ہو۔ تو انہوں نے بات بدل کر انرا راہِ مسخرہ آپ سے پوچھا، کیا آپ کو یہ باتیں کوئی انسان یا جن تو نہیں سکھاتا، آپ نے انہیں کہا، خدا کی قسم تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور میں اللہ کا رسول ہوں تم ان باتوں کو اپنے ہاں تورات میں لکھا ہوا پاتے ہو۔ تو انہوں نے دوسری بار دکھانے کے لیے بات بدل کر کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ جب کسی رسول کو بھیجتا ہے تو وہ اس کے لیے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ آپ ہم پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کیجئے جسے ہم پڑھیں اور پہچان لیں۔ وگرنہ ہم تمہارے جیسا کلام لے آئیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیات نازل فرما کر انہیں گونگا کر دیا۔

فَلْيَنْتَظِرُوا أَفْعَالِ الْغَوَّاسِ وَبِأَنفُسِهِمْ
وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایک علمی ادارہ میں جسے بیت المدارس کہا جاتا تھا ان کے ساتھ اکٹھے ہوئے اور آپ نے انہیں اللہ کی طرف رجوع دی تو ان کے علماء میں سے دو عالموں نے آپ سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس دین پر ہیں؟ آپ نے فرمایا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین پر ہوں۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو یہودی تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا میری طرف تورات لاؤ وہ جلائے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ تو ان دونوں نے اس بات سے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

۝الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشِرْكَ ۝
تَوَلَّىٰ قَوِّمٌ مِّنْهُمْ وَهُم مَّعْرُضُونَ ۝

یہود کی ایذا رسانی اور آپ کا درگزر کرنا | رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جدلیاتی جنگ میں یہود نے آپ کے ساتھ ظلم و زیادتی

کروا رکھی اور انہوں نے نفسیاتی طور پر اس حد تک آپ کو دکھ دیا کہ آپ برا فروختہ ہو گئے، اس لیے کہ وہ اپنی وقاحت اور بے حیائی کی وجہ سے آپ سے ناجائز سوالات کرتے تھے جن کا مقصد وہ دینے اور لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے کے سوا کچھ نہ تھا تاکہ وہ آپ سے کنارہ کش ہو جائیں اور آپ کی دعوت میں دلچسپی نہ لیں۔ لہذا آپ نے خدا کی خاطر غصہ ہو کر ان پر حملہ کیا اور ان پر گرفت کی ایک دفعہ ان یہودیوں کا ایک قبیلہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مخلوق کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ کو اس قدر غصہ آیا کہ غم اور گھبراہٹ سے آپ کا رنگ بدل گیا پھر آپ نے خدا کی خاطر غصہ ہو کر ان پر حملہ کیا۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تسلی دی اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ سے نرمی کرو پھر اس ناجائز اور اہم سوال کا جواب آسمان سے نازل ہوا۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

جب آپ نے انہیں یہ سکت قرآنی جواب دیا تو وہ لا پرواہ ہو کر اپنی یادہ گوئی میں بگڑے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتائیے اس کا ہاتھ اور بازو کیسا ہے، تو آپ پہلے سے بھی زیادہ ناراض ہوئے۔ اور آپ نے انہیں شدت غضب سے بچڑایا تو جبریلؑ نے آپ کے پاس آکر آپ کو وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی۔ پھر آپ نے اس ناجائز سوال کا مسکب جواب انہیں سنایا۔ و ما قدرنا الله حق قدره والارض جميعا قبضته يوم القيامة والسموات مطويات بيمينه سبحانه وتعالى عما يشركون ۝

یہود کا کینہ انہیں کفر تک لے گیا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کو **یہود کا خدا کو گالیاں دینا** | لایا دیتے اور قرآن کریم سے تمسخر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ یہودیوں کے بہت الدارس میں آئے (مدینہ میں یہودیوں کی ایک دینی درس گاہ تھی) تو

آپ نے دیکھا کہ ان کے علماء اپنے ہم مذہبوں کو درس دے رہے ہیں ان میں ایک بڑا عالم بھی تھا جسے حضرت ابو بکر صدیق جانتے تھے جس کا نام فحاص تھا، حضرت ابو بکرؓ نے اُسے نرمی سے دعوت الی اللہ کرتے ہوئے کہا اے فحاص تیرا بڑا ہو خدا سے ڈر اور اسلام قبول کر خدا کی قسم تجھے اچھی طرح علم ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ اس کے ہاں سے تھا اے پاس آئے ہیں اور تم تورات اور انجیل میں ان کے متعلق لکھا ہوا پاتے ہو، تو فحاص نے نہایت بے حیائی سے کہا کہ ابو بکر خدا کی قسم ہمیں کوئی محتاجی نہیں اور نہ ہم اس کے حضور عاجزی کرتے ہیں جیسے کہ وہ ہمارے ہاں عاجزی کرتا ہے ہم اس سے بے نیاز ہیں۔ لیکن وہ ہم سے بے نیاز نہیں۔ اور اگر وہ ہم سے بے نیاز ہوتا تو ہم سے ہمارے مال بطور قرض نہ مانگتا۔ جیسا کہ تمہارے نبی کا خیال ہے۔ وہ تمہیں سود سے منع کرتا ہے۔ اور ہمیں سود دیتا ہے۔ اور اگر وہ غنی ہوتا تو ہمیں سود نہ دیتا حضرت ابو بکر صدیقؓ اس غش قول کو سن کر غضب ناک ہو گئے۔ اور آپ نے اس لعنتی عالم کے چہرے پر زوردار تھپڑ مارا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر مجھے اور تمہارے درمیان عہد نہ ہوتا تو اے دشمن خدا میں تیرا سر قلم کر دیتا۔

یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان چونکہ عہد قائم تھا اس لیے فحاص نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر حضرت ابو بکرؓ کی شکایت کی۔ آپ نے تحقیق کی اور حضرت صدیق نے بھی جو کچھ کیا تھا اس کا انکار نہ کیا اور آپ تک یہودی کی وہ گفتگو بھی پہنچائی جس کی وجہ سے آپ نے اسے قہر طرا ہوا تھا۔ تو یہودی نے انکار کیا کہ میں نے بالکل یہ بات نہیں کہی کہ اللہ فقیر ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فحاص کی تردید اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تصدیق کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر ونحن انفسا رلہ

یہودیوں نے نبیؐ کی معاشرہ میں، اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق جو شدید اور وسیع جنگ شروع کی ہوئی تھی اس کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ ان میں سے جو شخص اسلام قبول کرتا اس کی تشہیر کرتے اور اُسے ایذا دیتے تاکہ کوئی شخص متاثر ہو کر اسلام کو قبول نہ کرے۔ جب عبد اللہ بن سلام

(بحران کے ایک عالم تھے) ثعلبہ بن سعید، اسید بن سعید، اسد بن عبید اور دیگر یہودیوں نے اسلام قبول کیا تو یہودی مدینہ میں ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے لگے اور کافر علماء بھی یہودی اور منافق معلقوں میں کہنے لگے کہ ہم میں سے صرف شرابی لوگ ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے اور اس کے متبع بنے ہیں۔ اگر وہ ہمارے اچھے لوگوں میں سے ہوتے تو اپنے آباء کا دین نہ چھوڑتے اور نہ کسی دوسرے دین کی طرف جلتے۔ پس ان کے بائے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لیو اسوا من اهل الکتاب امة قائمة بتلوت آیات اللہ آفانہ الیل وھم یسجدون یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنہ میں ڈالنے کیلئے مسودا بازی کرنا اسی جرات اس حد تک

بڑھ چکی تھی کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی رسالت کے بائے میں مسودا بازی کرنے لگے۔ انہوں نے آپ کو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ اس طرح وہ آپ کے پیروکار بن جائیں گے، ان کے چار علماء نے جن میں کعب بن اسد، ابن مہلوب، عبداللہ بن مسریہ اور شاس بن قیس شامل تھے۔ آپس میں آپ کے بائے میں بحث و مباحثہ کیا تو ایک نے دوسرے سے کہا ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو شاید ہم اُسے اس کے دین کے بائے میں فتنہ میں ڈال سکیں۔ آغودہ ایک بشر ہی تو ہے۔ پس وہ آپ کے پاس آکر کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جانتے ہیں کہ ہم یہودیوں کے علماء، اشراف اور سردار ہیں۔ اگر ہم نے آپکی اتباع کر لی تو یہودی بھی آپ کے متبع بن جائیں گے۔ اور ہماری مخالفت نہیں کریں گے۔ ہمارے اور ہماری قوم کے بعض آدمیوں کے درمیان جھگڑا ہے۔ کیا ہم انہیں آپ کے پاس فیصلہ کے لیے لے آئیں؟ آپ ان کے خلاف ہمارے حق میں فیصلہ دے دیں۔ ہم آپ پر ایمان لاتے اور آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کمزور مسودے بازی کو روک کر انہیں ذلیل کر کے واپس کر دیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس نرم حیلہ بازی کے بائے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

وان ا حکم ینزلہما نزل اللہ ولا تتبع اھواءھم واعدہم ان یفتنوک من بعض ما نزل اللہ ایلک فان تولوا فانا لمد انشا یرید اللہ ان یمصلھم ببعض ذلک لھم وان کثیرا من الناس لفاستعوب لہ

یہود کا قبائل کے درمیان جاہلی روح بیدار کرنے کی کوشش کرنا
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے

آپ پر اقرار کرنے اور آپ کی صداقت کے متعلق لوگوں کو شک میں ڈالنے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ یہودی مقدس بھر آپ کے اوسی اور خزرجی پیروکاروں کے درمیان فتنہ پھیلانے اور ان کی قدیم قبائلی مخالفتوں کو بولنے کے ان کو جاہلی انا کا گھیرنے دوبارہ واپس لانے کی کوشش کرتے تھے اسی بات پر یہودی وجود پشرب میں قائم تھا۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ دعوت اسلامی عربوں کو متحرک کرنے میں ناکام ہو جائے۔ اور جدید نظام کی بنیاد گر جائے۔

ایک دفعہ ایک یہودی عالم شمس بن قیس جو مسلمانوں سے شدید کینہ رکھتا تھا اور بڑا کافر تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوسی اور خزرجی اصحاب کے پاس سے گزرا تو ان کی الفت و محبت دیکھ کر اُسے بہت غصہ آیا، حالانکہ قریب زمانے میں وہ خونریز معرکوں میں ہی ملا کرتے تھے جی میں آدمی مرتے تھے اور ان پر برابر پٹی پڑتی تھی اور یہودیوں کو فائدہ ہوتا تھا۔ اسلام میں ان دونوں قبیلوں کے اجتماع نے اس مجرم یہودی کو غضبناک کر دیا۔ اور اس نے اظہار کیا کہ یہ اجتماع یہودی وجود کے لیے خطرہ ہے۔ کیونکہ عرب علاقے اس میں ذلیل اور پردہ پی قوم کی بقا اور اس اور خزرج کے آپس میں ملنے سے بہت ہی فتنی رہیگا کہ وہ جاہلیت میں ملے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ جب اس یہودی نے صحن اسلام میں اوس اور خزرج کے سرداروں کو آپس میں اکٹھے اور محبت کرتے دیکھا تو کہا کہ بنو قریظہ اس علاقے میں اکٹھے ہو گئے ہیں خدا کی قسم جب ان کے سردار یہاں اکٹھے ہوتے تو ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔ اس موقع پر اس نے ایک یہودی نوجوان کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کے درمیان گھسیں کہ حتی المقدور ان میں فتنہ پروازی کے بیج بوسے تاکہ وہ اختلافات

کریں اور ان کے درمیان نئے سرے سے جاہلیت کی جنگ بھڑک اُٹھے اور دعوت اسلامی کو کمزوری لاحق ہو جائے۔ اور یہودیوں کا پہلو مضبوط ہو جائے۔ اس یہودی عالم نے اس نوجوان سے کہا کہ ان کے پاس جا کر ان کے ساتھ بیٹھ جا پھر اس نے اُسے حکم دیا کہ ان دونوں قبیلوں کی جاہلی تاریخ میں جو سب سے کمزور اور حساس دھچکا ہے اس پر ضرب لگا جس سے ان کے دلوں میں دردناک یاد ابھرے گی۔ اور اس نے خاص طور پر اُسے خزرج کے منقلب حکم دیا کہ ان سے جنگ بجات کے متعلق بات کرے اس روز اس اور خزرج کے درمیان بری طرح تباہ کن جنگ ہوئی تھی۔ قریب تھا کہ اس جنگ میں اس اپنے خزدجی بھائیوں کو تباہ کر دیتا۔ کیونکہ انہیں اس میں ان پر فتح حاصل ہوئی تھی اور یہ اسلام سے تھوڑا عرصہ پہلے کی بات ہے اور یہ اس خانہ جنگی کا آخری المیہ ہے جس کی چکی جاہلیت میں ان دونوں قبیلوں کے درمیان ہمیشہ چلتی رہتی تھی۔

اور مگر اس یہودی نوجوان نے خانہ جنگی کی آگ بھڑکنے میں یہودی کی کامیابی | جو عالم کی خواہش کو عملی جامہ پہنا دیا

اور اس اور خزرج کی مجلس میں شامل ہو گیا اور ان سے باتیں کرنے لگا۔ پھر انہیں یہودیوں کے غصیت اور مکالمہ طریق کے مطابق جنگ بھڑکنے کی طرف لے آیا اور ان میں سے ہر کوئی اپنی اپنی قوم کی بہادری کا ذکر کرنے لگا۔ اور مجلس میں پارٹی بازی اور فتنے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ پس اس یہودی نے جنگ کی آگ کو بھڑکانے کے لیے جنگ بھڑکنے کے فتنے کے کچھ بہادرانہ اور بھڑکانے والے اشعار سناتے شروع کر دیے۔ پس مجلس میں فتنے کی آگ نمایاں ہو گئی اور دونوں قبیلے ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے اور دونوں قبیلوں کے آدمی ایک دوسرے پر نفر کرنے اور حملے کرنے لگے اور بھڑکنا خطرناک ترین صورت اختیار کر گیا۔ اور خزرج کے ایک لیڈر نے چیلنج کرتے ہوئے اس سے کہا اگر تم چاہو تو ہم دونوں قبیلوں کے درمیان خانہ جنگی کے لیے تیار ہو جائیں۔ پس دونوں فریق غضب ناک ہو کر جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور کہنے لگے کہ پھر بے میدان میں دن پڑے گا۔ پھر دونوں قبیلوں میں جنگ کا اعلان ہو گیا۔ اور ہر آدمی اپنے ہتھیار لے کر جنگ کے لیے مقررہ جگہ کی طرف چل پڑا۔

اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ سے نجات ملانا
 حال نہ ہوتی تو قریب تھا کہ

یہودی اپنے خبیث مقاصد کو پالیتے اچانک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ مہاجرین کے ساتھ لبرعت تمام وہاں پہنچے جس جگہ وہ جنگ کے لیے تیار تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ہر قبیلہ ایک طرف اکٹھا ہو رہا ہے تو آپ نے خدا داد حکمت الہی سے اس عظیم فتنہ کی آگ کو بجھا دیا۔ آپ نے دونوں قبیلوں کے درمیان کھڑے ہو کر تقریر کرتے کہا اے گروہ مسلمین اللہ سے ڈرو، میری موجودگی میں جاہلیت کے یہ دعوے؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری اسلام کی طرف راہنمائی کی ہے۔ اور اس سے تمہیں عزت دی ہے اور امر جاہلیت کا تم سے خاتمہ کیا ہے۔ اور کفر سے تمہیں بچایا ہے۔ اور تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی ہے اس موقع پر دونوں ہدایت کی طرف واپس آ گئے۔ اور انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ ایک یہودیہ نہ چال ہے۔ انہوں نے اپنی تلواروں کو نیام میں کر لیا۔ اور نیزوں کو چھکا لیا۔ پھر انہوں نے انابت پڑھا اور گریاں ہو گئے اور دونوں قبیلوں کے آدمی آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے لگے۔

اس طریق سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی فتنہ
یہودی فتنہ کا خاتمہ
 اساعی کو ناکام بنایا اور انہیں ایڑیوں کے بل ناکام واپس کر دیا قریب

تھا کہ ان کی وسیع کاری اور سازش کامیاب ہو جاتی جس کا مقصد مسلمانوں کی وحدت کو پارا پارا کرنا تھا۔

یہودیوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے انتقام لینے کے لیے کوئی کمزور سے کمزور اور چڑتاقتس وسیلہ بھی ترک نہیں کیا جس سے لوگ آپ کے ارد گرد سے تتر بتر ہو جائیں۔ اور آپ کو اکیلا چھوڑ دیں۔ ایک دفعہ ان کے بعض علماء اکٹھے ہوئے جنہیں جیلہ بازی نے ماندہ کر دیا تھا۔ اور اسلام میں عربوں کے زیادہ سے زیادہ دخول نے ان کی نیندیں حرام کر دی تھیں۔ عبداللہ بن صیف اور عدی بن زید اور عاتش بن عوف ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آؤ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب پر نازل ہونے والے کلام

پر صبح کو یحیٰیٰ نے آئیں اور شام کو اس کا انکار کر دیں۔ تاکہ ہم ان کے دین کو ان پر مشتبہ کر دیں شاید وہ بھی ہماری طرح کریں اور اس کے دین سے واپس لوٹ آئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ یا اھل الکتاب لم تلصسون الحق با باطل وتکفون الحق وانتم تعلمون وقالت طائفۃ من اھل الکتاب اھنوا بالذی اُزل علی الذین امنوا وجمع النھار واکفروا واکفروا یعلمہم یوجوبون

یہودیوں کی ایذا رسانی اور دین اسلام سے روکنے کی کوششوں اور ان کے مسلمانوں کی وعدت کو ختم کرنے اور ان کے عہد جدید کے کچھنے کے مقابلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عظیم جہد کا موقف اختیار کیا اس نے یہود کو برا بھلا سمجھنے کو دیا اور وہ اسی ایذا رسانی میں پڑھ گئے۔ اور تدابیر میں اس حد تک جا پہنچے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کر کے نیناز آپ کو اور آپ کے اصحاب کو موت کی بدعا میں دیں گے اور جب کبھی وہ کسی مجلس سے گزرتے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے یہ اسلام علیکم کی بجائے اسام علیکم کہتے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر موت ہو۔ آپ یہ سب کچھ برداشت کرتے پھر آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ جب یہودی تمہیں اسام علیکم کہیں تو تم جواب میں صرف علیکم کہا کرو۔

اور یہودی اپنے انکار میں حد سے بڑھ گئے اور ہر مجلس میں اس بات کا انکار کرنے لگے کہ ان کی کتاب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا ہے اور ان کے تمام علماء اس قسم کی باتوں سے واقف ہی نہیں ہیں۔

ان کے ایک عظیم عالم نے مدینہ کی ایک مجلس عام میں انہیں رسوا کیا اور لوگوں کے سامنے

ایک یہودی عالم کا انہیں رسوا کرنا

ان کے تناقص کو ثابت کر دیا۔ کہ یہ صرف فتنہ و فساد برپا کرنے والے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جس حق کو انہوں نے پہچان لیا ہے حمد اور سرکش سے اس کا انکار کر دیں۔ اس عالم نے ان علماء کے اس احترام کو ختم کر دیا جو لوگوں کے دلوں میں باقی رہ گیا تھا۔ یہ عالم عبد اللہ بن سلام تھے جو جو تفسیر قرآن کے یہودیوں علماء میں سے تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت سے نوازا اور حب عالم کی طبیعت میں دسیسہ کاری، بھڑوٹ، دھوکہ بازی، اور سازا ہوا جو ان یہودی علماء کے دلوں میں بڑھ چکا تھا

جو انہیں رسائی کا مصداق اور شرعی معاشرہ کے ائمہ و عورت اسلامی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر بیٹھے ہیں تو مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ دعوت اسلامی کی مکمل اور عظیم خدمت سرانجام دی جائے جس سے نبی علیہ السلام کے خلاف اور دین اسلام کے خلاف ان کے ہتھانوں کی اہمیت کم ہو اور یہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ لوگوں کے سامنے ان یہودیوں کے جھوٹے نفاق اور تناقض کو منسوخ کیا جائے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کے بعد اس غرض کو پورا کرنے کے لیے عبد اللہ بن سلام نے جس عام میں یہودیوں کے علماء کے اکٹھا ہونے تک پہنچنے اسلام کے اعلان کے متعلق مہلت طلب کی، اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہودیوں کو معلوم ہے کہ ان کا سردار اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں اور ان سب سے زیادہ عالم اور ان کے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں قبل اس کے کہ انہیں میرے اسلام لانے کا حال معلوم ہو جائے آپ ان کو بلا کر میرے متعلق دریافت کریں اگر انہیں پتہ چل گیا کہ میں اسلام لا چکا ہوں تو وہ میرے متعلق وہ باتیں کریں گے جو مجھ میں نہیں ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف آدمی بھیج کر انہیں بلایا۔ جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا اے گروہ یہود تمہارا بڑا ہوا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو پس قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں خدا کا برحق رسول ہوں اور میں تمہارے پاس حق سے کہ آیا ہوں۔ پس تم اسلام قبول کر لو۔ آپ نے یہ بات انہیں سن کر بارگاہی انہوں نے اپنی عادت کے مطابق انکار کیا۔ اور کہنے لگے کہ ہمیں اس کا علم نہیں اور نہ ہی ہمیں یہ معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس موقع پر آپ نے ان سے پوچھا تم میں عبد اللہ بن سلام کون ہے؟ انہوں نے بیک آواز جواب دیا کہ وہ ہمارا سردار ابن سردار ہے اور ہم سب سے بڑا عالم اور ہمارے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر وہ اسلام لے آئے تو تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کہنے لگے خدا کی پناہ وہ اسلام نہیں لا سکتا۔ اس موقع پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حیران کن حقیقت سے سامنا کرا دیا۔ اور آواز دے کر کہا ابن سلام ان کے پاس آؤ، عبد اللہ بن سلام ان یہودیوں سے یہ اقرار تو لے چکے تھے کہ وہ ان کے سردار اور سب سے بڑے عالم ہیں۔ انہوں نے انہیں اس پوزیشن میں کر دیا کہ انہوں نے اپنی

مرضی سے لوگوں کے سامنے گواہی دی۔ آپ نے ان کے پاس آکر انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے گروہ یہود، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں انہیں ابھی طرح معلوم ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور حق کے ساتھ آئے ہیں۔ وہ یہ بات سن کر بے ہوش ہو گئے پھر انہیں سب دھتّم کرنے لگے۔ اور انہیں کہنے لگے تم جھوٹ کہتے ہو۔ پھر کہنے لگے یہ ہمارا بڑا آدمی ہے اور بڑے آدمی کا بیٹا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ یا رسول اللہ یہی وہ بات ہے جس سے میں خوف کھانا تھا۔

ایک دفعہ یہودی علماء بیت المقدس میں جمع ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ اور آپ کی دعوت کو رد کرنے کے موضوع پر گفتگو کرنے لگے۔

یہود کا تو رات سے رجم کے حکم کو تبدیل کرنا۔

بحث کے دوران انہیں ایک مرد اور عورت کے زنا کے جرم کا معاملہ پیش آیا۔ باوجود یہ کہ انہیں حضور علیہ السلام کی نبوت اور صداقت پر یقین تھا۔ پھر بھی وہ اپنے آپ کو مخالف دینے لگے انہوں نے اس معاملہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے آپ کا امتحان لینے پر اتفاق کیا اور کہنے لگے کہ اس مرد اور عورت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ اور پوچھو کہ دونوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اور انہیں کہو کہ ان دونوں پر حکم لگاؤ۔ وہ دونوں ہی شادی شدہ تھے۔ پس اگر وہ ان دونوں کے بارے میں تجبیہ کریں تو اس کی پیروی کرو۔ بادشاہ ہے اس کی تصدیق کرو۔ اور اگر ان دونوں کے بارے میں رجم کا حکم ہے تو وہ بنی ہے اس سے ہوشیار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے وہ اُسے تم سے چھین لے۔ علماء کے متفقہ فیصلہ کے مطابق وہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ اور آپ کے

لے یہودیوں کے نزدیک تجبیہ یہ ہے کہ کھجور کی چھال کی رسی سے کوڑا جاکر اس پر تار کول ملانے پھر دونوں شادی شدہ زانیوں کا منہ کالا کرنا اور انہیں دو گدھوں پر سوار کرنا اور گدھوں کی پشت کی طرف ان کا منہ کرنا۔ یہ روایت (بانی مائتہ الحجۃ ص ۶۷)

سامنے دو لڑائیوں کا ساملہ پیش کیا۔ اور ان دونوں کے بارے میں حکم صادر کرنے کا آپ کو اختیار
 دے دیا۔ اور آپ سے ہمہ کیا کہ آپ جو حکم دیں گے وہ اُسے نافذ کریں گے۔ اسلام نے یہودیوں
 کو اپنے شخصی احوال میں فیصلہ کا اختیار دیا ہے۔ جیسا کہ دیگر ادیان اصحاب سے مدداری کرنا اس کا
 طریق ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکیم کی قبولیت میں ذرا بھی متروک نہ ہوئے خصوصاً اس
 لیے کہ آپ کے اور یہود کے درمیان پنجمہ معاہدہ تھا) آپ ان یہودیوں کے حاکم اعلیٰ منظور
 ہوتے تھے کیونکہ وہ شہر کی حکومت کے زیر سایہ رہتے تھے جس کے آپ سربراہ تھے رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زانیوں کے بارے میں رجم کا حکم صادر فرمایا اور یہی حکم قورات اور قرآن
 کریم کا بھی ہے۔ اس حکم کا نفاذ ہوا۔ اور دونوں یہودی زانیوں کو مسجد مدینہ کے دروازہ
 کے پاس قتل کر دیا گیا۔

یہودیوں نے جس دشمنی کو قائم کیا ہوا تھا اس امر کے میں یہودی کی اپنے تمسخر میں رسوائی دعوت اسلامی نے یہود پر عظیم فتح حاصل کی۔ گوکہ

انہوں نے اپنے عمل سے اپنی موت کا گڑھ کھودا اور وہ اس طرح کہ جب یہودیوں نے اس قلعہ کو پیش کر کے حکم لینے کے لیے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کی تو آپ نے ایک مجلس منعقد کی۔ اس میں علمائے یہود کو بلایا۔ پھر انہیں توہرات لانے کو کہا۔ اور ان میں سے ایک عالم کو کہا کہ وہ عبداللہ بن سلام مترجم کی موجودگی میں اسے پڑھے۔ اور یہ شخص یہودیوں کے بڑے لیڈر وں میں سے تھا۔ جس کی اللہ نے اسلام کی طرف راہنمائی کی۔

اور یہ ایک حال تھا جس میں اس قضیہ کو بڑے کر... یہودیوں نے اپنے آپ

(بقیہ حاشیہ) ابن اسحاق نے مندرجہ کے ساتھ ابن شہاب سے بیان کی ہے کہ اسیہ یہود کا یہ قول اسی امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ وہی سرکہ میں آپ کو گرانے آئیے کے دین کے وجود کو تباہ کرنے سے کم کسی کام پر راضی نہ تھے حملہ جوں ات کا یقین آپ کی نبوت رسالت کے متعلق بڑھتا جاتا تو انہوں وہ اس ارادہ میں مضبوط ہو جاتے اور یہ حمد کی نیا بیت بڑی قسم ہے اور جو شخص منکر انکار کی بنا پر نہ کہ فہم کی سہا کی کاشفین اس قبیلہ کی تکریم و رحمت کی آواز کو دے اور صاحب طراز کو نہاد کرے یا سیدین جلتہ قلوبہ سے لیا کر نوازے ہو دیں ان کی کالی ہے

کو چھنسا لیا۔ تورات صراحت سے بیان کرتی ہے کہ شادی شدہ زانی کے متعلق رجم کا حکم ہے یہودی اس بات کے بڑے آزدمند تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت سے آگاہ نہ ہوں جب کہ آپ ﷺ بھی اس سے آگاہ نہ تھے۔ کیونکہ آپ اپنی قوم کی عربی زبان بھی لکھ پڑھ نہ سکتے تھے کیا یہ کہ آپ ہرانی سمجھیں۔

وہ عالم تورات کو پڑھنے لگا۔ اور جب وہ اس آیت تک پہنچا جو شادی شدہ زانی کو رجم کرنا واجب کرتی ہے تو اس نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اور اس سے آگے نکل جانا چاہا لیکن عبداللہ بن سلام جو عبرانی زبان کے بڑے ماہر تھے انہوں نے سختی سے اس کا ہاتھ جٹا کر اسے رسوا کر دیا۔ اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے خدا کے نبی یہ رجم کی آیت ہے یہ یہودی عالم آپ کے سامنے پڑھنے سے ڈک رہا ہے۔

یہود کا تورات کے ساتھ تمسخر کرنے کا اعتراف کرنا | یہودی علماء کی صریح دھوکے بازی، کتمان

اور علمی حیانت کی ذیل کارروائی کے پیش نظر حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سرزنش کرنے ہوئے فرمایا اے گروہ یہود تمہارا بڑا ہوا خدا کا حکم تمہارے سامنے موجود ہے۔ تمہیں حکم الہی کے چھوڑنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے۔ تو ان یہودی علماء کو تحریف و تبدیل اور احکام الہی کے ساتھ تمسخر کے اعتراف کے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ کیونکہ جب عبداللہ بن سلام نے ان کو رسوا کیا اور ان کے سامنے تمام راستوں کو بند کر دیا تو ان کے لئے اعتراف کے بغیر کوئی مغز نہ تھا۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم تورات کے حکم رجم پر عمل کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے شاہی گھرانے کے ایک شادی شدہ آدمی نے زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو رجم کرنے سے روک دیا۔ پھر اس کے بعد ایک آدمی نے زنا کیا اور بادشاہ نے اُسے رجم کرنا چاہا۔

تو لوگوں نے کہا خدا کی قسم جب تک تو فلاں شخص کو رجم نہ کرے اسے رجم نہیں کر سکتا، جب انہوں نے اُسے یہ بات کہی تو اس کے بعد اگلے مہر کو انہوں نے تجبیہ پر مصالحت کر لی اور رجم کا ذکر کرنا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں جس نے امر الہی اور اس کی کتاب اور اس پر عمل کرنے کو زندہ کیا ہے۔ پھر آپ نے

زانیوں کے متعلق حکم دیا۔ اور وہ سنگسار کر بیٹھے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر یہاں کرتے ہیں کہ میں بھی ان دونوں کو رحم کرنے والوں میں شامل تھا۔ یہودی اسی طرح اپنی گمراہی میں سرگرداں ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر انہیں جو نئے دلائل ملے انہوں نے ان کو مسدا اور سرکشی میں لاد دیا۔ نیز انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی سرگرمیوں کو دو چند کر دیا۔ لیکن بے فائدہ۔

یثربی معاشرہ کے اندر یہودی جو دشمنانہ کارروائیاں اسلامی دھماکے کا یہود کو پہلے سے جاننا اور وسیع کاریاں کرتے تھے اسلامی دھماکا ان سب سے طاقتور تھا۔ اور ثانیاً ان تمام رکاوٹوں کو نبی کے قیام میں دعوت قرآنی کی لہر کو روکنے کیلئے انہوں نے اپنی جانیں کھپا دی تھیں ورنہ کرنے کی زیادہ قدرت رکھتا تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا یہودیوں کی غیبت حقیقت سے پرورہ اٹھتا جاتا اور اسلام کے سامنے ان کی دکھ دہ جدلیاتی جنگ پر گزرنے والا ہر دن ان کے تناقضات کے نقائص کو واضح کرنا جاتا یا ان کی شرعی باتوں کی پوشیدہ باتوں سے پرورہ اٹھتا جاتا۔ جن سے وہ اہل یثرب کے متعلق رات کو سوچ بچار کرتے تھے۔ اور بجائے اس کے اہل یثرب، یہود کے مخالفوں کو قبول کریں اور ان کی تبلیغات اور دعوت جدیدہ کے متعلق ان کے پیدا کردہ شکوک سے متاثر ہوں اور ان میں مکمل یہودیوں کی جھوٹی افواہوں کے دھماکے میں پس جائیں۔ انہوں نے ان کو میدان میں اکیلے چھوڑ دیا۔ اور ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے پر پانچ ماہ کا عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مدینہ کے تمام لوگ اور منظم یثرب کے ارد گرد بیٹھنے والے (سوائے یہود کے) دین اسلام اور اس کے نظام کے مصلح ہو گئے۔ یہاں تک کہ یہودیوں کے وہ دوست جو عرب منافقین میں سے تھے۔ جنہوں نے مدینہ میں ان یہودیوں سے نفاق کی تعلیم حاصل کی تھی انہیں بھی اسلام کے موجزن دھماکے کے سامنے بظاہر دین جدید ایمان لانے اور اس کے نظام کی اطاعت کرنے سے ان کو کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اور یثرب میں دین جدید میں داخل نہ ہونے والی صرف ایک قوم باقی رہ گئی اور وہ اسرائیلی عرب یہودی تھے۔

یہود کو یہ بات نہایت ناگوار گزری کہ انہوں نے اسلام کے خلاف جو عیوض سرور جدلیاتی

جنگ شروع کی تھی۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ یہ تو بہت بڑی ناکامی ہے اور اس بات نے بھی انہیں بہت دکھ دیا کہ دعوت اسلامی کے ساتھ ان کی علامہ کی جنگ کا نتیجہ ایسی شکست ہو جو ان کی امیدوں کا خاتمہ کرے اور اس کا انجام یہ ہو کہ تمام یثربی معاشرہ (یہود کے سوا) اسلام کے جھنڈے سے تے آجائے۔ خصوصاً اس تباہ کن فتح کے بعد جو مسلمانوں کو بدر میں مشرکوں پر حاصل ہوئی تھی۔

قریش کے لشکر کے بدر کی طرف بڑھنے میں یہود کی دلچسپی | جب یہودیوں نے ہجرت کے

دوسرے سال سنا کہ مکی فوج مسلمانوں کو ضرب لگانے کے لیے بدر کی طرف بڑھ رہی ہے تو وہ خوشی سے عاجز ہی پھوٹے نہ سہائے۔ نیز وہ بدر میں معرکہ آزمائی سے بہت امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مکہ کی عظیم فوج حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کے خاتمہ کے لیے کافی ہوگی۔ ثانیاً اس سے دعوت اسلامی کے بیج جڑ سے اکھڑ جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بدر میں فریقین کی جنگ کے بڑے خواہشمند تھے۔ ان کی تمنا تھی بلکہ وہ ہختہ تو قہر رکھتے تھے کہ مشرکین کو مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہوگا۔ کیونکہ تمام مادی سازد سامان اس اس اعتقاد کو دوا جب کرتا تھا۔ کہ معرکہ بدر میں فتح مکہ فوج کو حاصل ہوگی۔ جو ایک ہزار مسلح جاناہزوں پر مشتمل تھی۔ جو اچھی طرح اور تیار تھے اور ان کے مقابلہ میں دوسری جانب تین سو مسلمان جاناہز تھے۔ جن کی اکثریت برہنہ پا تھی۔ نہ ان کے پاس زاریں تھیں نہ خود (یہودیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو سخت نفسیاتی جنگ شروع کی ہوئی تھی اور جن حالات میں بدر کا عظیم معرکہ ہوا اور قبل اس کے کہ آخری نتائج مدینہ پہنچیں منافقین یہودیوں کی مدد کر رہے تھے اس نفسیاتی جنگ کا ایک حصہ یہ تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے مورال کو ختم کرنے اور ان کو کمزور اور متفرق کرنے اور انہیں گھبراہٹ میں ڈالنے کے لیے بڑا دستہ منظم کیا، جس نے یہ بات تک مشہور کر دی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں۔ اور ان کی فوج معرکہ بدر میں تباہ ہو چکی ہے۔ اور مکی فوج، ابو جہل کی قیادت میں مدینہ پہنچنے کے لیے اور دعوت اسلام کے آثار کو ختم کرنے کے لیے بڑھ رہی ہے۔ ان چھوٹی خبروں نے مدینہ میں مسلمانوں کے دلوں پر بڑا اثر ڈالا۔ اور ان چھوٹی

خبروں کی اشاعت کے پیچھے یہودی کا یہی مقصد کارفرما تھا۔

اسی دوران میں کہ مسلمان یہودیوں کی ان جھوٹی خبروں کے نتیجہ میں قلق و خوف سے لٹے پٹے تھے اور ان خبروں نے مدینہ کی طرقات کو تنگ کر دیا تھا۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کی عقلیں جاتی راییں کہ اچانک معرکہ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری کی خبر لانے والا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ فوج کے آگے آگے آیا اور اس نے مدینہ میں داخل ہو کر اہل مدینہ کو بڑی تاکید کے ساتھ خوشخبری دی کہ مسلمانوں کو معرکہ بدر میں شہداء و ان کی قوتوں پر تباہ کن فتح حاصل ہوئی ہے۔ پس اس فتح سے جس کے ذریعے مسلمان تار پر کامیں اس کے وسیع ترین دروازے سے داخل ہوئے۔ مدینۃ الرسول غوثی و مسرت اور تبکیر و تہلیل سے آخری حد و تک جھوم اٹھا اور یہودی تباہ کن فتح کی خبر سے بے ہوش ہو گئے کیونکہ وہ مطلقاً ایسا تقویر بھی نہ کر سکتے تھے۔ جب انہوں نے حضرت عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہ کو گرجھا اور آواز میں فتح کی خوشخبری دینے سے انکار کر دیا تھا کہ وہ اپنے کاتوں کو غلطی خوردہ قرار دیتے تھے۔ وہ دونوں مدینہ کے قبیلوں میں اپنی سواریاں دوڑا دوڑا کر مسلمانوں کو بدر میں قریش پر ہزیمت فتح کی فتح کی خوشخبری دے رہے تھے۔

اور جب یہودیوں نے قریشی لیڈروں اور ان کے فوجی سالاروں کو ناکام معرکہ میں فاتحہ نوی فوج کے فیروں کی حراست میں قیدی بن کر آتے دیکھا۔ ان کی مشکیں پیچھے کی طرف بندھی ہوئی تھیں اور ان پر شکست اور ذلت کے آثار نمایاں تھے۔ اور ان کے قدم حقو کر کے کھاتے گویا ان کو کچھ نظر بھی نہیں آتا۔ تو یہ یہودی بہت شرمندہ ہوئے قریب تھا کہ وہ اپنی آنکھوں کو دھو کر خوردہ قرار دیں اور ہجرت ان پر غالب آگئی۔

پس یہودی کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں اور ان کے خواب بھوٹے نکلے اور ان کی خوشی و غم میں تبدیل ہو گئی کیونکہ وہ اس معرکہ میں جس میں مسلمانوں کو قریش پر فتح حاصل ہوئی، مسلمانوں کے ہی منظر جانے کی تمنا ہی نہیں توقع رکھتے اور انہوں نے فقط شرب ہی میں اپنے معاملات کا انتظام سپرد کرنے کا آغاز نہیں کیا۔ بلکہ تمام جزیرہ عرب بلکہ تمام عالم کا انتظام ان کے سپرد کرنے کا آغاز کر دیا ہے۔ اور یہ بات ہے جس نے یہودیوں کے اوسان خطا کر دیئے اور وہ اپنے

انجام کو دیکھ لگے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام سے جنگ کرنے کے لئے نئے طریقہ بنانے لگے۔

یہود کا جنگ کو وسیع علاقے میں منتقل کرنا | عربی عقائدی میدانوں میں دعوت اسلامی کو جو فیصلہ کن فتح حاصل

ہوئی اس سے اس دعوت کے علمبرداروں کے ہمدنی و صفائے نرم اخلاقی مابعد مقصدی اور وسیع حلم کو اس طرح مضبوطی حاصل ہوئی کہ خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر یثرب کے تمام باشندے اس کے مہربان بازوؤں تلے آ گئے، بجائے اس کے کہ یہودی اس فیصلہ کن فتح کے بعد لاپست پر آ جاتے۔ اور اس داعی حق کی بات کو قبول کرنے جو ان کے دلوں کی گہرائیوں میں آواز مے رہا ہے۔ وہ مقابلہ اور عناد میں بٹھ گئے اور ان کے دلوں میں اسلام اور دعوت اسلامی کے خلاف بغض اور کینہ بھڑک اٹھا۔ جن جنوں یہ کینہ بڑھتا گیا اس نے یہودیوں کو اندھا کر دیا۔ اور وہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین اور اتباع کے خلاف زیادہ وسیع علاقے میں مہر کو منتقل کرنے کے لیے غور و فکر کرنے لگے۔

یہودیوں نے دعوت اسلامی کی حقیقت کے متعلق یثرب میں جبرل و تنزد و چارہ شکوک و شبہات کی اشاعت کے طریقوں سے لوگوں کو اسلام سے روکنے اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے متعلق شکوک پیدا کرنے اور دین جدید سے باہر نکل جانے پر ہی اکتفا نہ کیا۔ بلکہ انہیں اندھا کینہ اور قتال حرص یہاں تک لے گئی کہ وہ اس کے معنی ہی میں دعوت اسلامی کے نشانات کو مٹانے اور اس کے علمبردار کو ختم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے علمائے دین اور سربراہ مدائن سیاسی لیڈر، جزیرہ عربیہ کی اطراف و جوارب میں صحرائیں بدوؤں کے قبیلوں میں اور شہروں میں شہری مجالس میں گھومنے لگے، نہ اس لیے کہ پردہ پگندہ کریں جس کا ہتھیار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے خلاف تغیر و تشکیک اور تکذیب کرنا ہوتا ہے (جیسا کہ وہ یثرب میں کرنے لگے) بلکہ وہ عربی قبائل کو ڈرنے اور دعوت اسلامی کے خطرہ کی وضاحت کرنے اور اسے صلیح مقابلہ کی دعوت دینے کیلئے گئے تاکہ اس دعوت کے پیچھے چھوٹے سے قبل ہی اس کے ہیڈ کوارٹر میں اس دعوت اور دعوت کے داعیوں کا فوج بھیج کر قلع قمع کر دیا جائے، یہودیوں کی طرف

سے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان، جنگ کا یہ خطرناک آغاز تھا۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ یہودیوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ خواہ بت پرست فوجوں کو چڑھا کر لانے سے یہ مقصد پورا ہو۔ اس خطرناک آغاز نے مدینہ میں قیادت اسلامی کو باور کرایا کہ وہ اپنا روادارانہ رویہ کو تبدیل کر کے یہودیت کا مقابلہ کرے۔ اب یہ محض پروپیگنڈہ کی جنگ نہیں رہی جس سے ہتھیار تنفیذ و تشکیک، مکذیب اور تجوٹی افواہیں اڑنا ہوتے ہیں۔ اب طاقتور، بت پرست قبائل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ناپسندیدگی کی موج براہِ انگیزہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور انہیں مال و منال دے کر مسلمانوں سے جنگ کرنے اور ان کے ہیڈ کوارٹر میں ان کا خاتمہ کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ اس بات نے مدینہ میں قیادت اسلامی کو حمایت و دعوت کے اسالیب کو بدلنے پر آمادہ کیا جسے یہودی اپنی مفاد و منیت کے جذبہ منسوبوں سے خوف زدہ کر رہے تھے۔

بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد یہودی پوزیشن | محرکہ بد سے قبل یہودی دعوت اسلامی کے مقابلہ میں

صرف پروپیگنڈہ کی جنگ پر اکتفا نہ کرتے تھے جس کے ہتھیار نا جائز سوالوں کے ذریعے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینا۔ اور دعوت اسلامی کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنا تھا تاکہ لوگ آپ سے کھاس سے بھاگ جائیں اور دعوت کے علمبردار کا اعتماد کھودیں۔ شرب میں یہودی کے تسلط کو اس سے کوئی خطرہ نہ تھا۔

ان تمام باتوں کے بالمقابل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو مطلق آزادی دے رکھی تھی تاکہ وہ دعوت اسلامی کے متعلق اعلانیہ اپنی رائے دیں۔ بلکہ وہ اس دعوت کی حقیقت پر اعتراضات کرتے اور اس کے حامل کی اعلانیہ تکذیب کرتے۔ اور آپ صرف ان آزاد کے بطلان کی وجہ سے پر اکتفا نہ کرتے۔ حالانکہ آپ شرب کے حاکم اعلیٰ اور آزاد سوار تھے۔ یہ لوگ مناظرات میں عقیدہ و دین کے باوجود کہ وہ جواب دہیت آپ انہیں غور سے سنتے جن کا مقصد تنگی سینہ اور آپ کی لائی ہوئی تعلیم کی صداقت میں شکوک و شبہات پیدا کر نیچے سوا کچھ نہ ہوتا۔ پھر بھی آپ ان کے براہِ انگیزہ کرنے والے جوابات کا پورے سکون کے ساتھ بغیر گھبراہٹ کے جواب دیتے۔ کوئی آدمی

یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آپ نے ان یہودیوں کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کی ہو۔ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ وہ اپنے تمام مناظرات میں حق کی اتباع کی خاطر بحث نہیں کرتے بلکہ وہ صرف جماعت کے متعلق بحث کرتے ہیں تاکہ آپ کے لئے جوئے حق پر غبار ڈال دیں۔ پس وہ حسد و سرکشی سے ہر ممکن وسیلہ کے ساتھ آپ کا مقابلہ کرنے لگے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آزادی گفتار | ہم پوسٹ غزوہ اعراب کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم اس روادارانہ موقف کے ساتھ جمعہ آپ سے اور آپ کی دعوت سے متواتر اور سخت جنگ کرنے والے یہودی جانتے ہیں پہلے شخص ہیں جنہوں نے عقیدہ اور دین کے مخالفین کے لیے قول و فکر کی آزادی کا قانون بنایا اور نافذ کیا۔

آزاد دنیا کے جمہوری ممالک میں نئے قوانین بنانے والے اس بات پر فخر نہیں کر سکتے کہ ان کی حکومتوں نے فرد کو مطلق آزادی سے رکھی ہے تاکہ وہ غور و فکر کرے اور جو چاہے اس کا اعلان کرے۔ خواہ وہ بات عالم اعلیٰ کی مرضی کے خلاف ہو اور اس کے نظریہ کے متنافی ہو۔ یہ بات اس قانون کے متعلق کہی جاسکتی ہے جس کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے اور اسے تیرہ سو سال سے اپنے عقیدہ و دین اور نظریہ کے ہم وطن مخالفین کے مقابلہ میں نافذ کیا ہے۔

بلکہ مرضی جمہوری ممالک میں نئے قوانین بنانے والے بیویں صدی تک اس بات کی استطاعت نہیں رکھ سکے کہ وہ ان عام آزادیوں کے قریب بھی پھٹک سکیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان ہم وطنوں کو دے رکھیں تھیں جو عقیدہ و دین اور رائے میں آپ کے مخالف تھے۔ جیسا کہ ہم نے آپ کے متعدد مواقع میں آپ کو ان یہودیوں کے مقابلہ میں دیکھا جنہوں نے آپ کے اور آپ کی دعوت کے خلاف تمام وسائل کو استعمال کیے۔ تاکہ لوگوں کو آپ کے پاس سے بھگا دیں اور آپ کی دعوت میں شک پیدا کر دیں۔ بلکہ وہ صراحت کے ساتھ آپ پر اور آپ کی رسالت پر طعن کرتے تھے۔ اس کے باوجود آپ نے ان کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی نہ ان کو قید کیا۔ اور نہ ہی ان پر کوئی تادیبی کارروائی کی۔

اور نہ ان کو جلا وطن کیا ہے اور نہ ہی اس جیسی کوئی اور کارروائی کی ہے۔ حالانکہ آپ جنت تھے کہ آپ ان سزاؤں کے عین پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ کیونکہ حکومت بھی آپ کی تھی۔ اور اور قوم بھی (سوائے یہود کے) آپ کے اشارہ کی فرمانبردار تھی۔ عقیدہ اور سیاست کے میدان میں امتدین دنیا کے ترقی یافتہ قوانین بھی آج تک دشمن کے ساتھ اس معاملہ کو روا رکھنے کی طاقت نہیں رکھ سکے۔ پس مغربی جمہوری ممالک کے موجودہ قوانین، نظریات و مذاہب کے اختلاف کے ساتھ ہم وطنوں کو عام آزادیاں دینے اور ان کی پاسداری بھی کہتے ہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس آزادی سے تخریب کاری اور لوگوں کے درمیان فتنہ انگیزی اور انتشار نہ پیدا کیا جائے۔ پس جب آزادیاں اس غرض کے لیے استعمال کی جائیں تو یہ قوانین اس آزادی کو روک لیتے ہیں اور تخریبی مقصد کے لیے آزادی حاصل کرنے والوں کو تصرف سے روک لیتے ہیں جس کی انتہا قائم شدہ نظام کی بربادی پر ہوتی ہے۔

اور جب ہم یہود کے ساتھ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں مظلوم ہو جاتا ہے کہ آپ نے ان سے روادارانہ سلوک کیا اور آپ نے انہیں اپنے متعلق اور اپنے دین اور نظام کے متعلق ہر بات کہنے کی کھلی آزادی عطا فرمائی۔ حالانکہ آپ کو علم تھا کہ ان کی تمام تفہیمات اور سوالات و جوابات کا مقصد آپ کے دین کو برباد کرنا اور ہم وطنوں کے درمیان فتنہ پھیلانا اور قائم شدہ نظام کو منہدم کرنا ہے تاکہ معاشرہ بران کا تسلط باقی رہے

یہ امر ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم پختہ یقین کے ساتھ کہیں کہ بیسویں صدی میں امتدین مغربی ممالک کا نظام جو فرد کو عام آزادیاں دیتے ہیں اس مقام سے بہت دور ہیں جس مقام پر قاذون نبوی پہنچا ہے۔ خصوصاً جو آزادیاں آپ نے اپنے عقیدہ دین اور نظریات کے مخالفین کو دی ہیں۔

خطرناک طریق جب تک یہودی آپ کی دعوت کے مقابلہ و معاوضہ میں پروپیگنڈہ تشویشی، تکذیب اور زبانی اعتراضات سے آگے نہیں بڑھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، یہودیوں کے ساتھ اپنے مضبوط موقف پر قائم رہے۔ اور آپ ان کے انتقادات، ذلتوں اور تنگدانی پروپیگنڈوں کے مقابلہ میں ان سے رواداری کرنے میں انتہائی حد تک چلے گئے۔ مگر جب یہود نے اسلام کے مقابلہ میں دوسرا یعنی طاقت استعمال کرنے کا طریق اختیار کر لیا۔ اور اس طریق

میں بڑھتے چلے گئے انہوں نے جنگ کی دھمکی دی پھر بہت پرست قبائل میں گھوم پھر کر کے انہیں برا بھلا کہتے کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھا کیا اور خود آپ کے قتل کی سازش کی تو صفور علیہ السلام نے بھی اس ہمدید یہودی منصوبے کے مقابلے میں دوسرا طریق اختیار کر لیا جو زیادہ حزم و احتیاط کا حامل تھا۔ اس حزم و احتیاط کا برص کا لانا، دعوت کی حمایت کے لیے تھا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے پروان چڑھ رہی تھی اور سبوں میں یہودی سازشوں اور دھڑے بند یوں میں تو بیس کہتے جاتے تھے جن کا مقصد دین جدید کو تباہ کرنا اور آپ کے لائے ہوئے نظام کو طوفانی کے ذریعے پامال کرنا تھا جس کا بعد کے واقعات نے اس امر سے نقاب کشائی کی ہے۔
تو توں دعوت کی حمایت میں بھی وسعت پیدا ہو گئی۔

تدبیراً ہمیں بتاتی ہے کہ سب سے پہلے جن یو دیہوں نے مسلمانوں سے فوجی ٹکری وہ بنو قنیقاع تھے۔ جو جزیرہ عرب میں تمام یہودیوں سے زیادہ شجاع تھے اور اس کے ساتھ ساتھ مدینہ کے سرایہ دار بھی تھے۔ یہ یہودی (دوسرے یہودی قبائل کو چھوڑ کر) مدینہ کے اندر رہتے تھے۔ اور یہ مسلمانوں سے لہجے اور انہیں جنگ سے غوریز کر کے ملے اہد یہ مسلمانوں کو بے عزت کرنے اور ان کی حکومت کے استغاثہ کرنے میں اس حد تک پہنچ گئے کہ انہوں نے مسلمان عورتوں پر دست درازی شروع کر دی جس کی وجہ سے فریقین کے درمیان جنگ ہوئی۔ بنو قنیقاع جنگ کے لیے تیار ہو کر اپنے مضبوط قلعوں کی پناہ میں آ گئے۔ پس مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں تک کہ انہیں حوالگی پر مجبور کر دیا پھر مدینہ سے انہیں مکمل طور پر حلا وطن کر دیا گیا ہے۔

پھر یہودی مضطرب کرنے والی سلسل کاروائیاں، گفتگو کے حلقہ سے نکل کر عمل کے حلقہ میں آنے لگیں۔ بنو قنیقاع کی جلا وطنی کے بعد مشہور یہودی کعب بن اشرف قتل ہو گیا کیونکہ وہ

۱۔ استاد ادبیری اپنی کتاب "الاصود" کے صفحہ ۱۳۸ پر بیان کرتا ہے کہ بنو قنیقاع کے یہودی عربی اصل سے ہیں جنہوں نے اسلام سے قبل یہودیت قبول کر لی جو۔ یہ بات استاد محمد علی نے بھی اپنی کتاب تاریخ العرب قبل اسلام جلد ۱ صفحہ ۱۳۸ پر اس سے نقل کی ہے۔

۲۔ بنو قنیقاع کے یہودیوں کی جلا وطنی کے واقعہ کی تفصیل ہماری کتاب غزوہ اہد صفحہ ۲ پر دیکھیے۔

اپنے مالی نفوذ کی وجہ سے مدینہ کے امن کو برباد کرنے کا بیج بن گیا وہ اس علاقہ کا سب سے بڑا سربراہ تھا جو عرب قبائل میں جاہل جن میں قریش بھی شامل ہیں، انہیں مسلمانوں سے جنگ کرنے اور مدینہ سے جنگ کرنے کی دعوت دیتا تھا۔

پھر کعب بن اشرف کے قتل کے بعد مدینہ سے بنو نضیر کے یہودیوں کو جلا وطن کیا گیا۔ ان یہودیوں کو عہد شکنی اور آمریت یہاں تک لے آئی کہ انہوں نے اپنے علاقہ کے اندر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی۔ بدر کے مشہور معرکہ میں مشرکین پر مسلمانوں کی فتح نے یہودیوں کے اوسان خطا کر دیئے۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے خلاف جنگ کو گفتگو سے خونریز میدانِ عمل میں منتقل کرنے لگے۔

جب بدر کے عظیم معرکہ میں مسلمانوں کو مشرکین پر فتح حاصل ہوئی تو یہودیوں کی جانب سے اس وقت یہ تبدیلیاں محض وجود میں آئیں جن سے وہ خونریز معرکہ ہوئے جن کی ابتدا بنو قنیقہ کے یہودیوں کے فتنے سے ہوئی اور اس کا اختتام بنو قریظہ کی تباہی سے ہوا۔

پانچ سال کے واقعات کو باریک نگاہ سے دیکھنے والے پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہودی اولیٰ ساعت سے ہی، اگر انہیں غلبہ اور مدینہ میں رہنا نصیب ہو جاتا تو اسلامی ہستی کے مٹانے اور ہر ویسے سے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوتے اور ان سب سے پہلا وسیلہ بنوک شمشیر ختم کرنے کا ہوتا۔ اور یہ امر تینوں بڑے قبیلوں بنو قنیقہ، بنو نضیر اور بنو قریظہ کے درمیان متفقہ ہے۔ مگر حالات نے انہیں اجازت نہیں دی کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دھڑ بن جائیں۔

اگر یہودی جدید نظام کو تسلیم کرتے اور اسلامی حکومت کے جھنڈے تلے آ جلتے تو مسکری ربط مضبوط میں مسلمانوں کے ساتھ ہوتے۔ اور ہم وطنوں کی طرح جدید نظام سے وابستہ ہو جاتے اور اس کے زیر سایہ آ جلتے۔ تو انہیں اپنے دین پر آزادانہ طور پر قائم رہنے ہوتے وہی حقوق ملتے جو مسلمانوں کو ملتے۔ یہ سب کچھ یہودیوں کا ان خفیہ ارادوں کے بدلے میں ہوا ہے جن کے پس پردہ

وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آزادی سے کام کرتے تھے اس بات کو واقعات نے پوری طرح وضاحت سے ثابت کیا ہے۔

پانچ سال کے بعد یہودی تعزفات کے استفسار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہیں اس دوران میں مسلمانوں کے وجود کو تباہ کرنے کا موقع پیش نہیں آیا۔ اگر انہیں کسی لحاظ پر موقع میسر آ جاتا تو وہ ہنوک شمشیر مسلمانوں کو ختم کرنے میں تردد نہ کرتے خواہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ہزار عہد اور ہزار پیکٹ ہوتے۔

اور تو قریظہ کے یہودیوں کے فعل شیعہ پر سب سے بڑھ کر دلالت کرنے والی بات یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں پر پیچھے سے ضرب لگانے کی سازش کی جب کہ وہ جنگ کے نہایت نازک مقام پر ایک زبردست دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ جس نے اپنی کئی گنا زیادہ فوجوں کے ذریعہ ان کا اس طرح گھیراؤ کر لیا تھا جیسے موجزن سمندر چھوٹے جزیرہ کو گھیر لیتا ہے۔ بنو قریظہ کے یہودیوں نے یہ غدارانہ اس وقت کی جب کہ وہ مسکری اور سیاسی معاہدہ کی رو سے مسلمانوں کے ساتھ مربوط تھے جس کے فقرات میں ہے کہ یہودی مدینہ کے دفاع میں مسلمانوں کے ساتھ اس فوج کا ایک حصہ ہونگے جس پر مدینہ کا دفاع فرضی ہو گا۔ جب اُسے کوئی جنگ پیش آئی جیسے احزاب کے باغیوں آئی تھی لیکن بعد اس کے برعکس ہوا۔ یہودیوں نے ان غلط فہم حالات میں ان کے ساتھ مل کر لڑنے کی بجائے انہیں پیچھے سے ضرب لگانے کی سازش کی۔ پانچ سالوں میں یہودیوں کی دیگر پہلی کارروائی کے ساتھ ان کی یہ کارروائی اس امر کی دلیل ہے کہ یہودیوں نے اول ساعت سے ہر وسیلہ سے اور ہر حالت میں موقع پیش کرنے پر مسلمانوں کو تباہ کرنے اور اسلام کے وجود کو ختم کرنے کی کٹھالی ہوئی تھی جب کہ مسلمانوں کی حالت ان کے برعکس تھی۔ ان یہودیوں کو تباہ کرنے کی ان کی کوئی ایسی نیت نہ تھی۔ حالانکہ وہ ان کی بڑی نیتوں سے آگاہ تھے۔ اور اگر مسلمانوں کی کوئی ایسی نیت ہوتی تو وہ یہودیوں کو جب کہ سارا اثرب ان کے ماتحت تھا پہلے ہسینوں میں ہی تباہ کر دیتے اور پھر اس کے کوئی طاقت ان کی راہ میں حائل ہوتی وہ ان یہودیوں کی جڑ کاٹ دیتے۔

ہمیں ان حقائق پر ان تعزفات سے یقین حاصل ہوتا ہے جو مسلمانوں نے یہودیوں کے مقابلہ میں کیے۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی فوجیں محاصرہ کے بعد سب جنگ میں مسلمانوں کے سامنے ہتھیار

ڈال گئیں۔ اور وہ دونوں حالتوں میں ایک ماہ سے بھی زیادہ عرصہ نہیں گزار سکیں۔

اگر مسلمانوں نے ان کو تباہ کرنے کا منصوبہ سوچا ہوتا تو ان کی استطاعت میں تھا کہ وہ ان ہتھیار ڈالنے والے یہودیوں کو نہایت آسانی سے تباہ کر دیتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ان کی ایسی کوئی نیت ہی نہ تھی۔ انہوں نے ان کو صرف یثرب سے جلا وطن کرنے پر اکتفا نہ کیا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اگر یہودیوں کو موقع مل جاتا تو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ سوچا ہوا تھا۔ مگر ہر خبیث منصوبے میں قسمت ان کا ساتھ نہیں دے رہی تھی اور میں پورے عزم کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہوں کہ اگر یہودی مسلمانوں کے مقابلہ میں ایسے حالات میں کامیاب ہو جاتے جیسے مسلمان بنو قنیقہ اور بنو نضیر کے محاصرہ میں ہوئے تھے تو وہ ان کی کھل تباہی میں ایک لحظہ بھی تردد نہ کرنے۔

بدر کے عظیم معرکہ میں مسلمانوں کی فتح وہ پہلا عامل ہے جس نے یہود کے دلوں میں وہ سخت کینہ بھڑکا دیا جس سے وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کے فلاح مند پالیکے ہوئے معرکہ کو دسیسہ کاری گفتگو اور تکذیب کے میدان سے زبردستی کرنے اور دعوت کے کھیلے کر دینے اور طاقت اور خونریزی سے مقاومت کرنے کے میدان میں آئے۔

انہوں نے اس پر خطر طریق کے ابتدائی قدم کے طور پر یہ کیا کہ وہ مسلمانوں سے ٹکرانے لگے اور ایسی باتیں کرنے

یہود کا جنگ کی دھمکی دینا

لگے جن سے یہ بو آتی کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ کی دھمکی دے رہے ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہود کی تدابیر سے غافل نہ تھے۔ جب سے انہوں نے یہ طریق اختیار کیا تھا۔ آپ ان کی مشکوک حرکات کی نگرانی کر رہے تھے۔

سب سے پہلے بنو قنیقہ اس طریق پر چلے اور مسلمانوں کو دھمکایا اور انہیں لقمہ میں مبتلا کیا۔ کہتے ہیں کہ اس قبیلہ کے یہودی عوام صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں جو دوسرے یہودیوں سے شجاعت، حربی قوت اور سرمایہ داری میں استیاز رکھتے ہیں۔ ان کے پاس مضبوط جنگی قلعے ہیں جن پر یہ نفر

لہ یہ بات کسی مسلمان مورخ نے نہیں کہی۔ یہ صرف مشرقین کا قول ہے۔

کہتے ہیں اور ان کے گھر سب یہودیوں سے زیادہ مسلمانوں کے نزدیک ہیں۔ ان کے گھر مدینہ کے اندر ہیں اور دیگر یہودی قبائل کے گھر دُشمنوں کا جو قریظہ اور بنو نضیر کے مدینہ سے باہر ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو قنیقاع کو نصیحت کرنا جب بنو قنیقاع نے مسلمانوں سے پھر طحانی

شروع کی اور واضح ہو گیا کہ وہ دعوت اسلامی کے مقابلہ کا عزم کیے ہوئے ہیں خواہ جنگ اور خونریزی سے ہو، اس وجہ سے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان معاہدہ اور سنی لطف تھا حضور علیہ السلام جنگ اور خونریزی کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے ان یہودیوں کو سیدھے راستے کی طرف واپس لانے کی نصیحت اور مذاکرات کا طریق اختیار کیا۔ آپ نے ان کے ساتھ ان کی اصلاح کرنے اور انہیں گمراہی سے واپس لانے اور خطرناک راستے سے موڑنے کیلئے ایسے انکے بازو میں منعقد کیا۔ اور وہ خطرناک طریق، جنگ کا طریق تھا۔ اور یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ وہ جنگ کی دھمکیاں دیا کرتے تھے۔ بلاشبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امن و استقرار کے اور ہر قسم کی خونریزی کو روکنے کے شدید خواہشمند تھے آپ نے یثرب کے دیگر قبائل میں سے بنو قنیقاع کو اس اجتماع میں مذاکرات کے لئے صرف اس لیے دعوت دی تھی کہ آپ کو یہ یقین حاصل تھا کہ یہ لوگ اس معاہدہ کو حیران کے اور مسلمانوں کے درمیان طے پا چکا ہے۔ تو پھر نے اور جنگ کی دھمکیاں دینے اور امن و امان کو برباد کرنے والی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ اس جنگ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قنیقاع کو صحیح راہ کی طرف واپس لانے اور مسلمانوں اور تمام یہودیوں کے درمیان طے شدہ معاہدہ کی رفعت پر پابند کرنے کی کوشش کی نیز آپ نے انہیں وعظ و نصیحت کی اور سرکشی و زیادتی اور آدینش کا طریق اختیار کرنے پر انتباہ کیا اور یہی تباہ کن حربہ قریش نے ظلم و زیادتی اور سرکشی اختیار کیا تو بدر کے روز انہیں بھی اس کا برا پھل ملا۔ آپ نے انہیں کہا کہ اے گروہ یہود! قریش پر جو عذاب نازل ہوا ہے اس جیسے عذاب سے اللہ سے ڈرو اور یہ بات یقینی ہے کہ بنو قنیقاع میں سے بعض ایسی باتیں ظہور پذیر ہو چکی ہیں جن سے پتہ چلتا تھا کہ وہ ظلم و زیادتی اور سرکشی کے راستے پر چلنے کا عزم کیے ہوئے ہیں جس پر قریش چلے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ انہیں

وہ مصیبت یا نہ لاتے جو مکر کے روز قریب کو پہنچی تھی۔

بنو قنیقاع کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت جواب دینا | حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی غلطانہ نصیحت کا جواب نہایت متکبرانہ انداز میں دیا جس میں پھر اسی اور توحید کا اعتراف بھی شامل تھا جس سے اس امر کا پتہ چل گیا کہ یہودی سخت رویار جنگ کی دھمکیوں کا طریق اختیار کرنا کچھ بے فائدہ ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نصیحت کی اور انہیں معاہدہ کی لغویں کی پابندی کرنے اور امن و امان سے رہنے اور جنگ و جدل کو ہوائیے اور امن کو خراب کرنے پر انتباہ کیا تو انہوں نے جواب میں جنگ کی دھمکی دی بلکہ اس جنگ کے لیے انہوں نے تیاری کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے اس کانفرنس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔

”کیا آپ ہمیں قریش سمجھتے ہیں۔ یہ بات آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے آپ نے اس قوم سے جنگ کر کے کامیابی حاصل کی ہے جسے جنگ کا علم ہی نہیں ہے خدا کی قسم اگر ہم نے آپ سے جنگ کی تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ہم ہی مرد میدان ہیں۔“

اس اضطراب اور چیلنج سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ امور کا ادراک کر لیا۔ اور ایک ذمہ دار لیڈر کی طرح آپ کا سمجھ جانا ایک ضروری امر تھا۔ آپ نے اپنا غصہ پی لیا اور اس چیلنج اور دھمکی کے مقابلہ میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ مگر اس کانفرنس کے بعد مسلمان نہایت بہادری مغزی سے واقعات پر نگاہ رکھنے لگے کہ رات کے پردہ سے کیا نکلتا ہے یہودی سوچی سمجھی نیت اور طے شدہ منصوبے کے مطابق

بنو قنیقاع کا عہد توڑنا | مسلسل مسلمانوں سے آویزش کرتے رہے اور انہیں برا بھلا کہنے لگے اپنی من پسند جنگ کی طرف لانے کی کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس عہد کو کو بھی توڑ لیا۔ جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان طے پا چکا تھا۔ اور فریقین کے درمیان جنگ

ٹھن گئی۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ اس جنگ کا باعث یہ امر ہوا کہ ایک مسلمان عورت مرینہ میں بنو قنیقاع کے بازار میں اپنے زبورات بیچنے کے لیے آئی اور جب وہ بیٹھ گئی تو یہودیوں کی ایک پارٹی اسے مضطرب کرنے اور اس سے لڑنے لگی انہوں نے چاہا کہ وہ اپنا چہرہ تنگاکر دے۔ مگر اس نے انکار کیا تو ایک یہودی نے اس کے پٹے کے ایک کونے کو اس کی پشت کے ساتھ گرہ لگا دی جس کا اسے علم نہ ہوا۔ پس وہ اٹھی تو اس کی شرمگاہ ننگی ہو گئی اور یہودیوں نے اس سے ہنسی مذاق کیا تو وہ مسلمانوں سے مدد مانگتی ہوئی چلائی، ایک مسلمان وہاں موجود تھا اس نے زیادتی کرنے والے یہودی پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اور یہودیوں نے مسلمان پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ تو ان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا۔ مگر وہ کسی دوسری تفصیلات کا ذکر نہیں کرتا۔

لیکن ایک غیر جانبدار محقق کے یہ یہ تسلیم کرنا مشکل ہے کہ یہ انفرادی واقعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنو قنیقاع کے محاصرہ کا واحد حوالہ بنانا ضروری ہے کہ اس واقعہ سے بڑھ کر بڑے بڑے واقعات ہوئے ہوں جنہوں نے بنو قنیقاع کے محاصرہ اور ان سے جنگ کو نئے تنک پہنچا دیے۔

جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و حلم اور بڑوباری کو جانتا ہے وہ یقین رکھتا ہے کہ آپ نے ان یہودیوں کا اس وقت محاصرہ کیا جب آپ کو عہد توڑنے کا یقینی ہو گیا۔ اس کا وہیل یہ ہے کہ آپ نے ان کے بازار میں ان کے ساتھ سیٹنگ کی اور انہیں انتباہ کیا اور نصیحت بھی کی، یہودیوں نے اس عہد کے واقعہ اور اس پر زیادتی کو، مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کرنے کا ذریعہ بنایا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لینے میں جلدی کی اور ہر قسم کی گفتگو اور مفاہمت کو ترک کر دیا۔ اور یہ سب کچھ اس منصبیہ اور نصیحت کے مطابق تھا۔ جو وہ اس طریق پر چلنے کے لیے کر چکے تھے۔ جو قریش نے بدر میں کیا تھا۔ پس انہوں نے اس عہد کو توڑ دیا۔

اور ابن اسحاق نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کہتا ہے کہ:-

بنو قنیقہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے اس معاہدہ کو توڑا جو ان کے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا اور بدد و اُمد کے درمیان جنگ کی مگر اس نے مفصل بیان نہیں کیا کہ انہوں نے کیسے ہمد توڑا۔

لیکن قرآن نے (جو ہر بات سے صاف تر ہے) واضح اشارہ کیا ہے کہ بنو قنیقہ اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا سبب اس صورت کے واقع سے بڑا ہے جس کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب قریش نے ظلم و ستم و سرکشی سے مسلمانوں کو حقیر کرنے کے لیے واقعی بدد میں جنگ کی آگ بھڑکانے کی کوشش کی اس رشتہ میں یہودیوں کی سرکشی اور ظلم بھی مسلمانوں سے آویزش کرنے میں اسی سطح پر تھا قرآن کریم میں بنو قنیقہ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَعْيُهُمْ وَتَحْشُرُونَ إِلَىٰ آلِ عِثْمَانَ وَبَنِي الْمُهَاجِرِ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فَيْتِنِ الْعُقَاتِ فِيهِ تَقَاتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَتُخْرَجُونَ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْتُمْ وَلِأَهْلِ الْعِيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ تَبَعَهُ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ

ہمارے نزدیک یہ امر مستند ہے کہ بنو قنیقہ کے بازار کا انفرادی واقعہ ان یہودیوں کے محاصرہ کا واحد سبب ہو بلکہ ضروری ہے کہ یہودیوں کی جانب سے کچھ اور بڑے واقعات و حادثات پیش آئے ہوں جن سے مجبور ہو کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا ہر تا کہ ان کے شر اور بیہودہ کارروائیوں کو ایک حد کے اندر رکھیں جو تمام بشری قوم کو ہدایت دینے والے ہیں کی تلافی بعد میں مشکل ہو تو اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ جب بنو قنیقہ کی جلاوطنی کے متعلق یہ نوٹ لکھ چکے ہوں تب مجھے مشہور انگریزی مؤلف ڈاکٹر شمس الدین علی کی رائے کا علم ہوا۔ یہ مولف اپنی کتاب (محمد نبی اور مکران) کے صفحہ ۱۳ پر لکھتا ہے کہ:-

قبیلہ بنو قنیقہ کو جلاوطن کرنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مرکز کی مضبوطی کا اہم سبب ہے اور بعض روایات کے مطابق اس جلاوطنی کا سبب یہ ہے

کہ بنو نضیقہ کے یہودیوں اور بعض مسلمان تاجروں کے درمیان مدینہ کے بازار میں معمولی سا جھگڑا ہوا۔ اس دوران میں ایک عرب غارت ایک شہنشاہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک یہودی نے کچھ کاتے اس کے کپڑے کے ساتھ باندھ دیتے اور وہ اٹھی تو اس کے جسم کا اکثر حصہ ننگا ہو گیا۔ اور دیکھنے والے ہنس پڑے۔ اس موقع پر ایک مسلمان موجود تھا۔ اس نے اس فعل کے متکبر کو قتل کر دیا اور پھر خود بھی قتل ہو گیا۔

پھر اس واقعہ کے بعد یہودی اپنے تعلقوں میں چلے گئے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروکاروں کے ساتھ ان کا محاصرہ کر لیا۔ پھر منہ شگری واقع اس ہدایت پر عایشہ لکھتا ہے کہ:-

”اس واقعہ پر اعتماد کرنا ممکن نہیں، ایک حاستان ہے۔ امداد قسم کی بہت سی داستانیں ہم جزیرہ عرب کی قبل از اسلام تاریخ میں پڑھتے ہیں۔ ہاں یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان وہاں اس واقعہ سے نزاع ہو سکتا ہے“

پھر منہ شگری اپنی خاص رائے بیان کرتا ہوا کہتا ہے

”وہ اسباب جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے جلاوطن کرنے کے فیصلہ تک پہنچایا۔ معلوم ہوتا ہے وہ اس سرسری واقعہ سے بہت گھر سے تھے۔ یہودیوں نے اسلامی معاشرہ میں رنج لبس جلنے کی مکمل استعداد کا اظہار نہیں کیا۔ اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مقاطعہ کرنا مناسب سمجھا۔ اسکے باوجود وہ ہمیشہ ہی آپ کے ساتھ بعض انعامات سے فیضیاب رہے مگر آپ ہمیشہ نہایت احتیاط سے ان کی نگرانی کرتے رہتے تاکہ وہ آپ کے باہمی معاہدہ کی مخالفت کے باعث آپ کو کوئی موقع فراہم نہ کریں“

پھر منہ شگری ایک اور حوازی بیان کرتا ہے جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیقہ کے یہودیوں کے خلاف کارروائی کا سبب بنایا۔ وہ کہتا ہے

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ قریش مکہ کے ساتھ جو آپ کے

دشمن ہیں یہودیوں کے درستانہ تعلقات موجود ہیں (اور یقیناً اس بات کو اس سنا ہوا یہودی کے خلاف شمار کیا جائے گا۔ جو مسلمان اور یہودیوں کے درمیان طے پا چکا تھا۔ بلکہ اس کو توڑنے والا سمجھا جائے گا۔ خواہ کوئی سبب بھی ہو) اس یقین پر قائم ہیں کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طلق، خواہش کے ماتحت نہ ہوتا تھا۔ اور آپ کا ہر اقدام، الہی قواعد حق و عدل کے مطابق ہوتا تھا۔ (وما یطق من المعویۃ ان ہوا لا وحی یوحی)

جب آپ نے گفتگو اور نصیحت کو سو منہ سے پایا اور دیکھا

بنو قنیقاع کا محاصرہ

کہ ان تہرید یہودیوں کا مقدمہ تلوار کے سناٹے میں کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہونے کے بعد آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اور انہوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لے لی۔ یہ مہرت کے بعد دو برسے سال نصف شوال کا واقعہ ہے۔ یہ کامرہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی قیادت میں کیا گیا۔ پندرہ راتوں تک یہود کا محاصرہ رہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اور ان کا مورال گر گیا۔ اور انہوں نے اطاعت اختیار کرنے کے لیے مذاکرات کا مطالبہ کیا۔ پس حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مذاکرات کیے اور غیر مشروط طور پر ان یہودیوں کی سپردگی پر مذاکرات کا خاتمہ ہو گیا کہ حضور علیہ السلام ان کے متعلق جو چاہیں نہ صلہ کریں۔ اس بات کا تہا بھی ضروری ہے کہ یہودیوں کے دو قبیلوں بنو قریظہ اور بنو نضیر نے اپنے ان دینی بھائیوں کی مدد کے لیے کوئی حرکت نہیں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مرجع وہ باغی عداوت ہے جو بنو قنیقاع (خزرج کے حلیفوں اور بنو قریظہ اور بنو نضیر) اور ان کے حلیفوں کے درمیان مستحکم تھی۔

منافقین اپنے لیڈر عبداللہ بن ابی قیادت میں بڑے اہتمام

منافقین اور بنو قنیقاع

کے ساتھ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہونے والے تنازعہ کو دیکھ رہے تھے اور ان کی دلی تمنا یہ تھی کہ یہودی مسلمانوں کے خلاف بغاوت و تہریدیں کیا

ہوں، مگر ان منافقوں کو شرمندہ ہونا پڑا اور جب ان کے لیڈر نے سنا کہ اس کے حلیف بنو قنیقہ غیر مشروط طور پر مسلمانوں کے ملیں ہو گئے ہیں تو وہ بہ ہوش ہو گیا۔ چونکہ یہ عظیم مناقب (عبداللہ بن ابی اظہار اسلام کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اس کی ضیافت سے متنع ہوتا تھا۔ نیز بنو قنیقہ کے حلیف خزندہ کا ایک لیڈر ہونے کی وجہ سے اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم خزرج کے نام سے یہ التماس کیا کہ آپ بنو قنیقہ کے یہودیوں کے لیے غفوعام کا حکم صادر فرمائیں مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عرضداشت پر توجہ نہ دی۔ مگر عبداللہ بن ابی کی بار بار کی کوششوں اور پراسرار توقعات پر آپ نے ان یہودیوں کے متعلق اس شرط پر غفوعام کا اعلان کیا کہ وہ مدینہ سے جہاں چاہیں چلے جائیں۔ پس وہ اپنی جانوں اور اس مال (مصدقہ وہ لے جا سکتے تھے) کے متعلق بے خوف ہو کر شام کی طرف جلا وطن ہو گئے۔ اور ان کی جلا وطنی سے مدینہ اس عنصر سے پاک پایا گیا۔ جو شرب میں سب سے خطرناک یہودی عنصر شمار ہوتا تھا۔

بنو قنیقہ کے یہودیوں کی معافی کے متعلق منافقین کے سردار کے التماس اور الحاح کا واقعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنے اور آپ کی زرہ پچھڑنے تک پہنچ گیا جس سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم اور چشم پوشی ان لوگوں کے مقابلہ میں کس حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ جن کا مقصد آپ کو اور آپ کی دعوت کو ختم کرنا تھا اس واقعہ کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں اُمت کے احمد کے ذمہ داروں کے لیے بہترین سبق ہے۔

منافقین کے سردار کی سفارش میں کامیابی | ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ جب بنو قنیقہ کے یہودیوں نے غیر مشروط طور پر اسلام

اختیار کر لی اور ان کا انجام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آ گیا کہ آپ ان کے متعلق جو چاہیں فیصلہ کریں تو منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے آپ کے پاس جا کر کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے دوستوں (حلیفوں) سے اچھا سلوک کرنا آپ نے اس سے منہ پھیر لیا تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ کی جیب میں ہاتھ ڈالا تو آپ کا رنگ بدل گیا۔ اور آپ نے ابن ابی

سے کہا مجھے چھوڑ دو دینی میری ذرہ سے اپنا ہاتھ نکال لو اور آپ ناراض ہو گئے یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار دیکھے۔ پھر آپ نے دوبارہ ناراض ہو کر فرمایا: تیرا بڑا اہم مجھے چھوڑے، مگر منافقین کے سردار نے آپ کی بات نہ مانی بلکہ آپ کی زندہ سے چپکارا اور یہودیوں کے متعلق معافی طلب کرنے میں اصرار کرتے ہوئے کہنے لگا

”خدا کی قسم جب تک آپ میرے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کریں گے میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ چار سو ننگے سروں اور تین سو زندہ پوشوں نے مجھے احمد واسود سے روک دیا ہے۔ آپ ان کو ایک صبح کو کاٹ کر رکھ دیں گے خدا کی قسم میں وہ آدمی ہوں جو گردشِ روزگار سے خائف ہوں“

اس الحاحِ امتداد کی سلسلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے سردار کی دعا قبول کیے بغیر کوئی چلبدہ کار نظر نہ آیا۔ اور آپ نے اس کے یہودی علیوں کو یہ کہتے ہوئے صاف فرادیا: ہاں تیرے ہوئے۔

اس طرح منافقین کے سردار نے سرکش اور متمرد بنو قنیقاع کے خون محفوظ کر لیا۔ حالانکہ وہ اپنی سرکشی، عداوت کی اور ترو کی سزا میں موت کی توقع رکھتے تھے اس کے بعد انہوں نے شرب کو صبح سلامت چھوڑ دیا۔

یہود کا سب سے بڑا باغی بنو قنیقاع کے یہودیوں پر جو سزا نازل ہوئی اسی سے بقیہ یہودیوں نے کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ حالانکہ وہ شرب کے یہودیوں میں سب سے طاقتور تھے اور جب انہوں نے کھاکا اس خطناک طریق کے سوا وہ اپنے شرانہ مقابلہ کو حاصل نہیں کر سکتے تو وہ اسلام کے خلاف تدابیر کرنے اور اسے ہنوک شمشیر ختم کرنے میں زیادہ بڑھ گئے۔

شرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا باغی ابوہشور سودخور، سربراہ دار کعب بن اشرف سب یہودیوں سے بڑھ کر مسلمانوں کا استغاثہ کرتا اور انہیں چیلنج دیتا تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ایذا دیا کرتا۔ اور اس پر تو لوگوں کو آمادہ کیا کرتا تھا۔ وہ بہت اچھا شاعر تھا اور مستزاد یہ کہ وہ مسلمانوں کے احساسات کو مجروح کرتا اور ان کی عورتوں کی شہیت

کہاں اور سرزمین کے نام لے کر غزلیں کہتا تھا۔

اس یہودی کا نسب عرب کے طے قبیلہ سے ملتا تھا اور اس کی ماں بنی نغیر کے یہودیوں میں سے تھی۔ اور مدینہ کی ایک جانب وادی ہنزد کے جنوب میں اس کا ایک معبود قلعہ تھا۔ اس قلعے میں پانی بھی ہیں اور اس میں اس کی اہل اس کے اتباع کی ضرورت کی ہر چیز اسلحہ اور غلہ موجود تھا۔

باغی کا عہد توڑنا | بدر کے عظیم معرکہ میں مسلمانوں کی فتح اس کے تقض عہد اور مسلمانوں کے تباہ کرنے کی کوشش کا پہلا باعث تھا۔ اس یہودی کو جب اطلاع ملی کہ مسلمانوں کو بدر میں فتح حاصل ہوئی ہے اور اس نے دیکھا کہ زید بن حارثہ اور عہد اللہ بن رواحہ جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو فتح کی خوشخبری دینے کے لیے بھیجا تھا۔ مسلمانوں کو فتح کی خوشخبری ملے ہے۔ نیز کعب نے ان قریشی لیڈروں کے نام لٹے جو بدر میں قتل ہو گئے تھے۔ تو اس نے غصہ سے کہا کیا یہ سچ ہے؟ کیا جن لوگوں کا یہ دونوں نام لے رہے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ یہ عرب کے اشراف اور لوگوں کے بادشاہ ہیں۔ خدا کی قسم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مار دیا ہے تو زمین کا بطن اس کے ظاہر سے بہتر ہے نہ

مسلمانوں کے خلاف آگسٹانا | باوجودیکہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ طے پا چکا تھا۔ اس معاہدہ کی پابندی کے بموجب یہودیوں کو مسلمانوں کے دشمن بن کر ایک قریش کی تائید و مدد نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ اور باوجود اس کے کہ یہودیوں نے بدر اور اس کے بعد مسلمانوں سے صرف عہد کی پاسداری کرنے اور یہودیوں کو کسی قسم کی ایذا رسانی کتنے نہ دیکھا تھا۔ اس باغی کعب بن اشرف کے لالچ کینہ اور عہد شکنی نے جوش مارا اور اس نے تمام معاہدات و موافقات کو دیوار کے ایک گوشہ میں دے مارا اور حسد و سرکشی سے

طے ان دونوں کے حالات اہل کتاب غزوہ بدر میں دیکھئے۔

مہ ابن ہشام جلد ۲ ص ۵۱

مسلمانوں سے انتقام لینے کی ٹھکان لی۔

باعثی مکہ میں | کیونکہ وہ اکیلا مسلمانوں کے خلاف کوئی فہمد کی عسکری کارروائی کرنے سے عاجز تھا۔ پس وہ عرب قبائل کو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف براہِ انگیزہ کر کے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ برپا کرنے کی ترغیب دینے کے لیے لگا۔ اسی ترغیبانہ سفر میں وہ قریش کے قلعہ مکہ میں جا پہنچا اور اس کے بیڑوں سے ملا (جو اس کے دوست تھے) اور ان کے ساتھ اپنی بیٹنوں میں انہیں معرکہ بدر میں ان کے سرداروں کے قتل ہو جانے کو یاد کرانے لگا۔ اس طرح وہ ان کے کینہ کو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف براہِ انگیزہ کرنے لگا۔ اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کے جذبات بھڑکانے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کرنے لگا۔

اس نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریش کو بھڑکانے کے لیے تمام طریق اختیار کیے۔ حتیٰ کہ اس نے اشعار کو بھی بھڑکانے کا ذریعہ بنایا اور وہ ایک اچھا شاعر تھا۔ اور وہ اپنے براہِ انگیزہ کرنے والے اشعار کے ذریعے قریش کی مجالس میں پھرتا پھرتا ان کے دلوں کے پوشیدہ کینوں کو اچھالنے لگا۔ اور معرکہ بدر میں ان کے مقتول سرداروں کو انہیں یاد کرنے لگا۔ اور مکہ میں اس نے جو اشعار کہے اس میں بدر میں قریش کے مقتول کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

”بدر کی جنگ نے بدر والوں کو نہیں دیا۔ اور بدر بھیجے واقعہ پر رونا اور آنسوں بہانا چاہیئے
 وگرنہ سردار اپنے حوٹوں کے ارد گرد قتل ہو گئے۔ تم ہلاک نہ ہو۔ بادشاہ قتل ہوا ہی کرتے
 ہیں۔ کتنے ہی سفید رو، بزرگ اور خوشدل سردار اسے گئے جن کے پاس تباہ شدہ لوگ
 چاہا کرتے تھے، سب سلسلے وعدہ خلافی کرتے تو وہ کشادہ دلی سے کام لیتے، لوگوں کے
 بوجھ اٹھاتے سرداری کرتے اور جو کچھ اٹھاتے۔ لوگ کہتے ہیں ان کی مصیبت سے
 خوش ہوں، ابنِ اشرف جزیر خزع کر رہا ہے۔ کاش جس گھڑی وہ قتل ہوئے زمین اپنے
 اہل کو لگلی لیتی اور پھٹ جاتی“

پھر اس نے خاص طور پر ابو جہل کا مرنیہ کہتے ہوئے کہا:

”مجھے بتایا گیا ہے کہ شام بنی مغیرہ ابراہیم کے قتل سے ذلیل اور نیکے ہو گئے ہیں۔“
اس کے علاوہ بھی اس نے نظم و نثر میں بہت کچھ کہا ہے۔

بلاشبہ فصیح شعر، عربوں کے دلوں کو متاثر کرنے والا سب سے بڑا مؤثر ذریعہ ہے شعر کو شاعر کی مرضی کے مطابق لوگوں کے دلوں میں تحریک کرنے اور جذبات کو بھڑکانے میں بددلتی حاصل ہوتا ہے اور خصوصاً اس دور میں جب عرب (بغیر کسی استثناء کے) شعر کے ذوق اور فہم اور فصاحت میں حد درجہ کم پینچے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بلاغت کے میدان میں نہایت حساس اور متاثر ہونے والے تھے اس میں کچھ شبہ نہیں کہ قبائل کے درمیان چکر لگانے میں کعب بن اشرف کی گفتگوؤں اور ترغیبات کے علاوہ اس کے اشعار کا بھی بڑا ہیچان خمیز اثر ہوا۔

اور اس امر میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ کعب بن اشرف کا یہ ترغیبی عمل اس کے اُحد کا تہیہ عمل، یا وہ کارگر عمل ہے جس نے اس فیصلہ کن سرکہ کی تیاری میں اہم پارٹ ادا کیا ہے۔ سرکہ بدر کے تقریباً ایک سال بعد قریش، یثرب میں مبتلا مسلمانوں کے صحن میں لے آئے تھے۔ ابھی یہ نہایت یہودی مسک سے واپس نہیں لوٹا تھا کہ مکہ میں یہ فیصلہ ہو گیا کہ مسلمانوں کے گھر کے صحن میں ان سے جنگ کی جائے۔ اور بلاشبہ کعب بن اشرف نے قریش سے وعدہ کیا کہ جب وہ مسلمانوں سے جنگ کے لیے تیار ہوں گے۔ تو وہ ان کی مدد کے لیے ہاتھ بڑھائے گا۔ مگر خدا تعالیٰ سرکہ اُحد کے ہیا ہونے سے قبل ہی اس کی روح کو جلد و زخ میں لے گیا۔

یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب کعب مدینہ واپس آیا تو اس کا شر بڑھ گیا اور مسلمانوں کے وجود کے لیے اس کے خطرہ ہونے میں اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ وہ تمام یثرب کی سلامتی کے لیے خطرہ بن گیا تھا۔ اس لیے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف حکم کھلا ترغیبات اور تمذبات کرنے لگا۔ اور اس پر سزا دی کہ وہ اپنے مالی تسلط سے امن برباد کرنے اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دینے لگا۔

۱۔ کتاب مجملہ محمد رسول اللہ جلد ۲ ص ۲۴۶ از سید عبدالعزیز نقاشی میں لکھا ہے کہ جب حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ذی قحط) لے

آپ نے اس باغی اور رجا برہمہودی کے چیلنجوں، دھمکیوں اور ایذارسانیوں پر لمبا زمانہ صبر کیا۔ حالانکہ اس نے آپ اور آپ کے اصحاب سے سوائے عہد کی پاسداری اور کچھ نہ دیکھا تھا۔

اور جب کعب بن اشرف، عہد شکنی اور اعلانِ نبہ و شنی اور جنگی تیاریاں اور اس پر ترغیب کے اس مقام تک پہنچا جس کے جوتے ہوئے کوئی معاہدہ باقی نہیں رہتا تو حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ اس یہودی کی سرکشی کو روکن ضروری ہے تاکہ نیشرب کا معاشرہ کے شر سے نجات پائے کیونکہ اس کا اس طرح آزادانہ طور پر جنگ کی ترغیب دیتے چھڑنا اندامین کو برباد کرنے کے لیے کام کرنا نیشرب کو داعیِ اضطراب میں مبتلا کر سکتا تھا اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد شکن اور سرمد یہودی کے قتل کا فیصلہ کیا اور اس کے قتل کے لیے شہزادہ حوالہ محمد بن مسلمہ کو مقرر کیا اس نے چند انصاری نو جوانوں کے ساتھ اسے اس کے کلب سے باہر ہی قتل کر دیا جس سے اس کا خاتمہ ہو ہو گیا بن کی شرح طویل ہے۔

باغی کے قتل کے بعد یہودی کی خاموشی | بقیہ یہودیوں کو سکون آگیا اور وہ گھبراہٹ سے بھرتی خبریں اڑاتے ہوئے دوبارہ اپنے ملکوں میں گھس گئے اور ہرج و مرج و تباہی کھانے لگے، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امن و استقرار کو برپا

دیکھ کر (مفسر کا لفظی حاشیہ) مرنے آئے تو خونی قیام اور بزرگ ریل کے علماء حسبِ عادت کعب بن اشرف سے انعامات لینے کے لیے آئے تو اس نے انہیں کہا کہ تمہارے پاس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا علم ہے انہوں نے کہا یہ وہی ہے جس کے ہم منتظر تھے ہم اس کی صفات کے مشکو نہیں ہیں تو اس نے سختی سے جواب دیا اور کہا تم بہت سے حال سے غرض ہو گئے ہو سپاہِ اہل کے پاس واپس چلے جاؤ کیونکہ میرے والدین لوگوں کے بہت سے حقوق ہیں۔ پس وہ ناکام و نامراد واپس لوٹ گئے پھر کچھ مدت کے بعد کہہ پاس آئے اور کہنے لگے ہم نے آپ کو جو پہلے المار دیکھی اس میں سے عطی ہوئی ہے ہم نے جب اپنے علماء سے معلوم کیا تو انہوں نے ہمیں جاری غلطی بتائی اور کہنے لگے یہ وہی نہیں ہے کہ اشتداد ہے جس وہ ان سے واضح ہو گیا اس لیے اس سے صلہ رحمی کرنے لگا اور ان کے فرمان کے سرور علماء کو بھی اپنے مال سے حصہ دیا اور وہ اپنے شمار میں حضرت عیسیٰؑ کو بھی لکھا اور یہودی کو اپنے خلاف برائگی نہ کرتا تھا اور انہیں آپ سے جنگ کرنے اور آپ کی ملامت پر مجب کرنا تھا۔

کرنے والی کوششوں کے مقابلہ میں یہ دانشمندانہ اقدامات اختیار کیے جو مصلحتِ امت کے متقاضی تھے اور جنہیں ہر تہذیب کا رفقہ کے مقابلہ میں اختیار کرنے کو قرآنی نصِ مبراۃ واجب کرتی ہے تو ان پر غوثِ چھا گیا۔ یہ نص، عہد شکنی اور غداری کی بنیادوں کو جلد ختم کرنے اور اس کی حرکت کو اس کے شر کے بڑھنے سے قبل شل کرنے کو واجب کرتی ہے۔

فاما تخافون قوم غیانا فانبد الیہم علی سواہان اللہ لا یحب النبیین
جو قبیلہ کے عہد شکن یہودیوں کا معاملہ کرنا پھر انہیں مدینہ سے جلا وطن کرنا اور عہد شکن اور مترو اور باغی کعب بنی اشرف کو قتل کرنا ایک سخت سبق تھا جسے یہودیوں نے اچھی طرح یاد رکھا پس انہوں نے عاجزی اختیار کر لی کیونکہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم طلعت کے پر امن و مستقر اور دعوتِ توحید کو تخریب کاروں کی خرابی اور فکٹیر مشپ سے کے ذمہ دار اقول ہیں اور جب نرمی، رواداری، نصیحت اور مہربانی کوئی فائدہ نہ دیا تو وہ امن و استقرار سے کیسے والوں اور معاہدات کا احترام نہ کرنے والوں کے مقابلہ میں طاقت کے اشغال کا طریق اختیار کریں گے۔ یہ لوگ معاہدات کا احترام اسی وقت کرتے ہیں جب انہیں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان سرے اور فیصلہ کن نزبات کے بعد جنہیں حضرت
مدینہ میں حالات کا روبرو ہونا
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فکٹیر مشپ، غداری اور عہد شکنی کے اڈوں پر لگایا، یہود نے اطاعت اختیار کر لی اور ایک محدود وقت تک انہوں نے کسی قسم کی آویزش کا اظہار نہ کیا۔ اور یہودیوں اور منافقوں کے خاموشی اختیار کر لینے کے بعد اس تمام عرصہ میں اندرونی حالات روبرو ہو گئے نیز انہوں نے یہ اظہار بھی کیا کہ وہ اپنے عہد کے پابند ہیں۔

اس داخلی سکون نے مدینہ سے باہر رہنا ہونے والی متوقع دھمکیوں کے مقابلہ کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع فراہم کیا، خصوصاً ان اعراب کی دھمکیوں کے مقابلہ کے

یہ جو شرب کو گھیرے ہوئے تھے اور ان قریش کے مقابلہ کے لیے جن کے متعلق مسلمانوں کے دل سے یہ بات ابھی غور نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس عظیم ذلت سے ہرگز خاموش نہیں رہیں گے جو ان کی فوج پر مرکب ہر میں نازل ہوئی تھی جس نے ان کے سرداروں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ نیز جس نے تمام جزیرہ عرب میں ان کے سیاسی اور روحانی تسلط کو بگاڑ رکھ دیا تھا۔ اور یہ مسلمانوں کے خلاف وسیع انتقامی جنگ کا ایک ضروری پوائنٹ ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بیرونی خطرہ | رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سرعت و محنت

اور عزم و شجاعت سے بیرونی خطرات کا مقابلہ کیا یہودی تحریک کا دن اور فتنہ برداروں کے خاتمہ سے شرب کے اندر سکون و اطمینان کے قائم کرنے کے بعد آپ نے بیرونی دشمنوں کے مقابلہ کے لیے پانچ فوجی دستے بھیج دیے چار کی قیادت آپ نے خود وراثی بن دستے ان اطراف نجد کے مقابلہ میں بھیجے جو مدینہ کی مشرقی جانب تھے اور ایک کے ذریعے آپ نے قریشی ہتھیاروں کو اکٹھا کیا جو اہل مدینہ کی سرکردگی میں آئے تھے اس سے جنو فیصر کے ایک سردار سلام بن شکم نے مدد مانگی تھی۔ تاکہ وہ اسے مسلمانوں کی کمزوریوں سے آگاہ کرے۔

پانچویں بیرونی دستے کی قیادت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام زید بن حارثہ کی اس دستہ نے قریش کے اس قافلہ پر قابو پایا جو مدینہ کے مشرق میں جدید راستہ کو طے کر کے شام سے مکہ کے راستے پر وارد ہوا تھا،

ان پانچوں دستوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ اور یہودیوں کے دلی کینوں پر بڑا اثر ہوا اور منافقین کے دلوں پر بھی مہیت چھا گئی۔ آپ نے نجد میں اطراف پر سر بلع اور اس باختمہ کرینے والی ضروری لٹائیں جن سے ان کے گھروں ہی میں ان کی جمعیت پر لیٹان ہو گئی۔ اسی طرح آپ نے قریش پر حملہ کر کے ان کو عظیم مادی نقصانات پہنچائے جنہوں نے قریش کو کمزور کر دیا۔

امجد کی شکست کے بعد کا موقف | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام داخلی اور خارجی فتوحات اس زمانے میں حاصل کیں جو عمر کے

بدرد امجد کا درمیان زمانہ ہے، جب اسلامی فوج کو عمر کے تکلیف دہ شکست ہوئی تھی کے باعث مسلمانوں کے بہترین شہر جاثارہ پر چھپرے کی گھیرت رہے جن کی آج بہت ضرورت تھی تو یہودیوں نے بھی مسلمانوں سے چھپرے چھڑا کر کھانے کی گھڑائی کی۔ اس شکست کے بعد سرے سے یہودیوں کے دلوں میں عہد شکنی اور غداری کے پوشیدہ ارادوں نے انگڑائی لی اور اس شکست نے انکی حوصلہ افزائی کی۔ اور ان کے دلوں میں امید پیدا کر دی۔ اور معاملہ اس طرح خراب ہو گیا کہ یثرب کی اسلامی چھاؤنی کو امجد کی شکست کے چند ماہ بعد دو مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ ان دونوں مصیبتوں میں بنجد و حجاز کے لڑاکوں کے ہاتھوں مدینہ سے زیادہ آدمی دھوکے سے قتل ہو گئے۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب غزوہ احزاب کی فصل اول میں واقعہ ریحہ اور یثربہ میں مفصل بیان کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان بنی نغمہ انگیز واقعات میں ایک سال میں ایک سو بائیس سے زیادہ مسلح قیدیوں کو کھو دیا۔ اور یہ ہیں پتہ چلتا ہے کہ نوموود مسلح اسلامی افواج کی کل تعداد ان فیصلہ کن گھڑیوں میں آٹھ سو جانبازوں سے زیادہ نہ تھی تو یہ نقصان بڑا خوفناک اور گہرا صدمہ پیدا کرنے والا لگتا ہے۔

نئے سرے سے یہودیوں کی سرگرمیاں | اس بات نے بلا کی نذرانے کے یہودیوں کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ عہد جدید کے خلاف اپنی

گھناؤنی سرگرمیوں کو دوبارہ شروع کر دیں پس وہ نئے سرے سے انگڑائیاں لینے لگے۔ اور انہوں نے منافقین سے رابطہ پیدا کیا اور اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور وسیع کامیاں کرنے لگے۔ خصوصاً حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف، اور انہوں نے دوسری بار ثابت کر دیا کہ جو معاہدات وہ دوسروں سے کرتے ہیں ان کی نظر میں ان کی حیثیت کا غدر پر سیاہی کی ہوتی ہے جب وہ معاہدات ان کے مفاد میں ہوں تو وہ اس کا پابندی کرتے ہیں۔ اور اس وقت تک اس کی پابندی کرتے ہیں جب تک انہیں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

بنو نضیر کی عہد شکنی

اس دفعہ بنو نضیر کے یہودیوں نے عہد شکنی کرنے اور مسلمانوں سے غداری کرنے اور ان کا خاتمہ کرنے میں پہل کی خواہ یہ خاتمہ قوت کے استعمال اور غور و خیز کرنے اور قتل عام کرنے یا اعلان جنگ کرنے کے ذریعے ہو۔ اس امر پر ان کی حوصلہ افزائی اس بات نے کی کہ مسلح اسلامی افواج کو اُمتد، رجب اور ربیع الثانی میں زبردست نقصان اٹھاتے پڑے۔ اور اس کے علاوہ مکرر اُمتد کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بڑے بیرونی خطرات کا مقابلہ کر رہے تھے جن کی اصلاح کا کام آپ نے فری طبر پر شروع کر دیا۔ یہ خطرات ان حمازی اور نجدی اعراب کی جانب سے تھے۔ جنہوں نے یہودیوں کی طرح، مسلمانوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں دوبارہ شروع کر دی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو جنگ اُمتد کی شکست کے بعد کمزوری نے آ لیا ہے اس لیے وہ ان میں دلچسپی لینے لگے۔

یہ اعراب بعد سے بنی اسد کی امداد جمانے سے ہذیل کی فوجیں اٹھی کر کے مسلمانوں کو ختم کرنے اور مدینہ کے احوال، کھیتوں اور چھلوں پر قبضہ کرنے کے لیے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرنے لگے جس سے مجبور ہو کر حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس خطرے کو دور کرنے اور فوج کے یثرب کی طرف مارش کرنے سے قبل اس کے اکٹھا ہونے کی جگہ پر اسکو غمگن کرنے کا بڑا اہتمام کرنا پڑا۔ آپ نے بنی اسد کی کوششیں کرنے اور ان کے گھر پر انہیں مارنے کے لیے اپنے ایک صحابی کی قیادت میں ایک فوجی دستہ بھیجا اسی طرح آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک جانباز فدائی کو حماز کی طرف بھیجا کہ وہ ہذیل فوج کے سالار کو اس کی فوجوں کے مارش کرنے سے قبل قتل کر دے۔ اس طرح حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بیرونی جنگ کے خطرے سے بچنے میں کامیاب ہو گئے۔ کیونکہ آپ کی فوج کے سالار نے اس قبیلہ کے گھروں تک پہنچ کر بنی اسد پر قابو پا لیا اور مارش کرنے سے قبل ہی اس کی فوجوں کو تتر بتر کر دیا۔ اور آپ کے جانباز فدائی نے ہذیل فوج کے سالار کو حماز میں، فوج کے مدینہ کی طرف مارش کرنے سے قبل ہی قتل کر دیا جس سے ہذیل اور اس کے حلیفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے سے روک گئے۔

سریع اور کامیاب کارروائیوں سے جن کے ذریعے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیرونی خطرات کو دور کیا۔ یہودی گھنائونی کارروائیوں پر کوئی بڑا اثر نہ پڑا اور وہ مسلمانوں کے غلامت اپنی تخریبی اور دشمنانہ کارروائیوں کو مسلسل جاری رکھے۔ ان باتوں پر انہیں غم انگیز واقعات نے جرات دلائی جو اُحد کی شکست کے بعد چند مہینوں میں مسلمانوں کو پیش آئے تھے۔

بڑے معونہ کارروائیوں کا واقعہ | پھر سات سال مفر کے پینے میں جنگ اُحد سے فقط چار ماہ بعد نومبر ۶۲۷ء میں اسلام پر ایک خوفناک مصیبت نازل ہوئی جس کے مدد انگیز اور عمیق اثرات، اُحد کی مصیبت سے کم نہ تھے۔ نجد سے بنی عامر کا ایک سردار جعفر بن ابی اسلم (جس کا لقب ملاعب الاسنتہ تھا) حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ کی تعجب انگیز باتیں سنیں مگر اسلام نہ لایا۔ لیکن اسلام سے درمیانی نہ رہا۔ پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اپنے اصحاب کی ایک جماعت نجد کی طرف بھیجیں۔ جو لوگوں کو اسلام کی دعوت دے۔ اور اس کے حقائق و اہداف کو لوگوں پر واضح کرے۔ شاید وہ اسے قبول کر لیں۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے بارے میں اس خوف کا اظہار کیا کہ کہیں اہل نجد ان سے بد عہدی نہ کریں تو عامر سردار نے اعلان کیا کہ وہ جب تک وہاں رہیں گے اس کے پناہ میں ہوں گے۔ اندھیلوں کے ہاں پناہ کی بڑی عظمت ہوتی ہے اور وہ امن و حمایت کا اقرار نامہ ہوتی ہے اور پناہ دینے والا جس شخص کو پناہ دیتا ہے اس کے لیے اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔

چونکہ ملاعب الاسنتہ بنی عامر کے عظیم لیڈروں سے تھا اور اپنی بات میں سچا بھی تھا۔ اس لئے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان حاصل ہو گیا اور آپ نے اس کی تجویز سے اتفاق کیا اور اس کی پناہ میں نجد کی طرف اپنے ستر بہترین بہادر اور کبار فقہ اور قرہ صحابہ کو دعوت اسلام دینے اور ان علاقوں میں پر امن تبلیغی فوج لے کر بھیج دیا۔ لیکن دشمن خدا مازین طویل عاصری جو ایک کم عقل بے وقوف، بت پرست و جہان تھا اس نے اپنی قوم کے بعض اشرار اور بعض دیگر ہمسائے قبائل کو جن کی تعداد ایک ہزار تھی ان کی ہمت کی۔ پس اس نے مسلمانوں سے

بدعہدی کی حالانکہ وہ اس کے چپاکا پناہ میں تھے۔ انہوں نے اچانک ان پر حملہ کر دیا اور ان کی جاننازائے مقاومت کے بعد ان سب کو قتل کر دیا۔

مہیبت کے اثرات | اس دورہ انگیز واقعہ سے یثرب کا اسلامی معاشرہ ہل گیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے بہت متاثر ہوئے مگر منافقین اور یہودیوں کو اس سے بڑی خوشی ہوئی اور اس خوشی کے اثر سے شیطان نے بنی نضیر کے یہودیوں کے نقصانوں میں چھونک ادا کی تو ان کے دلوں میں شر، عہد شکنی اور غداری کے جذبات چمکنے لگے اور وہ اندر سے فو تیزی دکھانے لگے۔ اور دوبارہ اپنی خبیث سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ اور نجد کے علاقہ میں بڑھکونہ کے مقام پر مسلمانوں پر جو جدید مہیبت نازل ہوئی اس سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے انہوں نے اس دفعہ اپنی مجبوانہ کارروائیوں میں وسعت پیدا کر دی اور اسی طرح کی ایک اور مہیبت اس کے بعد ان پر ذات الرجب میں نازل ہوئی۔

ان یہودیوں کی جرأت یہاں تک بڑھی کہ انہوں نے تاریک کے بھیانک ترین جرم کے ارتکاب کا منصوبہ بنایا۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا تھا۔ نجد کے دیار بنی عاصر میں مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی اس نے بنو نضیر کے یہودیوں کو موقع فراہم کیا اور انہوں نے اپنے گھروں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے مجرمانہ منصوبے کا پختہ ارادہ کر لیا، مسلمانوں کا ایک آدمی (عمرو بن امیہ ہنفری) مدینہ سے باہر رہتا تھا اس نے بنی عاصر کے ان دو آدمیوں کو قتل کر دیا جو آپ کے صحابہؓ کے ساتھ بدعہدی کرنے میں شامل تھے۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے مسلمانوں کا بدلہ لیا ہے۔ اسے اس بات کا علم نہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو امان دی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے اور اس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جس کے آدمیوں نے ستر صحابہ سے بدعہدی کی تھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و یار بنی نضیر میں | حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ فقہاً اور

رد ما معاہرات کی تنقید و وفا کرتے تھے آپ نے ان دونوں عاریوں کے خون کو جو غلطی سے قتل ہو گئے تھے رابہرگان نہیں جانے دیا بلکہ اس قسم کی حالت کے معاہرات کے اصول کے مطابق

آپؐ نے فیصلہ کیا کہ ان دونوں کی دیت ان کے اہل کو دیار بنی عامر میں بھیجی جائے۔ جو آپ کے ستر صحابہ کے ساتھ بد عہدی کرنے میں شامل تھے۔ حالانکہ وہ ان کے سردار طلحہ و زید بن ابی اسد کی پناہ میں تھے۔

اس مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ دیار بنی نعیر میں جائیں جو مدینہ سے کئی میل کے فاصلہ پر تھے آپ ان کے پاس غیر مستحکم جنگ کی تیاری کے بغیر گئے۔ کیونکہ آپ کے اور ان کے درمیان عدم جارحیت کا معاہدہ تھا۔ بلکہ مدینہ کے مشترکہ دفاع کا بھی معاہدہ تھا۔ اس لئے آپ مطمئن ہو کر ان کے پاس گئے آپ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ آپ کو کوئی گزند پہنچائیں گے۔

دیار بنی نعیر میں آپ کی آمد کا سبب یہ تھا کہ ان یہودیوں کے ساتھ رآہیں کے باہمی معاہدے کی رو سے اور ان کے بنو عامر کے حلیف ہونے کی رو سے، بات چیت کی جائے۔ کہ وہ ان دو عامری مشرک مقتولوں کی دیت کی ادائیگی کی جائے۔ جنہیں عمرو بن امیہ غمری نے عہد کا علم نہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا تھا۔

عظیم موقع | جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ یہودی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے اور ہر گز جنگ کے بغیر آپ کی ذات سے نبوت حاصل کرنے کے بیڑے مناسب موقع اور وقت کی تلاش میں تھے کیونکہ وہ یثرب میں مسلمانوں کے خلاف اس قسم کی جنگ میں شمولیت سے بہت ڈرتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیس اپنے اصحاب کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ ان کے گھروں میں پہنچے تو ان مجرم یہودیوں کو بہت بڑا موقع ہاتھ آ گیا۔ اور انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے پر ایک کر لیا۔ اور انہوں نے فوراً اس موقع سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں عاریوں کی دیت کے متعلق ان سے گفتگو کا آغاز کیا تو انہوں نے آپ کے مطالبہ کو قبول کرنے میں ذرا تردد نہ کیا اور کہنے لگے ”ہاں اے ابوالقاسم آپ نے جس بائیس میں ہم سے مدد طلب کی ہے ہم اس میں آپ کی مدد کریں گے“

ان یہودیوں کی طرف سے قبولیت کا یہ اعلان ایک دھوکہ تھا جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن ہو کر ان کے گھروں میں ٹھہرے رہیں۔ تاکہ وہ مدینہ سے دوران کے قتل پر قہرمت حاصل کریں اور حکماً انہوں نے اپنے جتنی منصوبے کی تہفید کے لیے کام شروع کر دیا۔ جسے انہوں نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے تیار کیا تھا۔ اور اس مال کو جمع کرنے کا کام شروع نہ کیا جو دو طریقوں کی وسیت کی اور ایسی ہی جس کے طور پر انہوں نے پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو روک لیا اور حضور علیہ السلام پر حقیقت واضح کر دی اور حضور کو معلوم ہو گیا کہ وہ آپ کے قتل کی گھنڈی سازش کر رہے ہیں۔ پس اللہ نے آپ کو اس سازش کے شر سے بچالیا اور وہ اسی طرح کہ قبل اس کے کہ یہودی اپنے عذاری اور بد مہدی کے منصوبے کی تہفید کی قہرمت پاتے آپ نے نہایت بہادرت کے ساتھ ان یہودیوں کے گھروں کو بھجھوٹنے کی طاقت حاصل کر لی۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچتے ہی بنی نضیر کے یہودیوں نے ایک میٹنگ کی۔ اور اس میٹنگ میں آپ کے قتل کرنے اور آپ سے نجات حاصل کرنے کے موضوع پر بحث کی۔ انہوں نے آپ کے مدینہ سے اکیلے دور ہونے کو قیمت جانا اور اسی وقت آپ کے قتل کی تجویز پیش کرنے والے ایک آدمی نے کہا (اور میرے خیال میں وہ جی بنی نضیر تھا) (مطلب تھا)

”خدا کی قسم، تم اس آدمی کو اس جیسی حالت میں کبھی نہ پاؤ گے“

اور ایک مؤرخ نے (میرے خیال میں وہ ابن سعد ہے) بیان کیا ہے کہ بنی نضیر کے ایک سردار اور عالم نے (جو کہ سلام بن مہکم تھا) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تجویز پر شدید معارضہ کیا اور کہا، ”ایسا نہ کرنا خدا کی قسم تم نے جو ارادہ کیا ہے اسے اس کی خبر ہو جائے گی اور یہ ہمارے باہمی معاہدے کی خلاف ورزی ہے“

مگر ابن مہکم کے معارضہ کو رد کر دیا گیا کیونکہ میٹنگ کے ہوا والوں نے فیصلہ کیا کہ سازش کو جی اٹھان

بسرعت تمام علی ہامہ پہنایا جائے اور عملاً انہوں نے نفاذ کا کام شروع کر دیا، انہوں نے قتل کا کام اپنے ایک مجرم کے سپرد کیا اور اسے کہا کہ وہ اس قلعے کی چوٹی پر چڑھ جائے۔ جس کے سلسلے میں حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ان پر ایک پٹان گرا دے جو اسی وقت آپ کا کام تمام کر دے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس سازش کی تنفیذ سے حضور اعرصہ قبل آپ کو اطلاع دے کر اس سے نجات دیدی اور آپ نے اس سازش کے آخری مرحلہ کے آغاز سے قبل ہی اس جگہ کو چھوڑ دیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ سازش کی اطلاع حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان سے ملی تھی

اس طرح مجرم یہودی رسوا اور شرمندہ ہوئے اور مٹا کر لئے گئے کہ کاش وہ سلام بن مظلم کے معارضہ پر کان نہ دھرتے جس نے انہیں نصیحت، انداز اور افتاء کیا تھا کہ اگر وہ سازش کے پروگرام پر کار بند ہے تو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سازش کا انکشاف ہو جائے گا۔

عجب حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سازش کا انکشاف ہو گیا

عجاصہ بچہ جلا وطنی

تو آپ مدینہ واپس آ گئے پھر آپ نے بنی نضیر کے یہودیوں کو انتباہ

دیا کہ وہ یثرب سے جلا وطن ہو جائیں۔ اور اس کے لیے آپ نے انہیں دس دن کی ہمت دی آپ نے مشہور صحابی حضرت حمزہ بن سلمہ انصاری کو بلا کر لایا، بنی نضیر کو ہاکر کہہ دیا کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف سے بھیجا ہے کہ میرے شہر سے نکل جاؤ تم نے بد عہدی کا ارادہ کر کے اس عہد کو توڑ دیا ہے جو میں نے تمہیں دیا تھا، میں نے تمہیں دس دن کی ہمت دی ہے۔ اس کے بعد جو یہودی نظر آیا ایک لڑکے قتل کروں گا۔ یہودیوں نے آپ کے انتباہ کی پرواہ نہ کی اور اعلان کر دیا کہ وہ آخری دم تک مطاعہ کریں گے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معاہدہ کر لیا اور وہ آپ کے سامنے ٹھہر دئے اور ابھی ان کے معاہدہ پر فقط بیس روز کے قریب ہی گزرے تھے کہ انہوں نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اطاعت اختیار کرنے کے لئے مذاکرات شروع کر دیئے اور مذاکرات کا اختتام اس معاہدے پر ہوا کہ

بنی نضیر کے یہودی شیرب سے مکمل طور پر جلا وطن ہو جائیں اور تیاریوں کے سوا اپنے حوامر اور اہل و عیال کو رہا کر دے جاسکتے ہیں۔ جائیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلا وطنی کے وقت ان یہودیوں کو ضمانت دی کہ مسلمانوں کی حکومت کے ماتحت علاقہ سے گزرنے تک ان کے جان و مال محفوظ رہیں گے۔

اور اٹلیہ یہودی مکمل طور پر جلا وطن کر دیئے گئے۔ سوائے ان دو آدمیوں کے جو ان میں سے اسلام لے آئے تھے، جلا وطنی کی کارروائی کی تکمیل کے بعد ان یہودیوں کی اکثریت خیبر میں آباد ہو گئی اور ان میں سے حقوڑے سے آدمی، شام چلے گئے اور بنی نضیر کے یہودیوں کی جلا وطنی کے بعد شیرب کے علاقہ میں یہودیوں کا صرف ایک قبیلہ بنو قریظہ باقی رہ گیا۔ جس کے مردوں اور عورتوں کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی، بنی قریظہ کا بیان ہے کہ بنو قریظہ کے یہودیوں نے بنی نضیر سے مل کر مسلمانوں سے جنگ کی تھی، مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے بنی نضیر کے یہودیوں کی جلا وطنی کے وقت انہیں معاف فرما دیا۔ اور بنی نضیر کے واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پوری سورہ حشر نازل فرمائی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْكُمْ وَأُولَئِكَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَا قَوْلَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَ
خیبر مدینہ کا مرکز | خیبر مدینہ کے شمال مشرق میں واقع ہے (جزیرہ عرب میں شیرب کے بعد یہودی اکٹھ کا دوسرا مرکز تھا۔ شیرب کے یہودیوں اور عربوں کے درمیان (اوس اور خزرج) لگواؤ کا آغاز ہوا اور ظہور اسلام سے عربوں قبل شیرب پر قبضہ کے لیے ان کے مدد میں جنگیں ہوئیں، لیکن خیبر کے داخل یہودیوں کا اسی زرعی سرسبز عربی زمین پر مکمل قبضہ رہا۔ اور کسی عرب کو طاقت نہیں ہوئی کہ وہ اس پر قبضہ کے بارے میں ان سے نزاع کرے۔ جیسا کہ شیرب میں یہود کے ساتھ ہوا۔

اس لحاظ سے خیبر (مسلمانوں کے ہاتھوں سقوط تک) جزیرہ عرب کے قلب کے اندر ایک یہودی کالونی سے مشابہ تھا۔ اور یہود کو اس پر مکمل تسلط حاصل تھا جہاں ان کی مسلح

افواج کی بڑی تعداد رہتی تھی۔ اس لیے بنی نضیر کے یہودیوں کی اکثریت کی توجہ جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بثر ب سے جلاوطن کر دیا تھا اس طرف تھی۔ اور یہ یہودی خیر میں اتر پڑے تو اہل یان خیر نے جو ان کے بھائی بند تھے انہیں خوش آمدید کہا اور بنی نضیر کے جو یہودی اپنی قوم کے ساتھ خیر میں اترے ان کے لیڈروں میں جی بن اخطب سلام بن ابی الطیف اور کنانہ بن ربیع تھے۔

بنی نضیر کا خیر پر تسلط | بنی نضیر کے یہودی جزیرہ عرب کے سرمایہ دار یہودیوں سے زیادہ سرمایہ دار تھے اور وہ بثر ب اور اس کے قرب و جوار کے علاقے کی اقتصادیات پر پوری طرح حکمرانی کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے لیڈر عقل مندی تدبیر اور خاص طور پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کبدہ دہی میں بھی ممتاز تھے لیکن جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے محاصرہ کے بعد انہیں مدینہ سے جلاوطن کیا تو آپ نے ان کے معاملہ میں کوئی سختی نہیں کی۔ آپ نے انہیں مقدور بھر مال اٹھا کر لے جانے کی اجازت دی اور وہیم زمانہ سے یہودیوں کے متعلق یہ بات شہور ہے کہ یہ اکثر سونا چاندی ہی جمع کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان یہودیوں نے بیسیوں اونٹ پر بھاری بوجھ لٹے اور اپنے ساتھ تمام ملوکہ سونا چاندی بھی اٹھا کر لے گئے۔ اور یہ ایک بہت بڑی چیز ہے۔ حتیٰ کہ ان کا ایک لیڈر سلام بن ابی الطیف بیل کے چمڑے میں جو سونے چاندی سے بھرا ہوا تھا ایک بہت بڑا خزانہ اٹھا کر اپنے ساتھ خیر لے گیا۔ اور وہ غصے سے اس خزانے کو مارتا اور کہتا (گویا وہ مسلمانوں کو جنگ کی دھمکی دے رہا ہے) اسے ہم نے زمین کو زیر و زبر کرنے کے لیے تیار کیا ہے۔

خیر میں بنی نضیر کے نزول سے ان یہودیوں کو نئے سرے سے قوت و طاقت کا احساس ہوا۔ خاص طور پر خیر کے یہودی ان کی مالیاتی قوت کے باعث ان کے ماتحت ہو گئے اور بنی نضیر کے جی بن اخطب، کنانہ بن ربیع، اور سلام بن ابی الطیف جیسے سردار حقیقی مسنوں میں خیر کے سردار بن گئے۔

مدینہ میں یہودیوں کو جو تکلیف پہنچی اور امریت، غداری اور عہد شکنی کے نتیجے میں جلاوطنی کی جو سزا ان پر نازل ہوئی اس سے انہوں نے کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ اور مدینہ سے جلاوطنی کے

وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ فری اور رواداری کا جو سلوک کیا اور انہیں مقدور
عہد شکنی ان کی فطرت اور خون میں رچی بسی ہے اس لیے وہ ان کے مال و طریق کی طرف سے آئی یعنی
دوسرے کا دی، اقتد برداری، آمریت اور مسلمانوں کے خلاف جنگیں چھڑکانے کی طرف۔

یہود اور غزوہ احزاب | خبر کے سرداروں کو جو بنی نضیر میں سے تھے اور یثرب سے
جلا وطن تھے۔ یثرب کی طرف واپس جانے اور نئے سرے

سے اس پر تسلط حاصل کرنے کے خواب آنے لگے اور تب انہوں نے دیکھا کہ خیبر ان کا صلح
ہو گیا ہے تو وہ اپنے خوابوں کے ساتھ زیادہ چمٹ گئے اور اپنی مگر ای میں لاپرواہ ہو گئے۔ پس
انہوں نے اپنے ارد گرد قوت اور یگانگت کو دیکھا جسے انہوں نے یثرب میں اپنے دینی بھائیوں میں نہ
دیکھا تھا تو انہوں نے از سر نو مسلمانوں پر تسلط حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی اور مسلمانوں
کو ضرب لگانے کے لیے تیاری کرنے لگے۔ اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ایسی قاتل ضرب ہو کہ
اس کے بعد انہیں زندگی نصیب نہ ہو۔

ابھی انہیں خیبر آئے چند یوم ہی گزے تھے کہ انہوں نے خیبر کے لیڈروں کے اتفاق کے
ساتھ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے مقابلہ میں یثرب میں نئے
سرے سے تسلط حاصل کرنے کے منصوبے تیار کرنے شروع کر دیے۔ اور اس کوشش و تیاری
کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی خیبر میں ان کے قیام پر چار ماہ بھی نہیں گزے تھے کہ وہ ایک خوفناک ہمہ گیر
منصوبے کے ساتھ نکلے جس کے ساتھ انہوں نے یثرب کی طرف واپسی اور اس کی کامیابی کی صورت
میں اسلامی وجود کو ملبا میٹ کر دینے کی امیدیں وابستہ کی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں
سے نجات حاصل کرنے کے لیے ایک عظیم اور ہمہ گیر جنگ کا منصوبہ بنایا۔ جس کا مقصد مدینہ و یثرب
(۱) بھڑکھڑانے کے وہ سب قبائل جو اسلام دشمن ہیں ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف جو بغض
و کینہ پوشیدہ ہے اُسے بھر نکلنے کی کوشش کی جائے اور انہیں لوٹ مار کرنے اور مسلمانوں سے
نجات حاصل کرنے کے لیے مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے پر برا بھلا بھیجا جائے۔

(۲) ان طاقتور قبائل کے لیڈروں اور سالاروں سے رابطہ کیا جائے۔ اور انہیں مدینہ و یثرب

اور بڑھت جتنا مادہ کر کے دعوت دی جائے کہ ان تمام مختلف قبائل سے ایک زبردست بت پرست عرب لڑے تیار کی جائے جو ایک نیادارت کے ماتحت ایک بڑی فوج میں متحد ہو جائے۔

(۳) ایک زبردست فوج کا سب سے بڑا ہدف مدینہ سے جنگ کرنا اور اسلام کی جڑوں کو اکھاڑنا اور مسلمانوں کی ہستی کو مکمل طور پر مٹا دینا ہو۔

(۴) یثرب میں سہنے والے بنو قریظہ کے یہودیوں سے رابطہ کر کے انہیں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے منصوبے سے موافقت کرنے اور جو بھی جنگجو فوج مدینہ کے نواح میں پہنچے۔ اس کے ساتھ شامل ہو جانے پر راضی کیا جائے (بنو قریظہ کے جاننا زوں کی تعداد ایک ہزار تھی) اور جنگجو دشمن عرب قبائل کے لیڈروں کو تاکید کی جائے کہ جب وہ جنگ کا آغاز کریں گے تو بنو قریظہ، مسلمانوں کے خلاف ان کے مددگار ہوں گے۔

اس منصوبے کی اساس پر یہودی لیڈروں پر مشتمل ایک وفد جس کی سرکردگی یثرب سے جلا وطن ہونے والے بنی نضیر کے سردار کہ سہہ تھے۔ خبر سے نکالا، ان کا پیشہ رخنہ فساد کا بانی جحی بن اخطب تھا۔ یہودی وفد ہجرت کے چوتھے سال ماہ شعبان میں اس منصوبے کے پروہیگزندہ اور کھنڈہ خانہ کے بت پرست عربوں میں اس کو مستحکم کرنے کے لیے نکلا۔

سب سے پہلے یہ وفد مکہ مکرمہ میں گیا اور وہاں پہنچتے ہی اس نے یثرب میں تیار کیے ہوئے جنگی منصوبے پر وہاں کے مشرک لیڈروں سے مذاکرات کیے، قریشی لیڈروں نے اسی منصوبے کی مکمل تائید و ترمیم کی اور اجماعی یہودی وفد مکہ سے باہر نہیں نکلا تھا کہ اس جنگ کی مغرورہ معیار و پیمانہ کے بعد قریش نے اس دشمنانہ منصوبے کی تائید و حمایت کی حامی بھر لی۔

زحمائے مکہ کی جانب سے یہودی منصوبے کی مکمل تائید حاصل ہو جانے کے بعد یہودی وفد قبائل نجد، فطہان، انزارہ، اشجعہ اور مضرہ کی طرف گیا اور ان قبائل کے رہائیں پہنچے ہی ان کے سرداروں کے سامنے خطرناک جنگ کا منصوبہ پیش کیا اور بے مذاکرات کے بعد ان قبائل نے اس خطرناک دشمنانہ جنگ کے منصوبے کی تنفیذ میں شامل ہونے پر موافقت کا اظہار کر دیا اور اجماعی یہودی وفد اپنے مکہ اور نجد کے سفر سے واپس نہیں آیا تھا کہ اس نے قریش اور قبائل نجد کے دس ہزار جاننا زوں کو جمع کر لیا۔ ان ہزاروں جاننا زوں نے

مدینہ کی طرف اس سے جنگ کرنے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے مارچ کر دیا۔ مشہور غزوہ احزاب ہمارے اس سلسلہ (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کی تیسری کتاب کا موضوع ہے اور اس کتاب سے پہلی کتاب ہے اور یہ اس تاریخی سلسلہ کی چوتھی کتاب ہے۔ پس احزاب کی خوفناک جنگ اپنی ذات میں صرف ایک یہودی جنگ ہے جسے اسرائیلی ذہن نے خیر میں تیار کیا۔ اور یہودی مال نے اس کی سرپرستی کی جو صرف یہودی نفوذ کی وسعت کے لیے جنگوں کے بھڑکے اور معاہدات کے فریضے پر خرچ ہوتا ہے۔

قریب تھا کہ یہودی اپنے خبیث دشمنانہ منصوبے کی تنفیذ میں کامیاب ہو جاتے مگر آخری گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ اس منصوبے کی تنفیذ میں حائل ہو گیا اور اس نے ظالموں کی تدبیران کے پسوں میں سے ماری اور اللہ نے اپنے نبی اور اس کا صواب کو بچا لیا۔ اور جنگ کو ناکام و نامراد ہو کر واپس آگئے۔ اور انہیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوئی اور مدینہ قبضے کے خطرے سے محفوظ رہا اور وہ اس طرح کہ احزاب کی جنگ فوجیں تقریباً دو ماہ تک محاصرہ کرنے کے بعد اپنے کسی دشمنانہ مقصد کو پورا کیے بغیر واپس چلی گئیں۔ جیسا کہ ہماری کتاب غزوہ احزاب میں مفصل بیان ہوا ہے نیز یہود الن مدینہ کے عہد شکن فداؤں نے سخت اور عادلانہ سزا پائی جیسا کہ اس کی تفصیل اس کتاب میں عنقریب بیان ہوگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیر میں یہودی مظالم کے اوٹوں کو تباہ کرنے کی قوت عطا فرمائی اور وہ یوں کہ مسلمان اس غلطی پر غالب آگئے اور انہوں نے آمریت اور عہد شکنی کے سرداروں کو تباہ کر دیا جنہوں نے خیر میں احزاب کی خوفناک جنگ کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب غزوہ خبیر میں بیان ہوگی جو ہمارے سلسلہ اسلام کے فیصلہ کن معرکے کی پانچویں کتاب ہے آپ کی کتاب کو اس کے فوراً بعد پڑھیں گے

لے ہی خطرناک یہودی منصوبے کی مکمل تفصیل اور بنیادی اور قریشی قبائل کے ساتھ اس وندر کے مذاکرات اور سفارتی تفصیل ہماری کتاب غزوہ احزاب کی دوسری فصل میں دیکھئے۔

لے ہم سنہ خبیر کے یہودیوں کی تاریخ کو زیادہ وسعت سے بیان نہیں کیا۔ کیونکہ ہم اس کی تفصیل اپنی کتاب غزوہ خبیر میں بیان کریں گے۔ اسی طرح ہم جزیرہ عرب کے یہودیوں کے متعلق ایک خاص الگ کتاب لکھیں گے

انشاء اللہ

فصل سوم

○ بنی قریظہ کے یہودیوں سے ان کی غداری کا محاسبہ

○ ان کا محاصرہ کرنا

○ ان کا غیر مشروط طور پر اطاعت کرنا

○ ان کے حلیف سعد بن معاذ کا حکم پینا

○ ان کے تمام جوانوں کے قتل کا حکم

○ ان میں سے آٹھ سو جوانوں پر موت کے حکم کا نفاذ ہونا

○ ہم نے اپنی کتاب "غزوہ احزاب" کی فصل اول کے صفحہ ۳۶ پر بیان کیا ہے کہ تمام یہودیوں

اور مسلمانوں کے درمیان ایک حلیفانہ معاہدہ تھا۔ اس معاہدہ کی متعدد دفعات تھیں جن میں سے ایک دفعہ یہ تھی جس میں حراحہ بیان تھا کہ اگر کسی بیرونی دشمن نے تیرب کے خلاف کوئی جارحانہ اقدام کیا تو مسلمان اور یہودی مشترکہ طور پر اس کا دفاع کریں گے اس دفاع کی ذمہ داری مسلمانوں پر بھی یہودیوں کی ذمہ داری جیسی تھی اس طرح اس معاہدہ میں یہ بیان بھی تھا کہ دونوں فریق باہم پر امن رہیں گے اور اس بات کا خیال رکھیں گے کہ اندرونی طور پر کوئی ایک فریق دوسرے پر جارحیت نہ کرے۔

اس معاہدے کے مطابق بنی قریظہ پر واجب تھا کہ جب احزاب کی فوجوں نے مدینے کو

گھیرا ہوا تھا وہ مسینے کے دفاع میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوتے اور ان ظالم بنگ جوفوجوں کے مقابلے

میں مسلمان فوجوں کے ساتھ ہوتے لیکن بنو قریظہ نے اس کے الٹ کیا جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب

غزوہ احزاب میں مفصل بیان کیا ہے ان یہودیوں نے مسلمانوں سے عہد شکنی کی اور نہایت نازک

حالات میں ان کی فوج پر بھیجے سے حربہ لگانے کی کوشش کی ان یہودیوں نے (معاہدہ کی پابندی کی بجائے)
ان خطرناک اور فیصلہ کن حالات میں پوری ملائی تھی کہ جو تند و تیز ہواؤں کی زد میں تھی اور مسلمانوں کی چھٹی
سی فوج جس کی تعداد ایک ہزار چابازوں سے زیادہ تھی دس ہزار چابازوں کا سامنا کر رہی تھی جو ہر
مادی مسلمان میں ان سے فوقیت رکھتے تھے اور انہوں نے اسے اس طرح گھیر رکھا تھا جسے مجبوراً ہند
چھوڑنے سے جزیرہ کو گھیر لیا ہے اور ہر لحاظ سے تمام اطراف سے اسے لگنے کو دوڑتا ہے انہوں نے ظالم
جنگجو فوجوں کے ساتھ شامل ہونے اعلان کر دیا۔

ان جنگی اور دم گھٹنے والے حالات میں مسلمانوں سے عہد شکنی اور غدری کے باوجود کہ ان یہودیوں کے
لیڈر کعب بن اسد نے اعتراف کیا کہ انہوں نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب
سے صدق پاسداری عہدہ اور فریقیت کے درمیان طے پانہ لے معاہدے کی پابندی کے سوا کچھ
نہیں دیکھا اس لحاظ سے بنو قریظہ نے عہد شکنی اور غدری کی دنیا میں اعلیٰ درجہ حاصل کر لیا پس انہوں
نے دوسری بار اپنی فطری غیارت اور کیشگی کی وہ پیل مہیا کی جو ان کے دلوں میں پیوست اور ان کے
دھڑکنے والی تیرتی پھرتی ہے جیسے خون خرابوں میں تیرتا ہے۔ اس کے نزدیک معاہدات و موافقی کی نہ کوئی
قیمت ہوتی ہے اور نہ کوئی احترام، ہاں جب ان کی پابندی اور تنفیذ میں ان کا فائدہ ہو تو یہ معاہدات کی پابندی
کرتے ہیں۔

ہم نے اپنی کتاب غزوہ احزاب کی تیسری فصل کے صفحہ ۸۷ پر بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے حجت کے قائم کرنے اور یہودیوں کی خرابی کی اصلاح کی کوشش کے لئے ان کی طرف ایک
 وفد عہد کی یاد دہانی کرانے اور اس کی پاسداری کرنے اور اس کے الزامات کی تنفیذ کرنے کے لئے بھیجا
 نیز یہ بھی بیان کیا ہے کہ علامہ وفد بدر بنی قریظہ میں ان کے حلیف سعد بن معاذ سردار اس کی سرکردگی میں
 پہنچا اور اس نے انہیں نصیحت و تذکر کی اور تب انہوں نے عہد شکنی اور غدری کے طریق پر چلنے کا اہلار کیا تو
 اس کے بعد اس نے انہیں انتباہ کیا کہ اس کے نتائج نہایت برے ہیں جسے ہر سکتا ہے کہ ان میں سب کی تباہی

لے بنو قریظہ کے سردار کے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسداری اور اس کی تنفیذ میں
 مصدق کے اعترافات کے لئے ہماری کتاب "غزوہ احزاب کی تیسری فصل کا صفحہ ۸۷ دیکھئے

ہو جائے اور ہم نے بیان کیا ہے کہ ان یہودیوں نے اس وفد کو نہایت بری طرح داپس کیا اور نہایت بے حیائی اور بے شرمی سے اعلان کیا کہ وہ اپنی عہد شکنی اور غداری کے موقف سے ہرگز رجوع نہیں کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں گے اور وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو نہیں جانتے اور نہ ہی ہمارے اور اس کے درمیان کوئی معاہدہ ہے اور ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ جنگجوؤں کے ساتھ ظلم و جور و غلامی کے تحت مسلمانوں پر بھیجے سے حملہ کرنے کے لئے علمائے غدار کی قیادت کرتے گئے اور علمائے ان کے ساتھ شمولیت اختیار کرنے کے لئے دہلی کے طور پر اپنے ہم وطنوں اور اپنے حلیف مسلمانوں کے خلاف ان کو فوج کی مسدود دینے لگے۔

بنو قریظہ نے مدینہ کے مدعوں اور ان کے نزدیک کی خبر دست و پا کی موصول ہو کر، مسلمانوں کو جلد بچنے اور کل طور پر تباہ کرنے کے لئے ایک قیمتی موقع پیش آیا اور انہیں ایک خط کے ذریعے ان کے مخالفین کے خلاف شک نہیں ہوا ان کے خیال میں یہ فوجیں مسلمانوں کو تباہ کرنے اور کل طور پر ان کی جڑ کاٹ دینے کی پوری قدرت رکھتی تھیں وہی وجہ ہے کہ عہد و پیمان کی پرولہ کئے بغیر وہ جنگجو فوجوں کے ساتھ شامل ہونے سے خائف نہیں ہوئے اور ہم نے اپنی کتاب غزوہ احزاب میں بیان کیا ہے کہ کس طرح یہ خوفناک جنگ انہما کو پہنچی اور احزاب کی فوجیں مدینہ میں داخل ہوئے لیکن کسی مقصد کو پہنچانے کے بغیر کہے داپس چلی گئیں اور کس طرح ان کے بنو قریظہ میں روئے تاکہ اس انجام ہاسان کریں جس کا ہر خدا پرست دشمن اور دھوکے باز مستحق ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے غزوہ بنو قریظہ اپنی ذات میں معرکہ احزاب کا پھیلاؤ ہے اور بنو قریظہ یہودی اہل بیت پرستی کی اتحاد کے تیرے بازو کی نمائندگی کرتے تھے جو مسلمانوں کو کچلنے اور کل طور پر تباہ کرنے کے لئے قائم ہوا تھا۔ مادودیکہ بنو قریظہ نے عظیم غداری کا ارتکاب کیا تھا انہیں احزاب کی فوجوں کے ساتھ شمولیت کرنے اور ان کے خلاف ان کا اثر الگ ہونے کا اعلان کرنے کی وجہ سے اور علمائے مسلمانوں کو پیچھے سے ضرب لگانے کے لئے مابچ کرنے اور جنگجو قوموں کو رسد کی مدد دینے کی وجہ سے محارب جنگجو خیال کیا جاتا ہے۔

اس لحاظ سے جب معرکہ احزاب میں مسلمانوں کو مشرکوں پر زبردست فتح حاصل ہوئی اور وہ اپنے کسی مقصد کو حل کئے بغیر ناکام واپس چلے گئے..... تو یہ معرکہ فقط یہودی اہل بیت پرست تھا۔

کی نسبت سے ختم ہوا اور یہ دونو بازو قریظہ اور غطفان کے تھے جن کی غنیمتوں میں ایک ماہک خوفناک لحاظ کرنے کے بعد اپنی طویل عسکری تاریخ کی ذلت آمیز شکست کے بعد مدینہ سے اپنے گھروں کی طرف عار کو لگے کا ہار منائے ہوئے واپس چلی گئیں۔

اس خوفناک اتحاد کا تیرا بازو وہ تھا جس کی ناستنگ بنو قریظہ کرتے تھے یہودیوں سے حساب چٹائی | جنہوں نے اپنے سلوک سے تاریخ خود رھیانت کا جیسا ملک جرم کیا بنو قریظہ اسلامی فوج سے اس حساب کی توقع رکھتے تھے جس کے متعلق انہیں ایک لحظہ کے لئے بھی شک نہیں ہوا کہ وہ ایسا سخت حساب ہو گا جو اس گھناؤنے جرم کے عین مطابق ہو گا جو ان یہودیوں نے اس فوج کے خلاف کیا تھا جس کے سالار اعلیٰ اور تانہ زعماء غزا سے انہوں نے حسن سلوک اور پاسداری عہد کے سوا کچھ نہ دیکھا تھا یہی وجہ ہے کہ ان عہد شکن یہودیوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لی اور اس خوفناک انجام سے بچنے کے جو ان کا مسلمانوں کے ہاتھوں سزا کے طور پر ہوئے وہ لاقہا کیوں لکھا انہوں نے نہایت خطرناک اور نازک حالات میں مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی اور غلامی کی تھی۔ بجائے اس کے کہ یہ یہودی احزاب کی باطنی اور بیخود فوجوں کے خلاف اپنے ہتھیاروں سمیت مسلمانوں کے ساتھ ملنے اور عسکری اترکات پورے کرتے تھے کہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان طے پانہ والے مشترکہ دفاعی معاہدے کا رو سے ان پر فرض تھا یہ اپنے ہتھیار سمیت پھوگئے اور انہوں نے مسلمانوں کو جلد ختم کرنے کے ارادے سے پیچھے سے ان پر حملہ کر لیا کہ کوشش کی حالانکہ ان یہودیوں نے جب سے فریقین کے درمیان معاہدہ طے پایا تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے پاسداری عہد حسن سلوک اور سچائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا تھا لیکن عہد شکنی ہرزائے میں ان یہودیوں کے زعماء اور ساترہ کے خون میں تیرتی رہتی ہے

ہاں ان عہد شکن یہودیوں کے ساتھ حساب چٹائی بلیس کے مطابق ہونی چاہیے اور سزا جرم کے مطابق ہی ہونی ہے اس وجہ سے جب یہودیوں کی عہد شکنی اور غداري انتہائی بری اور گھناؤنی ہے تو اس غدار کا فیصلہ بھی مکمل جزا کے لحاظ سے نہایت سخت ہو گا۔

لے اس معاہدہ کی اہم دفعات ہماری کتاب غزوہ احد صفحہ ۴۲ پر دیکھیے نیز اس معاہدہ کی مفصل دفعات ڈاکٹر محمد عیسیٰ اللہ کی کتاب بدالوثائق الیاسیہ صفحہ ۱۰۱ اور سیرۃ ابن ہشام جلد دہم صفحہ ۱۵۸ پر دیکھیے

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، بنی قریظہ کے محاسب کے لئے عذر و غیانت کے قلعوں پر حملہ کرنے سے قبل اپنی فوج کو کچھ آرام پہنچانے کو ترجیح دیتے تھے لیکن آسمان کے صریح اور سخت احکام نے ایسا کرنے سے روک دیا اور یہ کہ آپ اپنی فوج کے ہتھیار اتارنے سے قبل ہی غزلاؤں پر بہو دیوں پر عادلانہ سزا نازل کرنے کے لئے ان کے قلعوں پر حملہ کریں لیکن ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی عہد شکنی اور غداری کے باعث اسلام کی جھوٹی سی فوج کی تباہی اور اسلامی ہستی کو نیست و نابود کرنے کا سبب بن جائیں۔

نبی ہمتی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تھے ایک آدمی نے ہمیں سلام کیا اور ہم گھر میں تھے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور میں بھی آپ کے پیچھے کھڑی ہو گئی کیا دیکھتی ہوں کہ وہ آدمی گھوڑے پر سوار ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کا ایال کو قھالے ہوئے اس سے باتیں کر رہے ہیں آپ بیان فرماتی ہیں کہ میں واپس آ گئی اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو میں نے پوچھا آپ کس آدمی سے باتیں کر رہے تھے آپ نے فرمایا تو اسے کس سے تشبیہ دیتی ہے میں نے کہا، وہ صحیحہ بنی قریظہ سے آپ نے فرمایا کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بنی قریظہ کی طرف جاؤں۔

اور ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تو آپ خندق سے مدینہ کی طرف واپس لوٹے اور ملاؤں نے اپنے ہتھیار ڈال دیے پس جب ظہر کا وقت ہوا تو جبریل علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ریشم کا علم لپٹے ہوئے خیمہ پر اس کا پان رکھے ہوئے آئے جس پر دیباچ کی چادر پڑی ہوئی تھی اور کہنے لگے یا رسول اللہ کیا آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں آپ نے فرمایا ہاں تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ابھی فرشتوں نے تو ہتھیار نہیں ڈالے اور میں لوگوں کی تلاش میں واپس آیا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو نبی قمر نبی کا دن مبارک کرنے کا حکم دیتا ہے اور ان کی طرف جا کر ان کو ہلانے والا ہوں اور بعض روایات میں ہے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند یوم کی مہلت مانگی تاکہ آپ کی تمھکی ہوئی فوج کچھ آرام کرے آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ میرے صحابہ تمھکے ہوئے ہیں کاش آپ انہیں چند یوم مہلت دے دیں جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ان کی طرف جانیے خدا کا قسم میں ان کو ایسے توڑوں گا جیسے اشیا ہتھیار پر توڑا جاتا ہے اور میں اپنے اس گھوڑے کو ان کے قلعوں میں داخل کروں گا اور پھر انہیں کمزور کروں گا

بنی قریظہ کے قلعوں پر جلد حملے کے حکم کے سلسلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حکم کو جلد نافذ کرنے کے سوا کوئی چارہ دریا جیسے آپ نے جبریل سے حاصل کیا تھا۔ نوح کے سالار اعلیٰ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے ساتھ حساب چکانے کے لئے نوح کو فوراً بنی قریظہ کی منازل کی طرف مارچ کرنے کے لئے حتماً اور عاجلاً احکام صادر فرما دیئے۔

حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو مولوں رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر **یہودیوں پر حملہ کا فرمان** بنی قریظہ نے نوح کو سنایا آپ نے حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق نوح کو بلا کر کہا کہ

”جو شخص سننے والا اور اطاعت گزار ہے وہ نماز عصر بنی قریظہ میں پڑھے اور منازل بنی قریظہ کی طرف مارچ کرنے کا حکم محرک اضطراب کے دوسرے دن ظہر کو وقت ہوا اور مسلمانوں نے اپنے سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کی اور اپنے ہتھیاروں کی طرف جلدی سے گئے اور اسلامی فوج یہودی قلعوں کی جانب روانہ ہونے لگیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جلد اپنے ہتھیار پہن لئے آپ نے زرہ اور خود پہنا اور نیزہ اپنے ہاتھ میں لیا پھر اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گئے جس کا نام البقیع تھا بنی قریظہ کی منازل مدینہ سے جنوب مشرق کی طرف کئی میل دور تھیں حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرمان جاری کیا جس کے بموجب آپ نے بنی قریظہ کے معاملہ سے فراغت پانے تک حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا اور جب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ بنی قریظہ کی طرف مارچ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمایا اور یہی علم تھا جس کے تحت خندق کے روز مسلمانوں نے جنگ کی تھی جسے ابھی تک بانس سے کھولا نہیں گیا تھا حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ہر اہل فتنے میں رہیں۔ اور تمام فوج کے پسپہ ہونے سے قبل دیا۔ بنی قریظہ کی طرف بھجوا دئے کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج سے الگ ہو کر جلدی سے یہودیوں کے قلعوں کے درمیان پہنچ کر وہاں بھجوا گاڑ دیا۔ جس سے قریظہ کو پتہ چل گیا کہ اب جنگ کے سوا کچھ نہ ہو گا۔

یہودیوں کا محاصرہ اسلامی فوجوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاوت میں یکے بعد دیگرے بنی قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور ہر مقام سے ان کا گھبراہٹ کر لیا، معلوم ہوتا ہے کہ بنی قریظہ

پر مسلمانوں کا حملہ بغیر کسی تیاری کے تھا۔ کیونکہ وہ جماعت و جماعت ہو کر یہودیوں کی طرف جا رہے تھے اور وہ اس مارچ میں ایک فوج کی طرح نہ تھے جو تیاری کی صورت میں ساقہ، منجنبہ اور مقدمہ کے ساتھ چلتے ہوئے۔ جیسا کہ ان تمام دستوں کا حال تھا۔ جن کی قیادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔

موسیٰ بن عقبہ نے المعازمی میں زہری سے بیان کیا ہے کہ ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محلِ غلے میں ہی تھے اور آپؐ نے ایک ہی کنگھی کی تھی کہ آپؐ کے پاس جبریل علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر آئے جس پر سبک کا سامان تھا اللہ مجاہد کے مدد سے پر بنانوں کی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے تو انہوں نے آپؐ سے کہا اللہ تعالیٰ آپؐ پر رحم فرمائے کیا آپؐ نے تمہیں اتار دیا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا ہاں تو جبریل علیہ السلام نے کہا لیکن ہم نے اس وقت سے تمہیں اتار دیا ہے جب سے دشمن آپؐ کے مقابلہ میں آیا ہے اور میں ہمیشہ ان کی تلاش میں رہوں گا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان کو شکست دیدے پھر جبریل علیہ السلام نے آپؐ سے کہا اللہ تعالیٰ آپؐ کو قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام کے پیچھے باہر نکل گئے۔ اور بنی قریظہ کی مجلس کے پاس سے گزرتے اور وہ آپؐ کے انتظار میں تھے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا ابھی تمہارے پاس سے ایک سوار گزر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس سے وحیہ کلبی سفید گھوڑے پر سوار گزر رہا ہے۔ جس کے نیچے زین پر ڈالنے والا کھڑا، اور دیشی چادر تھی اور وہ زرہ پوش تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا کہ وہ جبریل تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحیہ کلبی کو جبریل سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا میرے ساتھ بنی قریظہ کے پاس چلو اور وہاں نماز عصر ادا کرو، بلاشبہ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمانوں نے بغیر کسی تیاری کے بنی قریظہ کی طرف مارچ کیا اور وہ بغیر منظم صورت میں ان کے پاس گئے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سبب مسافرت کا چھوٹا ہونا تھا۔ جس میں مسلمانوں کو دشمن کی طرف سے اچانک حملے یا گھات میں

بیٹھی ہوئی فوج کا خوف نہ تھا۔ کیونکہ تمام وہ علاقہ جس کو طے کر کے وہ بنو قریظہ کے علاقہ میں گئے۔ خالص اسلامی علاقہ تھا۔

غزوہ بنی قریظہ کی تفصیل اور واقعات و نتائج کے بیان سے قبل ضروری ایک اہم فقہی مسئلہ

بنی قریظہ کی طرف مارش کرنے کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم میں سے ہر کوئی عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھے۔ یہ حکم ایک قانونی نفع ہے میں کے ہمسے میں فقہائے اسلام اور ائمہ حدیث نے اختلاف کیا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں صحابہ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں وہ اس حکم نبوی کے سمجھنے میں دو قسموں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور وہ اس طرح کا ابھی وہ بنی قریظہ کی طرف جاتے ہوئے راستے ہی میں تھے کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ پس انہوں نے امر نبوی کی روشنی میں اس موضوع پر مناقشہ کیا۔ صحابہ کے ایک گروہ کا خیال تھا کہ نماز کے وقت نماز کی تاخیر کرنا ممکن نہیں اس لحاظ سے بنی قریظہ کے ہاں پہنچنے سے قبل اس کی ادائیگی ضروری ہے اس گروہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تفسیر یہ کی ہے کہ آپ نے بنی قریظہ کی طرف جلدی جانے کی ترغیب دی ہے۔ نہ کہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کی۔ اس گروہ نے بنی قریظہ کے ہاں پہنچنے سے قبل راستے میں نماز عصر ادا کر لی۔ اور صحابہ کے دوسرے گروہ نے خیال کیا کہ امر نبوی کے الفاظ کی تنفیذ ضروری ہے۔ خواہ غروب آفتاب کے بعد ادا کرنی پڑے۔ حالانکہ اس وقت نماز عصر کا اساسی وقت باقی نہیں رہتا۔ اور علماء اس گروہ نے اس دن عصر کی نماز بنی قریظہ میں غروب آفتاب کے بعد پڑھی۔ اس گروہ کا خیال تھا کہ اس نے مریخ امر نبوی کی پیروی کی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب کو درست قرار دینا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو دونوں گروہوں کے فعل کی اطلاع ملی تو آپ نے دونوں میں سے کسی ایک کو نہ ڈانٹ ڈپٹ کی اور نہ ملامت کی بلکہ سب کو درست قرار دیا۔ ان کو بھی جنہوں نے وقت پر راستے میں نماز پڑھی اور ان کو بھی جنہوں نے نماز کو مؤخر کیا اور غروب آفتاب کے بعد اسے بنی قریظہ

میں جا کر پڑھا۔

صحابہ حدیث و مخفی نے (جیسا کہ البدایہ والنہایہ میں ہے) لاٹھی و عصی کی حدیث سے اس کا قول روایت کیا ہے کہ سلمان بنی قریظہ کی طرف تھے۔ اور ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ عذر عصر کا وقت ہو گیا تو انہوں نے نماز کے متعلق بات سمیت کی اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کیا تمہیں علم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ میں نماز عصر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے کہنے لگے یہ نماز ہے پس ان میں سے کچھ لوگوں نے نماز پڑھ لی اور دوسرے گروہ نے نماز کو مؤخر کر دیا۔ اور بنی قریظہ میں جا کر غروب آفتاب کے بعد نماز پڑھی۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جلدی نماز پڑھنے والوں اور مؤخر کر کے پڑھنے والوں کا ذکر ہوا تو آپ نے کسی ایک فریق کو بھی ڈانٹ ڈپٹ نہ کی۔

مختلف نقطہ ہائے نظر کے احترام کا وجوب | رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس حکیمانہ تصرف میں ایک عظیمہ فرائض

کیا ہے۔ جس کے مطابق نصوں کے فہم میں مختلف نقطہ ہائے نظر کا احترام ضروری ہو رہا ہے۔ بشرطیکہ یہ اختلافات مجمع اور ملتصقات اجتہاد کی وجہ سے نہ ہوں۔ جیسا کہ نماز عصر کے متعلق اہل نبوی کے مفہوم کے بارے میں صحابہ میں اختلاف ہوا۔ ان میں سے ہر فریق کا مقصد یہ تھا کہ وہ نماز کو اس رنگ میں ادا کرے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تیز بہ بات بھی بیان کرنے کے لائق ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں کی نماز کو درست قرار دیا ہے۔ کیونکہ آپ نے دونوں میں سے کسی ایک کو بھی دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ طواغیت اہل نے وقت پر اسے ہی ادا کی یا بنی قریظہ میں اس کے وقت کے چلے جانے کے بعد ادا کی۔

اسی طرح فقہائے اسلام نے بھی سفر میں نماز کی تقدیم و تاخیر کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ ان کا اختلاف یہ ہے کہ صحابہ کے دونوں گروہوں میں درست اور صحیح کون ہے۔ مگر باوجود اس اختلاف کے ان کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دونوں فریق کو اجر ملے گا۔ اور علماء کے ایک فریق (جس کے سرخیل ابو محمد بن حزم ہیں) کا خیال ہے کہ جن لوگوں نے وقت پر اسے

میں نماز ادا کی ہے۔ انہوں نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی ہے اور جنہوں نے غروب آفتاب کے بعد جب کہ اس نماز کا وقت بھی نہیں تھا جو قرظہ میں جا کر ادا کی ہے وہ درست اجتہاد والے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق نماز ادا کی ہے۔

نماز کی تاخیر قریب الی الصواب ہے | ابو عبد اللہ اپنی کتاب "مجموع الاستی" میں بیان کرتے ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ اگر ہم وہاں موجود ہوتے

تو بنی قریظہ میں ہی نماز ادا کرتے۔ خواہ کئی دنوں کے بعد ادا کرنی پڑتی۔ اعدائے عزم کا یہ قول آپ کے اس اساسی قاعدہ کے مطابق ہے کہ ظاہر کی پابندی کرنی چاہیے۔ اور وہ ظاہری المذہب ہیں۔

اور وہ نص کو اس وقت تک ظاہر سے پھرنے کا کوئی جواز نہیں سمجھتے جب تک خود خدا سے اس کو بیان نہ کرے حقیقت میں عقل تمام مخالف اقوال و اہراء کے مقابلہ میں حق و صواب کے زیادہ قریب

ہے اور اس بلکہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعض صحابہ نے نماز ظہر و عصر کو نہ پڑھ لیا اور انہیں غروب آفتاب کے بعد پڑھنا اور پانچ

جنگ خندق کے ایک سخت دن ہوا جب مشرکوں نے نہایت سخت حملہ کیا اور مسلمانوں کو دن بھر معروف رکھا اور اس کو وقت پر حنا داکر سنے کا کوئی موقع نہ دیا جس سے مجبور ہو کر

مسلمان و قحطی جنگ میں معروف ہوئے جس کے باعث نماز ظہر و عصر کا وقت فوت ہو گیا۔

اسام بن اسماعیل بخاری نے اس قول کو

جنگ کے عذر کی وجہ سے نمازوں کی تاخیر امتداد کی ہے کہ جنگ کے عذر کی وجہ سے

نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کیا جاسکتا ہے خواہ وہ نماز ظہر کی ہو یا عصر کی اور غروب کی ہو یا شام کی یا صبح کی اور اس وقت ہوتی ہے جب جنگ میں فوجوں کو اپنی جہگوں ٹھہرنا پڑتا ہے

جیسا کہ معرکہ خندق میں ہوا اور اس قتل میں بخاری کی سند حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا فعل ہے کیونکہ اس دن جنگ کے حالات نے انہیں نماز ظہر و عصر اور مغرب و شام

کے وقت تک مؤخر کرنے پر مجبور کر دیا تھا

اور میرا خیال ہے (یہ فقہاء ایک شخص کی رائے ہے) کہ اسام بخاری کا یہ قول اسلامی شریعت کا روح کے زیادہ قریب ہے اور اتباع کے زیادہ لائق ہے خصوصاً اس زمانے میں والد

جب یہودیوں نے دیکھا کہ حضرت علیؑ
 یہود کا حضرت نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائیے

کے ہر قول و سنے ان کے قلعوں کی طرف بڑھتے آئے ہیں تو ان کے دلوں میں جو خفاہشت اور کینہ لگی ہوئی
 ہوئی تھی وہ باہر آگئی۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزادار حضرت علی بن ابی طالبؑ
 کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ازدواج مطہرات کے پاسے میں گالیاں سنائیں اور ان
 پر تہمتیں لگائیں۔ جن کے الفاظ کو کسی مؤرخ نے ان کی قباحت اور شامت کی وجہ سے
 بیان کرنا گوارا نہیں کیا۔ اس کے باوجود مسلمانوں نے ان بیوقوف یہودیوں کو جواب نہ دیا۔

اور خاموشی اختیار کیے۔ یہود نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ازدواج
 مطہرات کو جو گالیاں دیں ان سب کے جواب میں حضرت علیؑ نے کہا ہمارے اور تمہارے درمیان
 تلوار فہل کرے گی۔ مسلمانوں نے ان جیسی گالیاں بھی جواب میں نہ دیں کیونکہ وہ لوگوں کے ساتھ
 (خواہ وہ کوئی بھی ہوں) اپنا معاملہ قرآن کی رہنمائی اور تادیب کے مطابق روا رکھتے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالبؑ پہلے شخص ہیں جو مجتہد ائمہ کبریٰ قریظہ کی طرف بڑھے۔ آپ اس بات
 سے ڈر گئے کہ کہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود اپنے متعلق اور اپنی ازدواج کے
 متعلق یہ قبیح گالیاں نہ سن لیں۔

سالار نبیؐ و یار نبیؐ قریظہ میں
 جبکہ وہ ہے کہ جب حضرت علیؑ نے دوسرے حضرت نبیؐ

اور فوج کی قیادت سنبھالنے کے بعد آپؐ نے طبر واد فوج جو یہود کے قلعوں کے ارد گرد
 پڑاؤ لگے ہوئے تھے، کے ہیڈ کوارٹر کو چھوڑ دیا۔ اور جلد ہی سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم کی جانب ہمارے یہود کے قلعوں سے دُور ہی آپؐ کو روک لیا۔ اور آپؐ سے استدعا کی کہ
 آپ ان قلعوں سے دُور ہی کھڑے رہیں تاکہ آپ ان کی گندی گالیوں کے سُننے سے تکلیف

نہ اٹھائیں۔ پھر یہودی آپ کو اور آپ کی فداہن کو سے یہ ہے ہیں۔ حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ آپ ان غمیٹوں کے قریب نہ آئیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تو نے ان سے میرے متعلق تکلیف وہ باتیں سن لی ہیں۔ حضرت علی نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ، حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ایسی کوئی بات نہ کریں پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے قلعوں کی طرف مسلسل بڑھنا شروع کیا۔ جنہیں آپ کے جنگی ہارڈ کے اکلن جو آپ کے چند صحابیوں سے تھے۔ گھیرے ہوئے تھے۔ جیسا کہ آپ عہد شکن قریظہ کے قلعوں کے قریب پہنچے۔

معاشرہ کے وقت یہودیوں کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چیت

ایک جماعت کو آواز دی اور جب وہ اپنے قلعوں کے برجوں میں دکھائی دیئے تو آپؐ نے انہیں کہا اے خدا اور شیطان کے جیلو، کیا اللہ نے تمہیں ذلیل کیا اور کیا تم پر عذاب نازل کیا ہے؟ اس وقت نے اپنی فطرت کو درست کر لیا (یعنی طاقت کے وقت طاقت، نیا دتی عہد شکنی اور مقابلہ کرنا اور کمزوری کے وقت عاجزی، مہربانی اور صلح کرنا) جب انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا جنگی ہارڈ دیکھ کر ہلکے ہوئے ہے اور آپ کی فوجوں نے قلعوں کے ارد گرد اپنی پوزیشنیں سنبھال لی ہیں تو انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمان ان پر حملہ کرنے اور ان کی قبیح و شنیع عہد شکنی اور غداری کا محاسبہ کرنے پر تے ہوئے ہیں تو وہ شرمندہ ہو گئے۔ اور سالار بنی سے دوستی کا اظہار کرنے لگے اور انکار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ ہم آپ کو اور آپ کی اندام کو گالیاں دیں اور جھوٹی قیاسیں کھانے لگے کہ ہم نے آپ کے بارے میں اس قسم کی کوئی بات نہیں کی پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی اچھی اور تعریفی باتیں سننے لگے۔ انہیں یہ خیال تھا کہ آپ ان کی عظیم غداری کی اس سزا میں تخفیف کریں گے۔ جس پر مدینہ کی قیادت پختہ مرقم

کٹے ہوئے ہے۔ ان یہودیوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ”اے ابو القاسم آپ نادانف نہیں ہیں“ اور اس قسم کی دیگر اچھی اور صلح کی باتیں کرتے رہے۔

یہودی کی نہ بد لئے والی فطرت | یہ یہودی وہ فطرت ہے جو ہمیشہ سے ان کے نفوس میں داخل ہے جب وہ قدرت پالیں تو کسی جرم کے

ارتکاب سے نہیں ڈرتے (خواہ وہ کس قدر گھناوا ہو) اور جب ان کے گناہ ان کا احاطہ کر لیں اور انہیں کمزوری آئے تو وہ درگزر کرنے اور علم اختیار کرنے کی نصیحت کرنے لگتے ہیں۔ اور ایک علم صلح جو اور بیگناہ و اعظا کے مقام پر کھڑے ہوئے بالکل نہیں شرارتے۔ یہ واعظ و تذکیر کا کام اس وقت ہوتا ہے جب اس میں ان کا فائدہ ہو۔ اور جب انہیں فائدہ نہ ہو تو یہ سب سے پہلے اچھے نمونوں اور اقدار کا مذاق اڑاتے ہیں۔

آؤ اب ذرا ان کا حال دیکھیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے چند منٹ قبل یہ گالیاں دیتے، ڈراتے، دھمکاتے ہیں اور انہیں یہ خیال ہے کہ ان کے قلعے انہیں بچالیں گے۔ اور فحش گوئی کے چند منٹ بعد جب سالابنی کو (جس کو اس کی اُمت سمیت غم کرنے کے لئے انہوں نے ہر قسم کی فدا ری، خیانیت اور عہد شکنی کی ہے) دیکھتے ہیں کہ اس کی کامیاب فوجوں نے ہر جانب سے ان کا محاصرہ کر لیا ہے تو محرو خدائے کا طریق اختیار کر لیتے ہیں۔ اور فاتح سالار کو اس پر اثر انداز ہونے کے لیے تاکہ وہ انہیں معاف کر دے مدحیہ انداز میں اس کا علم و حلم یاد کرنے لگتے ہیں۔ لیکن ان یہودیوں کو جو اس وقت بیگناہ صلح جو اور مسکین واعظا کے مقام پر کھڑے تھے یہ بات بھول گئی (یا کم از کم انہوں نے بھلا دی) کہ انہوں نے تمام انسانی اقدار اور اخلاقی نمونوں کو دیوار کے ایک گوشے میں پھینک دیا تھا۔

اور جب انہوں نے دیکھا کہ احزاب کی جہازیں مسلمان اقلیت کا اس طرح گھیراؤ کیے ہوئے ہیں جس طرح متوجہ سمندر چھوٹے جزیرے کو ہر جانب سے گھیر لیتا ہے تو انہوں نے نہایت کینگی کے ساتھ معاہدات و موافقات کو پیروں تلے روند دیا اور ان باغی۔ فوجوں کو خوش آمدید کہا اور دین مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ میں ان کے ساتھ انعام کیا اب ان کا مغبوط و عسکری معاہدہ تھا اور وہ معاہدہ مشرکہ و دفاع کا تھا۔ ہاں ہاں ان یہودیوں نے یہ بات بھی بھلا دی کہ جب ان کا

فیصل کن گھڑیوں میں نبوی وفد ان کے پاس یہ مطالبہ کرتے ہوئے آیا کہ وہ آپس کے باہمی معاہدہ کے مطابق جنگجو اعزاب کے مقابلہ میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر مسکری التزامات کریں گواہوں نے ان نازک گھڑیوں میں اپنے حلیف مسلمانوں کی مدد سے توقف کر کے صرف معاہدہ کی تصریح کی خلاف ورزی پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ نہایت بے شری کے ساتھ انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سرے سے کوئی معاہدہ ہے ہی نہیں۔

ہاں ہاں ان یہودیوں کو جو رجم طلب کرتے اور علم یاد دلاتے ہیں یہ بات بھی بھول گئے کہ جب نوحہ وفد کا لیدران کے پاس معاہدہ کی تنقید کا مطالبہ لے کر آیا تو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے ناواقفیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ان کا غیل تھا کہ اب مسلمانوں کا کام تمام ہوا چاہتا ہے (کون اللہ کا رسول ہے ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے

ہاں یہ یہودی اس بات کو بھی بھلا بیٹھے ہیں کہ جب عاصہ کی شدت سے مسلمانوں کے دل گلے تلک پہنچ چکے تھے تو ان کے دلوں میں کینگی اور عہد شکنی کے سوتے پھوٹ پڑے اور انہوں نے مسلمانوں کی معیبت کی کھنٹی کو غنیمت جانا اور اس کے حلقوں کو مضبوط کرنے میں جلدی کرنے لگے پس یہ اعزاب کی جنگجو فوجوں کے ساتھ منتقم ہو گئے اس کینے فعل سے ان کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کی ہستی کو جلد از جلد تباہ کر دیا جائے ان کا خیال تھا کہ یہ سخت ایام اسلامی وجود کے آخری دن ہیں اور اعزاب کی فوجیں اس وجود کے خاتمہ کے بعد ہی اپنے شہروں کو واپس جائیں گی۔

اب اللہ تعالیٰ نے اعزاب کی جنگجو فوجوں کو دھوکا دیا اور قریظہ کے لیے چوڑے خواب پریشان ہو گئے اور قرآن کی فوجیں ان غدار عہد شکن اور دھوکہ بالیہودیوں سے حساب چکانے کے لئے آگئی ان کی زبانوں نے انسانی اقدار اور اخلاقی نمونوں کے متعلق باتیں کرنا جان لیا اور نہ ہر پہلے دھوکہ باز سانپ اپنی بیگناہی اور اچھائی ظاہر کرنے لگے اور ان کا نرم رویہ منظر کہنے لگا "اے اولوالنہام آپ نادان واقف نہیں ہیں" غدار اور خائن قریظہ نے یہ بات اس وقت کہی جب اس کی خطاؤں اور گنہگاروں سے اس نے دیکھا کہ اس کے بلند و بالا

قلعہ اسلامی فوج کے متلاطم سمندر میں غرق ہو رہے ہیں اور ان فوجیوں کے دلوں میں اللہ ہیروئن کے متعلق غصے کے جذبات کھولاؤ کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں کہ اگر ان ہیروئین کو موقع مل جاتا تو یہ مسلمانوں کا مکمل تباہی میں ایک لمحہ بھی تردد نہ کرتے۔ اور عہد شکنی اور غدارسی کے ذقت بھی ان کا یہی مقصد تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس کی فوج کو غالب کیا اور اکیلے ہی اعراب کو شکست دی۔

اب قرظہ کے غدار یہودی، حسرت و ندامت کی لہروں پر ٹھوگری کھاتے پھرتے ہیں اور اس خوفناک انجام کی طرف چل رہے ہیں جس کا انہوں نے مسلمانوں کے متعلق ارادہ کیا تھا اور انہیں اس حد تک پہنچانے کی کوشش بھی کی تھی۔ وہ یحییٰ الکوایسی الا باہلہ

ہم نے اپنی کتاب "غزوہ اعراب" میں بیان کیا ہے عقلاء یہود کا بچانے کی کوشش کرنا کہ چار یہودی عظیموں نے نقص عہد کے بعد (جو مسلمانوں کے اصرار کے درمیان تھا) اپنی قوم کو انتباہ کیا۔ ان سے استدعا کی کہ وہ بنی نغیر کے شیطان کے دسوس کو قبول نہ کریں یہی بنی اعراب کے دسوس کو جس نے بنی قریظہ کو نقص عہد پر آمادہ کیا اور ہم نے بیان کیا ہے کہ ان چاروں عقلاء نے (جن کا سردار عمرو بن سعدی تھا جو خود بھی بنو قریظہ میں سے تھا) غرضیانت کے جرم میں شریک ہونے سے انکار کر دیا اور اعلان کیا کہ وہ اپنے عہد پر قائم ہیں اور ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان میں سے تین نے اسلام قبول کر لیا اور چوتھا عمرو بن سعدی جو ان کا ایک سردار تھا پختہ یہودیت پر قائم رہا لیکن وہ اپنے عہد پر قائم رہا اور اس نے اعلان کیا کہ وہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہونے والے معاہدے کا پابند ہے اور اس نے مسلمانوں سے غدارسی کرنے سے انکار کر دیا۔

اور اس وفد اور یہودی سردار نے اپنی قوم کو غرضیانت انجام سے بچانے کی کوشش کی جو ان کی عہد شکنی اور غدارسی کی جڑ میں ان کا منتظر تھا اور یہ کوشش یوں کی کہ اس نے انہیں تجویز پیش کی کہ وہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور اسلام میں داخل ہو جائیں خصوصاً اس وجہ سے کہ وہ جانتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور مرسل ہیں حتیٰ کہ ان کے ہاں تواریخ میں لکھا ہوا ہے۔

یہودی سرسرا کا بنی قوم کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دینا | پھر عمرو بن سعد کی کہلی گئی ہیں تو وہ بنی قوم بنی قریظہ کے پاس آیا اور اس نے انہیں ایک ارعبت ٹینگ منفقہ کرنے کی خط دی یہ بات حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے عامرہ کے لئے پہنچنے سے قبل کہ ہے۔ اور اس ٹینگ میں جس میں بنو قریظہ کے تمام لیڈر موجود تھے اس عاقل یہودی نے کھڑے ہو کر اپنی قوم سے کہا اے پس کے باہمی عہد کے قوت کرنے پر برا بھلا کہنے اور وہ جو تو بیع کر لے کے بعد اے بنی قریظہ میں نے بہت عبرت کی باتیں دیکھی ہیں میں نے اپنے بھائیوں یعنی بنو نضیر کا گھر عزت و شرف عقل اور فاضلانہ راستے کے بعد ملایا دیکھا ہے انہوں نے اپنے اموال کو چھوڑ دیا جن پر طبرستان نے قبضہ کر لیا ہے اور وہ ذلیل ہو کر یہاں سے نکل گئے ہیں

پھر اس نے علمائے قزاق کی طرف انہیں ناکہ دیا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرے گلاس کا انجام ناکامی ہوگا۔ اس نے کہا کہ قزاق کی قسم یہ بنی اس قوم پر مسلط نہ ہو گا جس کی اللہ کو ضرورت ہوگی اس بنی نے بنو قیناع پر حملہ کیا حالانکہ وہ بڑے صاحبِ نحر و اور تہیاریوں اور تیاری والے تھے پس اس نے انہیں قید کر دیا اور ان میں سے ایک آدمی نے بھی اپنا سر نہ نکالا اور ان کے بارے میں گفتگو ہوئی تو اس نے انہیں تیرب سے جلاوطن کر کے چھوڑ دیا..... پھر عمرو بن سعد نے اپنی قوم بنی قریظہ کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تاکہ وہ اپنے خونِ محفوظہ کو لیں اور حق کی پیروی کریں اس نے کہا۔

اے لوگو جو تم نے دیکھا تھا دیکھ لیا میری ماں اور آؤ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں خدا کی قسم تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ وہ بنی ہے اور ہمارے علمائے ہیں اس کی بشارت دی ہے پھر ابن سعد مسلسل انہیں جنگ اور قید سے ڈراتا رہا اور اس نے ان کے سردار کعب بن اسد کے پاس آکر اسے کہا۔

طور سینا کے سفر موسیٰ پر جو تورات نازل ہوئی تھی دنیا میں عزت و شرف کیلئے تھی (یعنی دخول اسلام کے لئے) اسی دوران میں کہ عمرو بن سعد کی اس ٹینگ میں اپنی قوم سے گفتگو کر رہا تھا کہ ہمیشہ بنو ی کے ہر اول دستے ان کے قلعوں کی طرف مارچ کرتے ہوئے نظر آئے اس موقع پر

یہودی سردار بن سعدی نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا کہ ایسا بات سے میں نے تم کو متنبہ کیا تھا اس کے باوجود بنی قریظہ نے عمرو بن سعدی کے حضور سے کو جس جہاں اس نے انہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی ارد گرد یا پس اس نے آخری کوشش کے طور پر ان کے سامنے ایک اور تجویز پیش کی ان کو بچانے کی کوشش کرتے ہوئے اور انہیں کہا کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے اللہ میں تمہاری عہد شکنی میں شریک نہیں ہوا پس اگر تم اس کے دین میں داخل ہونے سے انکاری ہو تو یہودیت پر قائم رہو اور جزیرہ دوار غزاکہ قسم مجھے معلوم نہیں کہ وہ اسے قبول کرے گا بھی یا نہیں مگر بنو قریظہ نے اس تجویز کو بھی رد کر دیا اور جواب دیا لا انا ان کے سردار میں نخواست باقی تھی کہ ہم عربوں کو غزات دینا تسلیم نہیں کریں گے اس سے قتل ہو جانا بہتر ہے اس موقع پر اس عقل مند یہودی (عمرو بن سعدی) کو معلوم ہو گیا کہ اس کی بیوقوفی و فساد اور یہودی قوم کا فساد اسے موت تک لے جائے گا پس اس نے ان سے اپنی برکت کا اعلان کر دیا اور ہمیشہ کے لئے انہیں چھوڑ گیا یہ یہودی رابن سعدی اپنی قوم بنی قریظہ کے قلعوں سے رات کے وقت نکلا جب کہ اسلامی فوج نے ان کا ہر جگہ سے محاصرہ کر لیا تھا اور جب یہ یہودی سرداران کو چھوڑ کر اپنی قوم کے قلعوں سے نکلا تو اسے بنوی فوج کے ہر بیڑوں نے ہلاکت کر رہے تھے پڑ لیا پھر وہ اپنے سالار محمد بن مسلمہ کے پاس لے گئے اور جب حافظ دستے سالار نے اسے پہچان لیا کہ یہ عمرو بن سعدی ہے جس کے شرفیاء موقف کی اطلاع مسلمانوں کو مل چکی تھی تو اس نے اس کے چھوڑنے کا حکم دے دیا تاکہ وہ آزادی کے ساتھ جہاں جانا چاہا چلے گئے مگر اس نے کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہیں کیا تھا جو اس کے قتل یا اس کے قید کرنے کو واجب کرتا ہو وہ اپنے عہد پر قائم تھا اور عہد شکنی اور غدریابی بنی قریظہ کے ساتھ شامل نہیں تھا بنوی فوج کے حافظ دستے نے عمرو بن سعدی کو آزاد کر دیا حالانکہ وہ اپنی قوم بنی قریظہ کے قلعوں سے نکلا تھا اور وہ ہمیشہ اپنی یہودیت پر قائم رہا اور یہ ایک بد بھلا مرد ہے کہ مسلمانوں نے عمرو بن سعدی یہودی کو کوئی گزند نہیں پہنچایا کیونکہ بنی قریظہ کے یہودیوں کا یہ امر کرنے اور ان کے خلاف جنگ کرنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ یہودی ہیں اسلام کو نہیں مانتے ایسا ہرگز نہیں یہ اس لئے تھا کہ انہوں نے عہد شکنی کی تھی

اور جنگ کے ہایت نازک وقت میں غزاری کا ارتکاب کیا تھا جس کی مزا حاکم دینا کے قوانین میں موت ہے اور یہ یہودی ابن سعدی اپنی قوم کے ساتھ نعتیں عہد اور غلہ کی کے جسم میں شامل نہیں ہوا اور اس کو بغیر کسی تکلیف دینے کے آزاد چھوڑ دینا اسلام کے ایک بنیادی اور عادلانہ اصول کی تفسیر ہے۔ **جاء الله تعالى** کے اس قول **ولا تزدادوا ظنكم** دوسرا نسخہ اور **ولا تزدادوا الظالمين** سے واضح ہے۔

ابن اسحاق (عمر بن سعدی کے بنی قریظہ کے قلعوں سے نکلنے اور انہیں چھوڑنے کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس رات عمرو بن سعد قرظی نکل کر حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ محمد بن مسلمہ انصاری کے پاس سے گزرا۔ جب ابن مسلمہ نے اسے دیکھا تو اسے روکے ہوئے کہا۔ یہ کون ہے؟ تو اس نے کہا میں عمرو بن سعدی ہوں، عمرو نے بنی قریظہ کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد شکنی میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا اور اس نے کہا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی عہد شکنی نہیں کروں گا، ابن مسلمہ نے ابن سعدی کو پہچان کر کہا اے اللہ مجھے کریم لوگوں کی غلطیوں کو معاف کرے سے محروم نہ رکھنا پھر اس نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور وہ سید معاویہؓ کا گواہ بن گیا۔ اور یہ رات اس نے سمجد بنوی میں مسلمان بن کر رات گزاری پھر آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کدھر چلا گیا۔

حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار یہودی کی تعریف کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
 نے اس مقل منہ وفادار یہودی کی تعریف کی اور یہ واقعہ یہاں ہوا ہے کہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ محافظت سے اس کو بچا لیا تھا پھر محمد بن مسلمہ نے اسے چھوڑ دیا تو آپ نے فرمایا۔

اس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے اس کی وفاداری کی وجہ سے نجات دی ہے۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ بعض لوگوں کے خیال میں عمرو بن سعدی کو اس بوسیدہ رسی کے ٹھٹھے

ہے باندھ لیا جس سے بنی قریظہ کو اطاعت اختیار کرنے کے بعد باندھ لیا تھا اور وہ لادیر بنی قریظہ کو چھڑک کر قتل سے محفوظ رکھا کیونکہ اس سے کسی رسی سے باندھ لیا تھا وہ گر پڑی تھی اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کدھر چلا گیا

اسنا صحابی لکھتا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات رکھ اس آدمی کو لے کر تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی جس سے نجات دی ہے، اس کے حصول کی یہ پہلی بات اسلام کی منطق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ مسلمان اس آدمی کو گرفتار کریں جو اپنے عہد پر قائم مسلمان سے عہد شکنی کرنے سے انکاری ہو

بنو قریظہ مسلسل اپنی بے راہروی پر قائم رہے اور ان کے یہود کا مقابلہ اور ان کا سخت محاصرہ | غون کو بچانے کے لئے عمرو بن سہل نے جو تجاویز پیش کیں انہوں نے ان سب کو رد کر دیا اور وہ قتل و حداثت کا بیخود وارہ کر کے اپنے قلعوں میں پناہ پزیر ہو گئے مسلمانوں نے قلعوں کے ارد گرد محاصرہ کر سخت کر دیا اور ہر جانب سے ان کا گھیراؤ کرنے لگے اصحابی فوجوں نے ہر دیوار اور ہر دیواروں کے درمیان ہر رابطے کو منقطع کر دیا اور ان کی تمام کھیتی باڑی کھجوروں پر قبضہ کر لیا جو قلعوں سے باہر تھیں۔

بنی قریظہ کے محاصرہ کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنویں پر نزول اہمال فرمایا | **محاصرہ کے درمیان انہوں نے کمان کا ہیڈ کوارٹر** جے عجز آئی کہتے ہیں اور آپ نے وہاں اپنی کمان کا ہیڈ کوارٹر بنایا شروع شروع میں یہودیوں نے قلعہ کا شدید مقابلہ کیا مگر چالیس راتیں گزرنے پر ان کے دلوں میں خوف و غلق سراپت کر گیا اور محاصرہ کی تنگی سے انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمان اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک وہ اطاعت نہ اختیار نہ کریں اور یہ وہ ان کے قلعوں میں داخل ہو کر انہیں ہنوک شمشیر قلعہ کریں گے اگرچہ ان کے پاس پانی، غذائی اشیاء، اسلحہ اور محفوظ قلعوں کی وافر طاقت تھی جو طویل عرصہ تک مقابلہ میں ان کی مدد کر سکتی تھی مگر ان کے دل رعب و خوف و گھبراہٹ سے مجھ گئے اور ان کے قوی جواب دے گئے اور وہ اس طریقہ پر غور کرنے لگے جس سے ان کے خون محفوظ ہو سکتے

اس مشکل وقت میں بنی قریظہ کے سردار کعب بن

بنی قریظہ کے سردار کا نہیں دعوت اسلام آجیٹا اس نے اپنی قوم کے ریڈیٹل کی اپنی ملک کے

ہیڈ لائٹر کی جنگی موقف کے بارے میں غور کیا نظر کے جادو اور گڑھے میں گرے بغیر اسے موقع

سحر پکارتے کہنے لگے مشورہ کہ لکھنؤ شنگ طلب کی۔ جب ضرورت خیانت کے لیڈر پانچ سو سو

کعب بن اسد کے پاس آگئے ہوئے و جو بڑا اعتقاد تھا کاشی یہ بڑے سادہ سخی نہ جیتے جیتوں نے اس کی

بات ملاحظہ اسے اسی عہد کے توڑنے پر آمادہ کر دیا۔ جو اس کے اور حضرت بنی کرم علی اللہ علیہ

و سلم کے درمیان تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کعب بن اسد کو ناپسند کرتا تھا اور

مسلمانوں سے ملتی رکتے کا بڑا خواہش مند تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اسے معلوم ہوا کہ احزاب

کی فوجیں حرمینہ کے فوج میں پہنچ گئی ہیں اور بنی نضیر کا شیطان اسے ملنے آ رہا ہے تو اس نے اپنے

قلعے کا دروازہ بند کر دیا۔ یہو یوگا سے علم تھا کہ یہ جیٹھرت اس لئے اس کے پاس آ رہا ہے کہ بنی قریظہ سے

معاہدہ کرے کہ وہ مسلمانوں سے عہد شکنی کرے احزاب کے ساتھ مل جائیں اور کعب عہد شکنی سے ملنے

تھا اور اسے مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کرنے کے بہتے نہا کا اس کے توڑے سے قبل ہی اندازہ تھا

یہی وجہ ہے کہ اس نے شروع شروع میں سی بنی اخطب کی ملاقات سے انکار کر دیا اور اس کی

راے کو جو مسلمانوں سے عہد شکنی کی داعی تھی برا خیال کیا اور اس نے بڑی وضاحت سے اسے کبلیجی

تیل ریل پر ایک غور سے آدمی ہے ان میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا ہے اور میں اس باہمی

معاہدہ کو توڑنے والا نہیں اور میں نے اس سے مدد دینا کے سوا کچھ نہیں دیکھا اس وقت میں نے

اندازہ کیا کہ اس پر احزاب کی زبردست فوجوں کا قوت کا اثر ڈالے اور اسے مؤثر فیصلے کے ذریعے رہتا

منکرے کہ وہ مسلمانوں کا قاتل کر دیں گی اس لئے اسے کہا کعب تیل ریل میں تو میرے زمانے کی

عزت (یعنی احزاب کی فوجوں) کے ساتھ آیا ہوں کعب نے اسے کہا کہ یادہ احزاب کے ساتھ قاتل

ہوں گے سے نتیجے میں نازل ہونے والی سزا کو کھلم کھلا دیکھ رہا ہے خدا کی قسم تو میرے پاس نہ لے سکی

زلزلت کو لے کر آیا ہے تو میرے پاس ایسے بادل لایا ہے جن کا پانی ختم ہو چکا ہے وہ مرتدا اور ملوث

ہے اور اس میں کوئی چیز موجود نہیں اسے یہی تیل ریل پر مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔

جب بنی قریظہ کے ہیرو اس نے اپنے سردار کعب بن اسد کے پاس جمع ہوئے اس وقت ہمارے

انہیں تنگ کر رکھا تھا اس نے انہیں اور غامس کر سی بنی اخطب کو نصیحت کی کہ اس نے انہیں اس انجام سے
انتباہ کیا ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ شروع شروع میں مسلمانوں کے ساتھ غلامی اور عہد
شکنی کرنے سے مانع تھا۔

اس نے انہیں اس شینگ میں کہا کہ اگر وہ یہود جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ تم پر نازل ہو چکا ہے
میں نقض عہد کو ناپسند کرتا تھا پھر اس نے حبیب بن اخطب کی طرف متوجہ ہو کر کہا جو کچھ بنی قریظہ سے
جو اسے یا ہو گا یہ اس کا ذمہ دار ہے اس نے کہا معیبت اور نحوست صرف اس بیٹھے والے
کی وجہ سے ہے۔

حبیب بن اخطب بنی قریظہ کو مسلمانوں سے عہد شکنی اور غلامی کرنے پر آمادہ کر چکا تو اس نے
بنی قریظہ کے سردار سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ اس کے قلعے میں داخل ہو جائے تاکہ احزاب کا فوجی عہد
مسلمانوں کو مکمل چھوٹے بنیے والوں کا نہیں تو اسے بھی وہی تکلیف پہنچے جو بنی قریظہ کو پہنچے اور غلامی
نے حبیب کے ساتھ یہ عہد پورا کیا پس اللہ تعالیٰ اسے بنی قریظہ کے قلعوں میں لے آیا تاکہ وہ اپنے خیر اند
اعمال کا پھل حاصل کرے اور وہ ان کے انجام تک ان کے ساتھ ان کے قلعوں کے اندر رہا پھر کعب بن
اسد نے اس شینگ میں اپنی قوم سے بات جاری رکھی اور انہیں یمن اور مکہ امتیاع کی دعوت دی۔
(۱) یا تو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیاع ہو گئی اور اسلحا میں داخل ہو جائیں۔
ابھی یا بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں کے قتل کے بعد مسلمانوں پر غزوہ کئی کے طریق سے
حملہ کریں

اصح یا ہنزہ کے رفر مسلمانوں پر چاک حملہ کریں اس دن یہودی ذہنی نقطہ نگاہ سے کوئی کام
نہیں کرتے۔

لیکن یہودیوں نے ان میں سے کسی ایک تجویز پر بھی عمل کرنے سے انکار کر دیا اور ان کے سردار
کعب بن اسد نے انہیں کہا کہ بنی قریظہ کیا تمہیں یا صہ جو ابن خراش نے تمہیں کہا تھا وہ ان کا ایک
عالم تھا کہ اس بیتی سے ایک بنی ظاہر ہو گا اس کی پیروی کرنا اور اس کے مددگار بن جانا اس طرح تم وہ قلعہ
پہلی اندر دوسری پر ابلان لانے والے بن جاز گے پھر کعب نے اپنی قوم کو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی امتیاع کرنے اور آپ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور کہا کہ ان کی قسم تم پر یہ بات واضح ہو چکی ہے

کہ وہ بنی اور مرسل ہے اور وہ دیکھا ہے جسے تم اپنی کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہو اور یہیں اس کے ساتھ شامل ہونے سے صرف عربوں کے صدمہ نے رکھا ہوا ہے کیونکہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں اس کا پیروکار کرو تو تمہارے عوان اموال اور عورتیں محفوظ ہو جائیں گی بنو قریظہ نے اپنے سردار کی اس تجویز کو رد کر دیا اور کہا کہ ہم تو رات کے حکم کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور نہ اس کے بدلے ہم کسی اور حکم کو اختیار کریں گے۔

اس کا عورتوں، بچوں کو قتل کرنے اور مسلمانوں کو حملہ کرنے کی تجویز پیش کرنا | ہوا کہ اس کا قوم نے

اس کی تجویز کو رد کر دیا ہے تو اس نے ان کے سامنے دوسری تجویز پیش کی جو مسلمانوں پر خود کشی کے مترادف حملہ کرنے یا ہلاکوں کی طرح مرنے کا فیصلہ کرتی تھی اس نے کہا جب تم میری یہ بات نہیں مانتے تو آؤ ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر دیں جس پر محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف تلواریں برت کر تیل پڑیں اور اپنے پیچھے کوئی بوجھ نہ چھوڑیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کے درمیان فیصلہ کرے اگر ہم ہلاک ہو گئے تو ہم ہلاک ہوں گے اور اپنے پیچھے کوئی نسل نہ چھوڑیں گے جس کے متعلق ہمیں کوئی خوف ہو اور اگر ہم غالب آ گئے تو ہمیں عورتیں اور بچے مل جائیں گے بنو قریظہ نے اس جرات مندانہ تجویز کو بھی رد کر دیا اور اپنے سردار کعب بن اسد سے رعب بنو قریظہ (اصطراب سے کہا ہم ان مکینوں کو قتل کر دیں یہی ان کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔

اس کے بعد کعب نے ان سے تیسری اور آخری تجویز کی تنفیذ کا مطالبہ کیا کہ مسلمانوں پر ہفتہ کے روزہ چانک حملہ کر دیا جائے اس نے کہا کہ اگر تم نے میری یہ بات بھی نہ مانی تو رات بہت کی طوت ہے شاید اس میں محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہیں امن دیں اور ہم چانک حملہ کر کے ان سے اپنی ہفتہ وصول کر لیں انہوں نے اس تجویز کو بھی رد کر دیا اور کہا کہ تمہارے بہت ہفتہ کو خراب کرنا چاہتا ہے اور ہم اس میں وہ بات کریں گے جو ہم سے پہلے لوگوں نے نہیں کی سوائے اس بات سے جسے تم جانتے ہو تو انہیں ایسی تکلیف پہنچی جو تم سے مخفی نہیں اس موقع پر بنو قریظہ کا سردار انجی قوم سے حایوس ہو گیا اور اپنے ہاتھ جھاڑ دیے اور کہتے ہوئے اپنی بات ختم کر دی تم میں سے کسی آدمی نے جب سے اس کی ماں تے اسے جنا ہے دنیا میں ایک رات بھی عقل نہ لگا

سے نہیں گزاری۔

جب عامرہ اپنے انتہائی مقام کو پہنچا تو بنی قریظہ نے کئی بار کوشش یہود کا مذاکرہ کی کہ وہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جانوں کی حفاظت کی ضمانت حاصل کریں اور آپ ان کی عورتوں اور بچوں کو ضمانت فرمادیں چھوڑ کر آپ سے ہمیشہ کے لئے چلے جائیں۔ لیکن ان کی پہلی کوشش یہ تھی کہ بنی قریظہ نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع بھیجی کہ وہ قریظہ سے اس طرح جلا وطن ہونے کے لئے تیار ہیں جیسے ان کے بھائی بنی نضیر کو کہ اس کے بعد جلا وطن ہوئے تھے۔ اس یہودی پیش کش کو بنی قریظہ کا ایک لیڈر حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر گیا جس کا نام بنی نضیر بن قیس تھا اس یہودی لیڈر نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے کان کے پیڑ کو لٹا دیا جو قلعوں کے ارد گرد تمام مذاکرات کے لئے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے اجازت دے دی۔

حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت کے بغیر مذاکرات کرنے سے انکار کر دیا

جب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محافظ دوسرا یہودی لیڈر کو آپ کی خدمت میں لایا تو اس نے بنی قریظہ کی پیش کش کو آپ کے سامنے پیش کیا جس میں انہوں نے کہا کہ آپ ہیں عورتوں اور بچوں سمیت اور جس قدر لونٹ (ہتھیاروں کے سوا) سامان اٹھا سکتے ہیں اس کے ساتھ قریظہ سے نکل جانے کی اجازت دے دیں اور ہمارے بقیہ ملک پر بنی قریظہ سے جہاں مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیں گے مگر حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیش کش کو قطعی طور پر رد کر دیا اور بنی قریظہ کے نمائندے سے فرمایا کہ آپ ان یہودیوں کی غیر مشروط اطاعت کے سوا اور کسی بات کو قبول نہیں کریں گے۔ ان کا نمندہ قریظہ کی طرف واپس آ گیا اور اس نے سلاطین بنی کے ساتھ اپنے مذاکرات کے نتیجے سے اپنی شکایت کیا کہ وہ اس یہودی پیش کش کو قبول نہیں کرتے۔

اس انکار پر بھی یہودی مالکوں نے نہیں بولے انہوں نے دوبارہ اپنے اسی نمندے سے مذاکرات بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار عرض و اخذ پیش کرنے کے لئے بھیجا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ آپ انہیں عورتوں اور بچوں سمیت ان کی امان دے کر قریظہ سے جلا وطن

ہونے کی خبرت سے دیں اور انہوں نے آپ کو یہ اطلاع بھی کہ وہ اپنا سب کچھ مسلمانوں کے لئے
 چھوڑنے کو تیار ہیں اور وہ اپنے ساتھ کسی قسم کا حمل اٹھا کر نہیں لے جائیں گے بناش بن قیس نے جیش
 اسلامی کے سالار اعلیٰ کے سامنے بنی قریظہ کے نام سے جب یہ پیشکش کی تو آپ نے اس نئے اتفاق
 کرنے سے انکار کر دیا اور دوبارہ کہا کہ وہ ان یہودیوں کی غیر مشروط اطاعت کے سوا اور کوئی بات قبل
 نہیں کریں گے جب قریظہ کو اطلاع ملی کہ ان کی اٹری پیشکش بھی رد ہو گئی ہے تو وہ شرمندہ ہو گئے
 اور ان کے خوف و غلطی میں اضافہ ہو گیا اور ان کے یڈر قلع و حیرت میں ٹانگ لڑنا شروع کرنے لگے
 انہیں معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کیا کریں خصوصاً عامرہ کی سختی نے ان کا لگا گھوٹ کر ان کے اعصاب
 کو شل کر دیا تھا۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بنی قریظہ کے حالات دگرگول ہو چکے تھے اور کسی بھی
 مدد کی امید جاتی تھی | پارٹی کی طرف انہیں امید دہی کہ وہ ان کی گرفتوں کو اس واقعہ ہونے والی موت
 سے بچائے جو ان کی فدا داری کا جزا میں ان کی منتظر تھی اگر اس بارے میں غور و فکر اور بحث و تمیص انہیں کیا جاتا
 دے سکتی تھی اور وہ کس سے مدد طلب کرتے کیا قریش سے یا عطفان سے یا بنی قریظہ سے یا رسول و شہنشاہ
 کے ساتھ ساتھ جو یہ عرب کے طاقتور ترین اور خدو رقبائل تھے ممکن تھا کہ قریظہ ان قبائل سے مدد مانگتے
 خواہ اپنے تعلقوں سے عامرہ کرنے کے لئے ہی مانگتے لیکن اب قریظہ کو معلوم ہو گیا کہ عامرہ اپنے قتل عام سے
 میں ان کے قھول کو مرنے کو دے گا اور اس کی تعمیل کا اہم سبب ان قریشی اور بنی قریظہ قبائل کا اندہودیوں
 پر غم و ناراضگی تھا اس لئے ان محصور یہودیوں کو کوئی امید نہیں رہی کہ مدد مانگتے ہوئے قبائل ان کا مدد کریں گے
 بنی نضیر وغیرہ کے یہود ان خبر (جو جزیرہ عرب کی طاقتور ترین مسلح
 فوج تھی) جنہیں اضطراب کی فوجوں کو اکٹھا کرنے اور مدینہ سے جنگ

کے لئے انہیں مدد دینے میں یہ طوطی حاصل تھا جب انہیں یہ فوجیں کسی مقصد کو حاصل کئے بغیر وہیں
 رہ گئیں تو انہیں بھی خوف اور غملاہٹ نے گھیر لیا اس پر یہودیوں نے بنی نضیر مسلمانوں سے ہاتھ ملگ
 کرنے کے بعد نہایت ذلت کے ساتھ جلاوطن ہو کر نکلے تھے ان کا جنگ کی انتہا اطاعت کرنے اور ان میں
 کی جلاوطنی پر ہر دلی تھی اگر ان میں مسلمانوں کے ساتھ مٹا بل کرنے کا کچھ بھی سکتا ہوتا تو وہ مدینہ سے اس ذلیل صورت
 جلاوطن ہونا قبول نہ کرتے پس اب وہ اس عامرہ کو جو ان کے سردار بنی نضیر بن اخطب اور بنی قریظہ کے عہد شکن اور فدا

یا تو سالار اعلیٰ علی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت اختیار کر لیں۔ اور یا مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن معرکے میں شامل ہو جائیں، اور قرظیلہ نے ثابت کر دیا کہ وہ اس معاملہ میں سوچنے سے کہیں زیادہ بزدل ہیں۔ قرظیلہ کے سردار کعب بن اسد نے ان کے سامنے یہ بہادارانہ پیش کش کی تھی۔ لیکن انہوں نے اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور وہ اس کے ذکر سے ہی بزدلی کی وجہ سے لرزہ بر اندام ہونے لگے تھے۔ ابقرظیلہ کے لئے مسلم فوجوں کی اطاعت کرنے اور غیر مشروط طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اور آخر کار بنو قریظہ نے بھی فیصلہ کیا۔ انہیں امید تھی کہ شاید اس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں معاف فرما دیں اور ان کی جالوں کی حفاظت کریں جیسا کہ آپ نے بنوقینقاع اور بنونضیر کے ساتھ کیا تھا۔ جنہوں نے آپ کے مقابلہ میں تھوڑا سی اختیار رکھا تھا۔ انہوں نے آپ کی اطاعت اختیار کر لی تھی اور آپ نے انہیں معاف فرما دیا۔

یہودیوں کی آخری کوشش

بنو قریظہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اطاعت کے فیصلہ کی قانونی رنگ میں الملاحیہ

سے پہلے ایک اور کوشش کی کہ شاید وہ اس سے اپنی عہد شکنی اور غلامی کی سزا میں کچھ تخفیف کرا لیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پہلی اور دوسری پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ تو انہوں نے اس کے بعد اس تکلیف دہ موقف کے مقابلہ میں کسی ضروری اقدام کی تحقیق کے لیے ایک خاص کمیٹی مینٹنگ منعقد کی۔ اس کمیٹی میں بنی قرظہ کے لیڈروں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ وہ سالار بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ کے ان سے استدعا کریں کہ آپ ان کے حلیف ابولہبہ انصاری کو ان کے پاس آنے کی اجازت دیں تاکہ وہ اپنے معاملے میں ان سے مشورہ کر

سکیں۔ ابولہبؓ بنی قرظہ کے حلیف تھے۔ اور انکی اولاد و اموال بھی ان کے علاقے میں تھے۔ اس لیے ان کے متعلق ان کا خیال تھا کہ ان سے اخلاص و مہربانی سے پیش آئیں گے۔ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کے مطابق ابولہبؓ کو بنو قرظہ سے ملاقات کی اجازت دے دی اور انہیں فرمایا کہ اپنے حلیفوں کے پاس جاؤ۔ انہوں نے اس سے تمہاری طرف پیغام بھیجا ہے۔ ابولہبؓ بنو قرظہ کی طرف گئے۔ اور جب آپ ان سے بڑے قلعے میں داخل ہوئے تو محاصرہ کی شدت کی وجہ سے ان کی عمر میں ادھب کچے رونے لگے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے عورتوں اور بچوں کو اکٹھا کرنے کا انتظام کیا تھا۔ تاکہ انہیں ابولہبؓ پر ڈر ڈالنے کیلئے رونے کیے تیار کریں۔ اور جب یہودی لیڈر ابولہبؓ کے پاس اکٹھے ہوئے تو آپ کے سامنے اپنی تنگی اور تکلیف کا اجڑا بیان کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا کہ کیا غیر مشروط پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے میں ان کی کوئی جھلائی ہے۔

صحابی نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی | ابولہبؓ بڑی غلطی کے مرتکب ہوئے جس کا بعد میں انہوں نے

اعتراف کیا کہ وہ عظیم غلطی تھی۔ جب ابولہبؓ نے اپنے سامنے عورتوں اور بچوں کو روتے دیکھا تو انہیں ترس آگیا اور وہ جذبات سے مغلوب ہو گئے جس سے وہ جان صواب سے منحرف ہو گئے۔ اور یہ واقعہ یوں ہے کہ جب بنی قرظہ کے لیڈر اکٹھے ہوئے تو انہوں نے ان کے سامنے اپنی مشکلات کو بیان کیا اور ان سے رہنمائی چاہی کہ اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے اور غیر مشروط طاعت کرنے میں ان کی جھلائی ہو تو وہ ایسا کر لیں گے۔ انہوں نے اشارہ سے ان کو مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرنا۔ اور انہیں سمجھایا کہ اگر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانا تو ان کا انجام قتل ہوگا۔ اب ہم اس جلیل القدر صحابی حضرت ابولہبؓ سے آپ کو وہ واقعہ سناتے ہیں جس میں انہوں نے اس قدر لغزش کھائی تھی۔ حضرت ابولہبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بنو قرظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرے بیٹے کے متعلق درخواست کی تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اپنے حلیفوں کی طرف جاؤ۔ انہوں نے اس سے تمہاری طرف پیغام بھیجا ہے (اوس، سعد بن مسعود کی قوم تھی جو بنی قرظہ کی حلیف تھی) ابولہبؓ بیان کرتے

ہیں جو ان کی طرف گیا تو ان کے سردار کعب بن اسد نے میرے پاس آکر کہا اے ابولشیر آپ کو ہماری حالت معلوم ہی ہے، ہمارا مزہم پر سخت ہو گیا ہے اور ہم ہلاک ہو گئے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قلعوں کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک ہم ان کا حکم نہ مان لیں۔ اور اگر وہ ہم کو چھوڑ دیں تو ہم شام یا خیبر کے علاقے میں پلے جائیں گے۔ اور ہم ان کے علاقے میں نہیں آئیں گے۔ اور نہ کبھی ان پر فوج سے حملہ کریں گے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے دوسروں پر آپ کو ترجیح دی ہے۔ پھر کعب بن اسد سے مشورہ طلب کرتے ہوئے کہا کیا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان لیں۔ اس موقع پر عیسیٰ القدر مہمانی کا قدم پھسل گیا اور اس نے کعب بن اسد کے مشورہ کے جواب میں کہا۔ ہاں۔ اور اپنے ملحق کی طرف اشارہ کیا کہ قتل ہو گئے یعنی اگر یہودیوں نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانا تو ان کا انجام موت ہو گا۔

حضرت ابولبابہؓ سچے مومن تھے آپ نے اس اظہار کے سوا اور کوئی بات نہ کی اور شرمندہ ہو گئے اور آپ نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے حق میں جو عظیم گناہ کیا اس کی عظمت کا آپ کو ادراک ہو گیا۔ پس آپ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا اور اپنے فعل پر ندامت کے باعث آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ جب بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے خوف و اضطراب کے باعث آپ کی یہ حالت دیکھی تو آپ سے متعجب ہو کر کہا ابولبابہ! آپ کو کیا ہوا ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں نے اللہ واس کے رسول سے خیانت کی ہے۔ یعنی یہودیوں کو یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانا تو ان کا انجام موت ہے۔

ابولبابہؓ کا اپنے آپ کو مسجد میں باندھنا | انہیں بادبوواہی و دستوں کے ابولبابہ پر بڑنگ ہو گئی۔ اور ان کا خیبر ان کے فعل پر انہیں کچھ کے

دینے لگا۔ اور انہوں نے نہایت غمناک حالت میں فوری طور پر اپنے علیف کعب بن اسد کا قہہ چھوڑ دیا۔ اور شرمندگی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ گئے۔ بلکہ مسجد کی طرف چلے گئے۔ اور آپ کی آنکھیں اشکباری کر رہی تھیں اور آپ نے فیصلہ کیا کہ اپنے آپ کو کھونے تک یا تو قبول ہونے تک مسجد کے ستون سے باندھ دیں، حضرت ابولبابہؓ خود اس واقعہ کو بیان

کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

خدا کی قسم جو نبی میرے قدم اپنی جگہ سے پھسلے مجھے معلوم ہو گیا کہ میں نے عملاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے فدا کی ہے اور اب وہ اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ پھر ابوالبابہ سیدھے چلتے گئے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ اور کہنے لگے جب تک اللہ تعالیٰ میرے فعل کی مجھے معافی نہیں دے گا میں اپنی جگہ سے نہیں ہٹوں گا۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ میں کبھی بنی قریظہ کے پاس نہیں جاؤں گا۔ اور نہ کبھی اس شہر میں رکھائی دوں گا۔ میں نے اللہ ادا اس کے رسول سے غلامی کی ہے۔

یہ ایک سخت نفیاتی آزمائش تھی جو اس جلیل القدر صحابی کو پیش آئی، انہوں نے اپنے آپ کو ایک وزنی نہ بنیر کے ساتھ اس ستون سے باندھ دیا۔ جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر واپس جلتے تھے۔ اور وہ ستون حضرت ام سلمہ کے دروازے کے نزدیک تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو البلباہ کے واقعہ اور جو کچھ انہوں نے اپنے ساتھ کیا تھا اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ہانگی سے فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آجائے تو میں ان کے لیے استغفار کرتا۔ اب جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا، جب تک اللہ انہیں معاف نہ فرمائے میں انہیں ان کی جگہ سے کھولنے کا نہیں۔

ابولہاب کی بیوی اور بیٹی نماز کے وقت آکر ان کے بندھن کھول دیتی۔ اسی طرح جب انہیں قضاے حاجت وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو وہ انہیں کھول دیتی۔ پھر وہ واپس آجاتے اور انہیں سٹعن سے باندھ دیا جاتا۔ ابولہاب سترہ راتوں تک بندھے رہے قریب تھا کہ ان کی سماعت اور بھارت جاتی رہتی۔

ابولہابہ کی توبہ | جب تک اللہ نے چاہا یہ آزمائش میں پڑا ہوا صحابی نہ بھارہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ منظور اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غور اپنے ہاتھوں سے آزاد کیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابو لبابہ کی توبہ کی آیت سحر کے وقت حضرت اُم سلمہ رضی کے

گھر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر کے وقت سکرانے دیکھا میں نے کہا خدا تعالیٰ آپ کو مسکھانا رکھے آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابولبابہؓ کی توبہ قبول ہو گئی ہے۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا میں اُسے خوشخبری نہ دوں۔ آپ نے فرمایا بیشک دو، آپ اپنے مجھ سے کے دروازے پر کھڑی ہو گئیں۔

یہ حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ نے کہا اے ابولبابہؓ تمہیں خوشخبری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے۔ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ لوگ انہیں کھولنے کے لئے دوڑ پڑے تو انہوں نے کہا خدا کی قسم مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اپنے ہاتھ سے کھولیں گے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لیے جاتے ہوئے ان کے پاس سے گزے تو انہیں کھول دیا۔

اس جلیل القدر صحابی کو اپنی توبہ کی قبولیت کی اس قدر خوشی ہوئی کہ انہوں نے اپنی توبہ کی تکمیل کے لیے اپنے تمام مال سے الگ ہو جانا چاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تمہارے لیے تیسرا حق صدقہ کافی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں سارا مال صدقہ کرنے سے روکنا

ابن اسحاق کے بیان کے مطابق ابولبابہؓ کی توبہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی وہ سورہ توبہ کی یہ آیت ۳۰۔ اَتُحِبُّونَ اَعْتَفُوْا بِذُنُوْبِكُمْ وَعَلَىٰ اَعْمَالِكُمْ اَنْتُمْ سٰیِدُوْنَ عَسٰی اَللّٰهُ اَنْ يُّوْبِيَ عَلَيْكُمْ اَنْ اَللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، اسی طرح قرآن کریم ابولبابہؓ کی اس غلطی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ جس کا ارتکاب ابولبابہؓ نے کیا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے اور یہ اشارہ (جیسا کہ ابن عباسؓ نے کیا ہے اور ان سے ابن اسحاق نے نقل کیا ہے) سورہ انفال کی آیت ۲۴ میں ہے جو یہ ہے، يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تَتَّقُوْا اللّٰهَ وَاللّٰهَ

وَتَتَّقُوْا اِمٰنًا تَكْمُلُوْنَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ -

ابولبابہؓ کے واقعہ کے مافذ سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۳، سیرۃ طبرانی ج ۱ ص ۱۱۱، اہلبیہ والنبیہ جلد ۱ ص ۱۱۹، بیانات السیرۃ از ابن ہشام

الولباب کا مشورہ بنو قریظہ کی آخری کوشش تھی جس کے ذریعے وہ کسی مقابلہ میں یہودی کے مورال کا گھرنے کا شرط پر اطاعت کر کے انہی جالوں کو سمجھانا چاہتے تھے مگر بھلے اس کے کراہیں اس میں کچھ کامیابی ہو انہیں الولباب کے اشارے سے صحیح طور پر معلوم ہو گیا کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کی اطاعت کی اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مان لیا۔ تو انکی موت یقینی ہے اس طرح موت کا سزا میں تخفیف کی امید کا آخری تاریخی کھٹ گیا اور بھلے اس کے کہ یہ کوشش انہیں موت تک جزا و ثواب پر آمادہ کرتی، ان پر رعب اند گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ اور ان پر بزدلی نے قبضہ کر لیا۔ اور ان کا مورال کلیتہً گر گیا۔

خصوصاً ان حالات میں بنو قریظہ کے اندر یہ طاقت موجود تھی کہ وہ کئی ماہ تک مقابلہ جاری رکھتے جس میں وہ مسلمانوں سے یہ فائدہ حاصل کر لیتے کہ وہ انہیں صرف مدینہ سے حلا وطن کرنے پر اکتفا کریں۔ اور جن مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا ہوا تھا وہ جنگ خندق کی راتوں میں جن مسلمانوں پر مصیبت آپڑتی تھی اور وہ بچیں راتوں سے زیادہ عرصہ تک محاصرہ میں رہے تھے ان میں وہ شدت طوف اور مسلسل نگرانی اور اپنے محاصرہ کرنے والے سخت دشمن کے مقابلہ میں ٹھہراؤ کرنے کی وجہ سے مزید تک سے محروم تھے اور شدید ٹھنڈک کی حالت میں تھے دشمن نے انہیں آرام کا کوئی موقع ہی نہ دیا تھا۔ اس پر سزا دیہ کہ مسلمان سخت بھوک کی حالت میں تھے۔ اور اس کے ساتھ فضا نہایت ٹھنڈی۔ جس مسلمان، میدان میں یہودیوں کے اور گرد پڑاؤ لگے ہوئے تھے اور انہیں شدید ٹھنڈک کے ساتھ بھوک کی شدت کے تعبیر سے بھی کھانے پڑے تھے اس پر بنو قریظہ اس دوران شرب کے باشندوں میں سب سے زیادہ صاحب ثروت تھے اور اپنے مضبوط قلعوں میں شدید ٹھنڈک کے تعبیروں سے محفوظ تھے۔ اور ان کے پاس طویل ہینوں تک کے بے ضرورت کی چیزیں وافر تک موجود تھیں۔ اسی طرح ان کے قلعوں کے اندر ہمیشہ پانی موجود رہتا تھا۔ کیونکہ ان قلعوں میں بہت سے کنوئیں تھیں۔ لیکن ان تمام عوامل کے باوجود جو یہودیوں کی مادی قوت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور جن سے وہ طویل مدت تک مقابلہ کرنے کی سکت رکھتے تھے۔ یہودی کے اصرار جو اب مے گئے اور ان کا مورال اسی ٹھنڈک ہو گیا کہ وہ بچیں راتوں سے زیادہ

محاصرہ کو برداشت نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ حالانکہ ان کی حالت یہ تھی کہ بڑی قوت و طاقت، دافراصلہ، اور کثرت تعداد کے مالک تھے وہ اپنے قلعوں کے دفاع کے لیے ہتھیاریوں کے استعمال کے سوا ہر چیز کے متعلق سوچ سکتے تھے۔

محمود شہید خطاب اللہ الرحمن اپنی کتاب ”سالار رسول“ میں بیان کرتا ہے کہ بنی قریظہ کی جنگ، میدان جنگ نہ تھی بلکہ اعصابی جنگ تھی۔ اور وہ غذائی مواد اور پانیوں اور کنوؤں کی فراوانی اور قلعوں کی مضبوطی اور ان میں داخل ہونے کی معوبت کے باوجود محاصرہ کو برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے محاصرہ کی سختی برداشت کرنے کے مقابلہ میں اطاعت اختیار کرنے کو ترجیح دی۔

حقیقت یہ ہے کہ ان تمام اسباب اور مسالوں کی شدید تھکاوٹ اور موسم کی ٹھنڈک کی وجہ سے، عسکری موقف ان کے حق میں تھا۔ لیکن ان کا پست مورال گر گیا اور وہ لمبا عرصہ تک مقابلہ نہ کر سکے جیسا کہ امید کی جاتی تھی۔

یہود کے قلعوں میں داخلہ کی دھمکی | شدید گھبراہٹ اور مورال کے کلیتہً گرنے کے باوجود یہود کے عام مسلح دستے اطاعت اختیار

کرنے میں اس لیے ٹال مٹول کرنے لگے کہ شاید انہیں گلا گھونٹ دینے اور بھنور کے کچھڑے سے بچانے کے لیے کوئی خارق عادت امر ظاہر ہو۔ لیکن کہاں۔

جب مسالوں نے دیکھا کہ یہودی، مورال کے گر جانے کے باوجود اطاعت اختیار کرنے میں ٹال مٹول کر رہے ہیں تو انہوں نے یہ اعلان کر لیا کہ وہ ان کے قلعوں میں گھس کر انہیں بنوک شمشیر فتح کریں گے۔ شدید طور پر غمزہ کر دیا۔

بلاشبہ مسلمان، بغیر جنگ کے بنی قریظہ کے اطاعت کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بھوک اور تھکاوٹ کے باوجود پچیس راتوں سے زیادہ عرصہ تک ان کا محاصرہ کئے بیٹھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اطاعت اختیار کرنے میں ٹال مٹول کر رہے ہیں اور خیال کیا کہ اس شدید سردی میں اسلامی فوجوں کا میدان میں مزید سیلاد کی قلت کے باوجود ان کا محاصرہ کئے رکھنا ان کے لیے عظیم نقصان کا موجب ہوگا۔ اور یہودیوں کو اس سے فائدہ حاصل ہوگا

تو انہوں نے بند قلعوں میں داخل ہونے اور ہر قیمت پر انہیں فتح کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور جب حضرت علی بن ابی طالب، طلحہ و جیش اور آپ کے چھوٹی زاد حضرت زبیر بن العوام نے پرکار کر کہا خدا کی قسم میں اس پہاڑ کو ضرور ہچکوں گا جسے حضرت حمزہ نے چھجا اور یہاں کے قلعے کو ضرور فتح کروں گا۔

یہود کا اطاعت اختیار کرنا اور محاصرہ کا ختم ہونا | اس انتباہ کے بعد جسے یہودیوں نے طلحہ و جیش حضرت علی بن

ابی طالب سے مشاء اسلامی فوج کے دستوں نے مارا فتح کر دیا اور عام حملہ ایک تباہ کن حملہ میں تمام قلعوں میں داخل ہونے کے لیے تیار ہو گئے لیکن جب یہودیوں نے اسلامی کمان اس بات کی ان سے توقع رکھتی تھی (اسلامی فوج کے دستوں کو مارنا کرتے دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے قلعوں پر حملہ ایسی بات ہے جس سے کوئی مغر نہیں تو انہوں نے حملہ روکنے کی استدعا کی اور غیر مشروط طور پر اطاعت اختیار کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے کا اعلان کر دیا، مسلمانوں نے حملہ روک دیا۔ اور یہودی ہتھیار ڈالنے اور اطاعت اختیار کر کے قلعوں کو چھوڑنے اور ان کے دروازوں کے کھولنے میں جلدی کرنے لگے۔ پس اسلامی فوج ان کو حفاظت میں لے لے کر برصغیر اور وہ ایک جانب الگ ہو کر اکٹھے ہونے لگے اور جب تمام مرد و عورتیں اور بچے قلعوں سے نکل گئے تو سالار بنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو قید کرنے اور ان کے ہاتھوں میں گوطیاں ڈالنے کا حکم دیا۔ اور یہ تمام کارروائی نبوی دستے کے سالار محمد بن مسلمہ انصاری کی نگرانی میں تکمیل کو پہنچی۔ عورتوں اور بچوں کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو مردوں سے الگ رکھا جائے۔ ان کا معاملہ حضرت عبداللہ بن سلام کو سپرد کرنے کے بعد انہیں ایک طرف کر دیا گیا۔

اطاعت اختیار کرنے کی کارروائی کی تکمیل کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مردوں کو ان کے خاص قید خانہ میں رکھا جائے اور عورتوں اور بچوں کے متعلق آپ نے حکم دیا

کہ ان کی حفاظت ایسی ہو کہ ہر کسی کے ہاتھ میں قید اور تنگی کی صورت نہ ہو۔

بنی قریظہ کے تقریباً آٹھ سو جانوروں کو اسامہ بن زید کے گھر میں قید کر دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کے متعلق نبوی کمان نے ایک گھر تیار کیا جس میں قید خانہ کی صورت نہ تھی۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مہمان خانہ میں اتارنے کا حکم دیا یہ حرش کی بنجاریہ بیٹی کا گھر تھا۔ سب ہمیشہ سے مدینہ آنے والے وفد کے اُترنے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ ان عورتوں اور بچوں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔

اوس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودی سفارش کرنا | سیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے

کہ بنو قریظہ جاہلیت میں اوس کے حلیف تھے جیسے بنی نعیر اور بنی قینقاع کے یہودی، خزرج کے حلیف تھے اور اس حلف کے آثار اسلام کی آمد کے بعد بھی قائم رہے۔ جس میں ایک حلیف اپنے حلیف کی مقدمہ بھر مدد کرتا (خواہ وہ دین اور عقیدہ میں اختلاف رکھتے ہوں) اور اسلام نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اوس کے سرداروں کا ایک وفد اپنے حلیف یہودیوں کی ثالثی کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور جب اوس کا سفارشی وفد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو انہوں نے یہ درخواست کی کہ ازراہ کرم آپ ان یہودیوں کی سزائیں تخفیف کر دیں۔ خواہ انہیں مدینے سے جلا وطن کرنے پر اکتفا کریں۔ اس سفارشی وفد نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا روادارانہ موقف بھی یاد کرایا جو آپ نے خزرج کے حلیفوں (بنو قینقاع کے یہودیوں) سے روا رکھا تھا۔ جس کے متعلق دُعا انہوں نے آپ کا حکم مان لیا تھا) آپ نے خزرج کے سردار عبداللہ بن ابی کی سفارش قبول کی تھی اور انہیں مدینہ سے جلا وطن کرنے پر اکتفا کیا تھا۔

۱۔ الکامل دین الاخر جلد ۲ صفحہ ۱۲۷، ۲۔ السیرۃ الخلیفہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۷، ۳۔ بنو قینقاع کے یہودیوں کی جلا وطنی کا واقعہ ہماری کتاب غزوہ اُمد کی پہلی فصل میں دیکھیے۔

بنی قریظہ کا محاکمہ | بادجود یہ کہ بنی قریظہ نے عہد شکنی اور غداری کے عظیم اور گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا تھا پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی فطرت میں شرافت، نزاکت اور اپنے ان صحابہ کے جذبات کے لحاظ سے خیال تھا۔ جنہوں نے آپ کو پناہ دی تھی۔ آپ نے نہ چاہا کہ آپ اس کی ناشکی کو اپنے قدیم یہودی حلیفوں کے بارے میں رد کر دیں بلکہ آپ نے ان جلیل القدر صحابہ کا لحاظ کرتے ہوئے جن کے نیزوں کے دباؤ اور تلواروں کے خوف تلے ان یہودی مجرموں نے اطاعت اختیار کی تھی، ان کا انجام خود اس کے ہاتھوں میں دے دیا۔ آپ نے ان یہودیوں کے معاملہ کو اس کے سردار سعد بن معاذ کے سپرد کر دیا تاکہ وہ ان کے بارے میں وہی فیصلہ کرے جو اللہ چاہتا ہے۔ اس معاملے کی تفویض سے اس کا دل، حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے خوش ہو گیا۔ کیونکہ وہ اس کے پس پردہ یہ امید رکھتے تھے کہ ان کا سردار سعد بن معاذ اپنے حلیفوں کی سزائیں تخفیف کرنے لگا مگر سعد کا حکم اس کی قوم کی توقعات کے خلاف صادر ہوا۔

سعد بن معاذ کا بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ دینا | ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب یہودی ہوئی تو بنو قریظہ نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مان لیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ خرمزج کے مقابلہ میں ہمارے حلیف ہیں اور آپ نے گزشتہ کل ہمارے بھائیوں کے حلیفوں کے متعلق جو کچھ کیا تھا اس کا آپ کو علم ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ سے قبل بنی قنیقاع کا محاصرہ کیا تھا اور انہوں نے آپ کا حکم مان لیا تھا، عبداللہ بن ابی نے آپ سے ان کے متعلق درخواست کی تھی کہ تو آپ نے انہیں اس کے سپرد کر دیا تھا۔ جب اس نے آپ سے گفتگو کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ اوک، کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ ان کے بارے میں تم میں سے کوئی آدمی فیصلہ کرے۔ انہوں نے جواب دیا بیشک ہم راضی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ فیصلہ کرنے والا سعد بن معاذ ہے۔

اوس کے سرداروں کا اپنے سردار کے پاس یہودیوں کی سفارش کرنا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے یہودیوں کے انجام کو ان کے حلیف سعد بن معاذ کے ہاتھ میں دے چکے تاکہ وہ ان کے متعلق جو چاہے فیصلہ کرے تو اس کی قوم اوس نے اس سے امید کی کہ وہ ان کے بارے میں غلو کا حکم صادر کرے گا جو انہیں قتل ہونے سے بچا دے گا، اس لیے زعمائے اوس کا ایک وفد اپنے سردار سعد بن معاذ کے پاس گیا تاکہ اس سے درخواست کرے کہ وہ اپنے حلیف بنی قریظہ کے متعلق فیصلہ میں نرمی کرے۔ اور انہوں نے اسے یاد دلایا کہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معاملہ اس لیے اس کے سپرد کیا ہے کہ وہ ان کے بارے میں اچھا فیصلہ دے لے

مخرج حاکم | حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنی قریظہ کے معاہدہ میں شریک نہیں تھے۔ کیونکہ آپ مدینہ میں اپنے خطرناک زخم کا علاج کروا رہے تھے۔ جو آپ کو جنگ خندق

میں لگا تھا۔ اور آپ کی شریان کٹ گئی تھی۔ یہ زخم خندق کے روز کسی مشرک کے تیر سے آپ کو آیا تھا۔ اور مخرج سعد کا علاج ایک طبیب القدر صالحہ صابیہ کہہ رہی تھیں جس کا خیمہ مسجد نبوی میں لگا ہوا تھا۔ آپ حبشہ اللہ معروکوں میں نہ مٹی ہوئے ان صحابہ کا علاج کرتی تھیں جن کے اہل میں سے ان کا کوئی علاج کروانے والا نہ ہوتا تھا۔ حضرت سعد اس قسم کے نہ تھے کیونکہ آپ اوس کے سردار تھے اور آپ کے اہل اور خاندان والے آپ کے علاج معالجہ کی طاقت رکھتے تھے۔

لیکن حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ انہیں مسجد میں خیمہ میں رکھا جائے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے یہ عرض تھی کہ اوس کا یہ سردار آپ کے قریب ہے اور آپ اس کی عیادت کر سکیں اور عیب چاہیں اس کا حال معلوم کر سکیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کو مسجد میں اسلم قبیلہ کی ایک عورت کے خیمے میں رکھا ہوا تھا جسے وفید کہتے ہیں وہ مرعیوں کا علاج کرتی تھی۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے ضائع ہونے والا ہوتا تھا اس کی خدمت کر کے اپنے

یہ ثواب کی خواہاں تھی۔ جب خندق میں انہیں تیر لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لوگوں سے فرمایا، اسے رفیدہ کے خیمے میں رکھو تاکہ میں قریب سے اس کی عیادت کر سکوں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کی قبیلے کے سرداروں کو یہ اطلاع دی کہ آپ نے ان یہودی حلیفوں کا معاملہ صدر بن معاذ کے سپرد کر دیا ہے تاکہ وہ خدا تعالیٰ کی منشاء کے مطابق فیصلہ کرے تو یہ سردار نبوی چھاؤنی سے جو بنو قریظہ میں تھے اٹھ کر مدینے چلے گئے تاکہ اپنے مجروح سردار سے ملاقات کریں اور اُسے یہودیوں کے متعلق نبوی فیصلے سے آگاہ کریں۔ اوس کے سرداروں نے مسجد نبوی میں اپنے سردار سعد سے ملاقات کی اور اُسے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا ہے تاکہ آپ ان کے متعلق خدائی منشاء کے مطابق فیصلہ کریں۔ اس لیے ان کے لیے ضروری تھا کہ دیا رہی قریظہ میں اس جگہ پہنچیں جہاں لڑائی فوج پڑاؤ کیے ہوئے تھی تاکہ آپ ان کے متعلق کچھ سوچ سکیں۔ اگرچہ سعد کا زخم خطرناک تھا مگر وہ خود ایک جیم آدمی تھے۔ آپ کی قوم نے آپ کے لیے ایک گدھا مہیا کیا تھا تاکہ آپ اس پر سوار ہو کر بنی قریظہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ جائیں۔ جب سعد دیا رہی قریظہ پہنچے تو آپ کی قوم اوس کے سرداروں نے آپ کو گھیر لیا اور آپ کو اپنے حلیف یہودیوں سے حکم میں نرمی کرنے کے لیے کہنے لگے۔ جب انہوں نے آپ پر دباؤ ڈالا تو آپ نے انہیں کہا کہ میں ان کے بارے میں وہی فیصلہ کروں گا جس کے یہ مستحق ہیں۔ اور ان کے اور یہودیوں کے درمیان جو حلیف ہے وہ ان کے اور اس سزا کے درمیان رکاوٹ نہیں بن سکتا جس کے یہ مستحق ہیں۔

ابن کثیر نے البدایہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو بنی قریظہ کے بارے میں حکم بتایا تو ان کی قوم ان کے پاس آئی اور انہیں ایک گدھے پر سوار کرایا۔ اور ان کے لیے چمڑے کا ایک تنکے بچھایا (اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کو ایک گدھے پر لایا گیا۔ جس پر کعبور کی چھال کا پالان تھا۔ آپ کو اس پر سوار کر دیا گیا اور آپ کی قوم نے آپ کو گھیر لیا اور کہنے لگی اے ابو عمر یہ تیرے حلیف دوست اور زخم خوردہ ہیں اور وہ ہیں جنہیں تو جانتا ہے۔ اے ابو عمر اپنے حلیفوں کے بارے میں اچھا حکم صادر کرے۔ پس جب انہوں

نے آپ پر دباؤ ڈالا تو آپ نے کہا اب سعد کے لئے وقت آ گیا ہے کہ اُسے اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت قابو نہ کرے سردار سعد کی اس تقریر کے سامنے اس کی قوم یہود کے متعلق اس کے حکم میں کسی قسم کی نرمی کروانے سے مایوس ہو گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ سعد بنی قریظہ کے متعلق قتل کا حکم ہے گا۔ یہاں تک کہ اوس کے بعض ان لوگوں نے سعد سے بنی قریظہ کے متعلق حسن سلوک کرنے کی استدعا کی جنہوں نے سعد کی اس تھرسک کے بعد انہیں مردوں میں شمار کیا اور انہوں نے بنی قریظہ میں نبوی چھاؤنی میں سعد کے پہنچنے سے قبل اس کی قوم کو ان کی موت کی اطلاع دے دی تھی۔

ابن اسحاق نے سیرت میں بیان کیا ہے کہ اوس کے ان سرداروں نے جب سعد سے یہود کے متعلق حسن سلوک کرنے کے معاملے میں یہ جواب سنا تو وہ اپنی قوم کے گھر بنی عبدالشعل میں لوٹ آئے۔ پھر انہوں نے سعد کے پہنچنے سے قبل انہیں بنی قریظہ کی موت کی اطلاع دی۔

سعد لشکر گاہ نبوی میں | اوس کے سردار سعد بن معاذ بنی قریظہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گئے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مال آپ کی بڑی شان تھی۔ اور عام مسلمان اور خاص کر اپنی قوم کے درمیان بھی آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ جب سعد بنی قریظہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر کے قریب پہنچے تو لشکر گاہ میں جو لوگ آپ کے ارد گرد موجود تھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ سعد بن معاذ کے لئے کھڑے ہو جائیں کہتے ہیں کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تو مولیٰ سیدم) اپنے سید کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو ان لوگوں میں حضرت عمرؓ میں خطاب کے ہاتھ لڑنے والے تھے اور ابن ہریرہؓ اور ابن ابی الدینؓ سیرت جلد ۲ ص ۱۳۹ پر بیان کرتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ لشکر گاہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو آپ نے فرمایا اپنے چہرے کو اٹھی کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔

لے سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۵۰ - ۲۵۱ سیرت جلد ۲ صفحہ ۱۱۹

لے صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۵۲ میں ہے کہ جب سعد انصار کے قریب آئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اپنے سردار اپنے بہترین آدمی کی تعظیم میں کھڑے ہو جاؤ۔

ایک فقہی مسئلہ کے حتام کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا اس پر بات نہ تھی بلکہ یہ کہ فرمائی یا سہو کو سواری سے اتارنے کے لئے فرمائی کیونکہ آپ زخمی اور قتل ہوئے تھے ہمارے نزدیک اللہ اعظم کھڑے ہونے سے آپ کا مقصد سہو کو اتارنا تھا نہ کہ ان کی تنظیم کرنا چاہی دلیل اس بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جو حصہ ظاہر میں ہے کہ قوموا الی سیدکم اگر کھڑے ہونے سے مراد تعلیم ہوتی تو آپ فرماتے قوموا الی سیدکم (و اللہ اعلم) اس کے علاوہ ابن بربان الدین نے سیرۃ جلیلہ میں بیان کیا ہے کہ صحابہ سہو کے لئے اپنے قیام کرنے کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ہم دو مصلوں میں کھڑے ہو گئے اور ہم ہم سے ہر ایک اسے سلام کہتے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اس میں یہ طرحت موجود ہے کہ قیام انہیں سلام کرنے کے لئے تھا

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب سہو مکمل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور مہاجرین بھی قریش میں سے تھے وہ کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام کا مقصد انصار سے تھا (معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھڑے نہیں ہوئے تھے) اور انصار کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم عام تھا اس وہ ان کے لئے کھڑے ہو گئے۔

جب اس کا سرطانی قریشی نبوی مکان

سہو اپنے فیصلے پر یہودیوں سے موافقت چاہنا کے یہودیوں میں ٹھہر گیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا، سہان کے بارے میں فیصلہ کرو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں تجھے فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے

سہو اپنی قوم کی اس خواہش سے آگاہ تھے کہ وہ اپنے حلیف یہودیوں کے متعلق فیصلہ میں نبی کی خواہش سے ملکر آپ سب سے عہد لینے کو زیادہ پسند کرتے تھے یعنی رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی قریظہ سے تاکہ جب آپ کا حکم صادر ہو تو اس پر جرح اور مخالفت نہ ہو ایسے لو جان مجروح حاکم سعد بن معاذ نے نبوی پڑاؤ میں کھڑے ہو کر خاص طور پر انچاقوں سے اور مجموعاً ان تمام لوگوں سے جو پڑاؤ میں موجود تھے کہ تمہیں اللہ کی قسم کیا فیصلہ دی ہو گا جو میں کروں گا انہوں نے جواب دیا ہاں، پھر آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ جس طرف موجود تھے اس کی طرف اشارہ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام و اکرام کے باعث ان سے منہ دوسری طرف کر کے کہا اور جو پہلے موجود تھا اور اس خیمہ کی طرف اشارہ کیا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہاں میں جواب دیا پھر انہوں نے پڑاؤ کی ایک جانب بنی قریظہ کے حصہ میں کی طرف اشارہ کیا تاکہ ان سے بھی عہد لے لیں آپ نے کہا کیا تم میرے فیصلہ پر راضی ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ اس دوران نبوی پڑاؤ کے اندر بنی قریظہ کے معاملہ کو سعد بن معاذ کو تفویض کرنے کے واسطے میں باتیں ہوتی رہیں ان یہودیوں کو ان کی بدتمیزیوں نے گھبرایا اور وہ متوقع خوفناک انجام سے لرزہ بر اندام تھے۔ مگر شدید خوف کے احساس کے باوجود انہیں زندگی کی کچھ امید باقی تھی کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے اسی حلیفوں نے سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی ٹانہی کے بیٹے جان ملا دی ہے تاکہ آپ ان کی سزائیں تخفیف کریں۔ اور اس ٹانہی کے نتیجہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کے معاملہ کو ان کے حلیف اور حلیفوں کے سردار سعد بن معاذ کے سپرد کر دیا ہے۔

بنی قریظہ کی تائیں کی خوفناک گھڑی | فیصلہ کن گھڑی آگئی اور سعد بن معاذ، یہود ان بنی قریظہ کے متعلق اپنی آخری بات کا اعلان کرنے کیلئے

کھڑے ہوئے اور ان یہودیوں نے اپنے کان اپنے حلیف (حاکم سعد) کی طرف لگا دیے جس کے ہاتھ میں ان سب کا انجام تھا۔ اور خلق و اضطراب سے اپنی آنکھیں اس پر مرکوز کر دیں اور ان کے غیبی دل ان کے پہلوؤں میں دھڑکنے لگے اور اپنے متعلق فیصلے کے اعلان کے انتظار میں ان کی جبینیں

ڑک جائیں یہاں تک کہ جو مسلمان بھی پڑاؤ میں موجود تھے ان کی نگاہیں بھی ٹھکم (سہم) کی طرف لگی ہوئی تھیں اور خصوصاً آپ کی قوم اوس کی بھی جنہوں نے اپنے حلیوں کے متعلق فیصلے میں تخفیف کرانے کے لیے اپنی تمام ترکوشنیں صرف کردی تھیں۔ سب کی نگاہیں سہم کی طرف لگی ہوئی تھیں تاکہ وہ دیکھیں کہ وہ اپنے حلیف یہودیوں کے متعلق کیا حکم صادر کرتا ہے۔ کیونکہ سبھی لوگوں (حتیٰ کہ سالار بنی) کو معلوم نہ تھا کہ سہم اپنی یہودیوں کے متعلق کیا فیصلہ صادر کریں گے۔ آخر فیصلہ صادر ہو گیا اور وہ نہایت سخت مخوس اور خوفناک تھا۔

سہم کا یہودیوں کے قتل کا فیصلہ دینا | سہم بن سہاذ نے بنی قریظہ کے تمام بالغ آدمیوں کو تلواریں سے قتل کرنے کا فیصلہ دیا

اور اسی طرح یہ بھی فیصلہ دیا کہ ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا جائے اور ان کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد ان مسلمان جانباڑوں کے لیے غنیمت ہوگی جنہوں نے ان یہودیوں کا محاصرہ کیا اور انہیں ان کے قلعوں سے نیچے اتارا، سہم نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے تمام دیار، انصاریہ کے بغیر، ہاجرین کے لیے ہوں اس لیے کہ ہاجرین کے مدینہ میں گھوٹنے تھے۔ کیونکہ جب انہوں نے اپنے دین کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی تو وہ اپنی تمام جائیداد مکہ میں مشرکین کے پاس چھوڑ آئے تھے۔

(اور سہم نے جب بعض انصاریہ اس سے معافی کیا) اپنے اس فیصلے کو درست قرار دیتے ہوئے انہیں کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ تم سے متفق ہو جائیں۔ ہجاری نے اپنی صحیح کتاب انصاریہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غمزدگی کے سہم نے فرمایا کہ میں نے اپنے قریظہ کے ایک آدمی حبان بن العرقمہ نے تیرا اٹھا ہوا ان کی سرنگیں مرو میں لگا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ان کا فیصلہ لگوا دیا تاکہ قرعب سے ان کی عیادت کر سکیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۔ سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۳۴، تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۱۰۹، طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۱۰۹، الکامل

لابن ابی ہریرہ ج ۲ ص ۱۲۱، سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۱۱۹

۲۔ سہم بن سہاذ کے حالات ہجاری کتاب غزوہ بدر میں دیکھئے۔

علیہ وسلم خندق سے داخل ہوئے اور پتھریلاتے آئے اور غنم کی توجہ راہیں علیہ السلام آپ کے پاس سے
 غبار مچا رہے ہوئے آئے۔ اور کہنے لگے آپ نے پتھریلاتا رہیے ہیں۔ خدائی قسم میں تمہیں
 نہیں آتا، ان کی طرف جلیے۔ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ صبراً تو میرا اہل علیہ السلام
 نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے۔ اور انہوں نے
 آپ کا فیصلہ مان لیا۔ اور آپ نے ان کا فیصلہ محمد بن سہاد کے سپرد کر دیا۔ سعد نے کہا میں ان کے متعلق
 یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے جاتا زول کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قید کر دیا جائے اور ان
 کے اسواں کو تقسیم کر دیا جائے۔

ابن سعد طبقات الکبریٰ میں بنی قریظہ کا طاعت اختیار کرنے کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ
 انہیں ان کے قلعوں میں خرید و غم نہ لیا۔ پس انہیں سعد کے فیصلہ کو ماننا پڑا۔ اس نے ان کے متعلق
 فیصلہ کیا کہ ان کے جاتا زول کو قتل کیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر دیا جائے۔ عہد کہتے ہیں کہ بعض
 نے کہا ہے کہ بنی قریظہ کے دیا مانھار کے غیر مہاجرین کے بیٹے ہوں گے۔ انھار نے معاذ کرتے
 ہوئے کہا وہ ہلے بھاٹی ہیں ہم ان کے ساتھ ہوں گے اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ تم سے
 مستفی ہو جائیں۔ جب سعد نے یہودیوں کے قتل کے متعلق فیصلہ کر دیا تو اس کی قوم اوس نے
 کوئی معاذ نہ نہیں کیا۔ کیونکہ اس نے ان سے پہلے عہد لیا ہوا تھا کہ کسی کو اس کے فیصلہ پر معاذ نہ کرنے
 یا نکتہ چینی کرنے کا حق نہ ہوگا۔

یہودی اس کا طاع حکم سے بے ہوش ہو گئے۔ اومان پر سیرت بھاگ گئی اور غم نے ان کا طاع
 کر لیا اور کسی مورخ نے بیان نہیں کیا کہ ان یہودیوں نے اس فیصلہ پر نکتہ چینی کی ہو یا کسی اجتماع
 سے اس کا معاذ ضرر کیا ہو۔ اس لیے کہ وہ ایسا کر ہی نہ سکتے تھے کیونکہ انہوں نے پہلے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مشروط فیصلہ قبول کیا۔ پھر انہوں نے طاعت اختیار کرنے کے بعد سعد کو حکم
 بنانے سے اتفاق کیا۔ حکم صادر کرنے سے پہلے سعد نے ان کی موافقت حاصل کی تھی۔ بعض مورخین
 بیان کرتے ہیں کہ حبیب یہودی پر محاصرہ سخت ہو گیا تو انہوں نے معاذ کرنے والی افواج کی اس شرط پر

اطاعت اختیار کی کہ ان کے پاس سے ان کا حلیف سعد بن معاذ فیصلہ کرے اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط سے اتفاق کر لیا۔ چنانچہ یہودیوں اور اصحابِ حدیث و معاذی کا موقف یہ ہے کہ سعد اسی وقت حکم دینے کے لیے آیا تھا کہ ان کی قوم نے پیچ میں پڑ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان یہودیوں کی سزا میں تخفیف کریں۔ چنانچہ اس قول کی تائید میں ہماری کی اس روایت سے ہوتا ہے (برائے اطلاق میں سے تین تا سب سے زیادہ) کہ یہودیوں نے غیر شرط طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو تسلیم کیا۔ تو آپ نے فیصلہ کو ان کے حلیف کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ ہماری یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد سے جب وہ بنی قریظہ کے پاس ان کے اطاعت اختیار کرنے کے بعد آئے۔ فرمایا ان یہودیوں نے آپ کے حکم کو ماننا قبول کیا ہے نہ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان پر حکم لگانے میں اپنا نائب مقرر کیا۔ جیسا کہ ہماری نے اپنی میں حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے۔ اور حبیب سعد نے بنی قریظہ کو فیصلہ سنا دیا تو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ آپ نے ان کے متعلق خدا کے حکم سے فیصلہ کیا ہے۔ جو سات آدمیوں کے اوپر ہے۔

سعد بن معاذ کے فیصلہ کے وقت وقفہ | سعد کو ان کے حلیف یہودیوں کے پاس سے فیصلہ کے اختیار حاصل ہو جانے کے بعد

فہم میں پہلے ہی خیال آیا تھا کہ وہ اپنے حلیف بنی قریظہ کی رعایت کریں گے۔ اور کم از کم ان کو امت سے بچانے کے لیے ان کے متعلق فیصلہ میں تخفیف کریں گے۔ اور اسی بات کی امید ان کی قوم اس وقت ان سے رکھتی تھی۔ جب انہوں نے اپنے حلیف یہودیوں کے معاملہ کو انہیں تفویض کرنے پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور انہوں نے تخفیف حکم کے متعلق ان سے استدعا بھی کی تھی :-

اسی طرح یہودی بھی اس بات کی امید رکھتے تھے کہ ان کے حلیف سعد بن معاذ کے پاس قدیم حلیفانہ تعلقات کی وجہ سے جو ان کے درمیان ہیں ان کی سفارش کی جائے گی اسی لیے آپ کی قوم کے اکثر لیڈر یہ امید رکھتے تھے کہ وہ ان کے متعلق فیصلہ میں نرمی کریں گے۔

سعد نے بھی اپنی قوم کی امیدوں کے دباؤ میں یہ بات فراموش نہ کی کہ اسلام اور اس کی طرف متوجہ ہونے والے تمام لوگ اور مدینہ اور مدینہ کی عزت و حرمت والی چیزیں بھل، کھیتی، اور فصل اور اسلام کا نام دینی سپاہی، اقتصادی اور اجتماعی وجود، ان یہودیوں کی عہد شکنی اور غداری کے باعث تباہی و بربادی کے کنارے پر کھڑے تھے۔ اور وہ کسی کفار کی عادت معجزہ کے بغیر یہ نہیں مانتے تھے۔ اور اگر یہ معجزہ رونما نہ ہوتا تو اسلامی دھند ہمیشہ جیسے کے لیے ختم ہو جاتا اور سعد کو اپنی قوم کی امیدوں کے طور و رخسار میں یہ بات بھی نہیں بھولی کہ اگر انہیں اصحاب کو مسلمانوں پر فتح حاصل ہو جاتی تو وہ مسلمانوں کا خاتمہ کرنے ان کو بے عزت کرنے ان کے گھروں کو تباہ کرنے اور ان کے وجود کو برباد کرنے سے بالکل نہ بچکتے۔ جیسا کہ ان کے اور اصحاب کی کان کے درمیان اس امر پر اس وقت اتفاق ہو چکا تھا جب اس کان نے ان سے مسلمانوں سے عہد شکنی اور غداری کرنے کا مطالبہ کیا تھا اس لیے جو نبی سعد کے پاس ان کی قوم کے لوگ اپنے حلیف یہودیوں کے مطلق سفارش کرنے آئے آپ نے اپنی قوم سے یہ اہم تک رہنے والی بات بھی کہ۔

”اب سعد کے لیے وقت آ گیا ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں کسی بلاست مگر کہ سلامت کی پدہ نہ کرے پھر آپ نے یہ قاطع حکم صادر کیا جو واقعات اور ہرم کی نوعیت کے مطابق سزا کے طور پر ہے۔“

سعد کے لیے ناقابل فراموش یاد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی قریظہ عہد شکنی کر کے اصحاب کے پڑاؤ میں شامل ہو گئے ہیں تو آپ نے جب کہ اصحاب کی فوجوں نے مدینہ کے محاصرہ کا آغاز کیا تھا۔ ایک وفد بنی قریظہ کی فوج کی چٹال کرنے کے لیے بھیجا یہ بات ذکر کے لائق ہے کہ اس وفد کے ایک ممبر سعد بن معاذ بھی تھے۔ اس وفد نے بنی قریظہ کے پاس آکر سب معاہدہ ان سے صلہ کی پابندی کرنے اور مدینہ کے دفاع کے لیے مسلمانوں کے ساتھ مل کر مسکری التزامات کو پورا کرنے کا مطالبہ کیا، سعد اس وفد کے سرورہ تھے آپ نے وفد کے مطالبہ پر یہودیوں کے جواب کو مسترد کر دیا اور سوچا کہ وہ تاریخ اسلام کی ان فیصلہ کن گھڑیوں میں ان غداروں کو کیسے بڑا بھلا کہیں۔ انہوں نے کسی ندامت اور شرمندگی کے بغیر عہد شکنی کا اعلان کر دیا۔ اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے اعلانیہ فعال شرکت پر آمرا کر دیا اور ان کو تنگ کرنے لگے۔

ہیں طرح وہ عیسٰی و حقیر انسان کرتا ہے۔ جو بے ضمیر بد عہد اور بے شرف ہوتا ہے)

اوس کے نوجوان سردار سعد بن معاذ نے جب اپنے حلیف یہودیوں سے یہ قبیح بات سنی اور ان کے اس ذلیل کام کو دیکھا تو انہوں نے اس کا بڑا لکڑا کر لیا۔ اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح اپنی تاریخ کے نازک حالات میں سے گزر رہی تھی اس وقت ان یہودیوں نے اپنے سلمان حلیفوں کو نیزہ چھبوا کر اس سے ان یہودیوں کی کینگی آپ کے سامنے مجسم ہو کر اٹھی۔ مسک توڑنے پانے حلیف یہودیوں پر مہربانی کے لیے جو رش و غل کیا اس میں بھی آپ کو یہ بات (رامٹی نہ ہوئی کہ آپ نے انہیں حلیف ہونے کے لحاظ سے انتباہ کیا تھا اور نصیحت بھی کی تھی کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری نہ کریں تاکہ وہ اس خوفناک انجام سے درچار نہ ہوں جس کی طرف بالآخر ان کی عہد شکنی اور غلامی انہیں لے آئی۔ اس روز سعد نے انہیں انتباہ کرتے ہوئے اور نصیحت کرتے ہوئے کہا اے بنی قریظہ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک معاہدہ اور میں تمہارے بارے میں بنی نفیر بھیجا یا اس سے بھی تلخ و نازک کے بارے میں ڈرتا ہوں تو انہوں نے اس خوشی کے لٹہ میں کہ اعزاب کی فوجوں نے ہر جانب سے مسلمانوں کا گھیر لیا ہے اور اس تنیلاتی فتح کی سرستی میں جو عنقریب انہیں مسلمانوں پر ہونے والی تھی، سعد کو گندی گالیاں دیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی دشنام طرازی کی اور سعد سے کہا تو نے اپنے باپ کا... کھایا ہے آپ نے (آپ جو نیکو عظیم الطبع اور عفیف آدمی تھے) فرمایا اے بنی قریظہ اگر تم اس کے علاوہ کوئی اور بات کہتے تو وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہوتی۔ پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ اور کہنے لگے اللہ کا رسول کون ہے؟ ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔

اس روز سے سعد ان ذلیل یہودیوں پر غصے سے بھرے بیٹھے تھے اور رشتہ تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ان کے کہنے کو دور کرے۔ یہی وجہ ہے کہ سب آپ خندق کے نذر

اس جانگل زخم سے زخمی ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جب تک وہ ان غداروں
 مجرموں سے انتقام نہ لے لیں۔ انہیں موت نہ آئے۔ امام احمد نے اپنے مسند میں جابر بن عبد اللہ
 سے روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن معاذ کو تیر لگا تو انہوں نے اس کی سزائیں مرد کاٹ دی
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آگ سے فارغ دیا۔ تو آپ کا ہاتھ پھول گیا۔ جب آپ
 نے اسے دیکھا تو کہلائے اللہ اس وقت تک میری جان نہ نکالنا جب تک بنی قرظہ سے میری آنکھیں
 ٹھنڈی نہ ہوں۔ آپ نے اپنی رگ پھڑکی تو اس سے ایک بوند لہو نہ پڑا یہاں تک کہ انہوں نے سعد
 کے فیصلے کو ماننا قبول کیا تو آپ نے فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کیے جائیں۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں
 کو قیدی بنالیا جائے۔ پس جب آپ ان سے فارغ ہو گئے تو آپ کی رگ پھٹ گئی اور آپ
 فوت ہو گئے۔ سعد نے ان یہودیوں کے متعلق یہ فیصلہ بڑی تحقیق اور ان کی نفسیات کے کامل
 مطالعہ اور یہ تسلیم کرنے کے بعد دیا کہ یہ ہلک و پامک جو اٹھم ہیں بن کی تباہی سے کوئی مفر نہیں۔

یہود کے قتل کے متعلق فیصلہ کی تنفیذ | بنی قرظہ کے متعلق فیصلہ کی کارروائیوں کی
 تکمیل کے بعد حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی فوج کے ساتھ مدینہ کی طرف مارچ کیا اور اس میں داخل ہو گئے۔ اور بنی قرظہ سے آپچی ڈالپی
 ، فوج الجحہ سے دو کو ہوئی۔ سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق یہود ان بنی قرظہ کو مدینہ میں
 داخل کیا گیا۔ ان سب کو محمد بن مسلمہ اور عبداللہ سلام کی کمان میں حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 محافظے ستے نے داخل کیا، آپ نے مردوں کو اُسامہ بن زید کے گھر قید کرنے کا حکم دیا۔ اور عورتوں
 اور بچوں کو بغیر کسی قید و بند تنگی کے جہان خانہ میں رکھا گیا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ دیا پر
 بنی قرظہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد ان یہودیوں کے قتل کے فیصلہ کی تنفیذ
 کے لیے کارروائیاں شروع کی گئیں۔ آپ نے گہری خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ تاکہ ان غداروں
 کے اجسام کو قتل کرنے کے بعد دفن کر دیا جائے۔ اور ان کے قتل و دفن کے لیے مدینہ کے بازار
 کو منتخب کیا گیا جسے ان دنوں سوق النافۃ کہتے تھے۔

قتل کے بعد یہودیوں کو غنہ قوں میں دفن کرنا | یہود کی تدفین کے لیے تیار کی گئی غنہ قوں کی کھدائی کی کارروائی کے

انتقام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کبد صحابہ کے ساتھ اس جگہ بیٹھ گئے جو ان کے قتل کے لیے تیار کی گئی تھیں پھر آپ نے بنی قریظہ کے ان مردوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا جن پر فیصلہ لا کر جو ہو کا تھا۔ پس آپ نے ان کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ انہیں باری باری قتل کیا گیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک آدمی بھی باقی نہ رہا۔ جب ایک بار ان یہودیوں کے قتل کی تکمیل ہو جاتی تو صحابہ انہیں ان غنہ قوں میں پھینک دیتے اور مٹی سے پھیرا دیتے یہاں تک کہ ان سے فارغ ہو گئے مگر غنہ قوں میں قتل ہوئے یہودیوں کی تعداد میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ انکی تعداد پچھ سو تک تھی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ آٹھ سو سے نو سو کے درمیان تھے یہ ان سب یہودیوں کو ایک رات میں تہ تیغ کیا گیا۔ اور قتل کی کارروائی کھجور کی شاخوں کی شعلوں کی روشنی میں ہوئی اور ان غنہ قوں کے قتل کی کارروائی کے منتظم حضرت علی بن ابی طالب، زبیر بن العوام، قحطانہ بعض مہاجرین کہتے ہیں کہ اوس کے بیٹروں نے (جو بنی قریظہ کے حلیف تھے) حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اوس کے کچھ بھائیوں کو بھی یہود کے قتل کی کارروائی میں شریک کیا جائے۔ کیونکہ ان کے بعض خارجی حامدوں نے ان پر اتہام لگایا ہے کہ وہ ان یہودیوں کے قتل کو اپنا حلیف ہونے کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔ پس اوس قتل میں شریک ہو کر اس اتہام کو دور کرنا چاہتے ہیں۔

الاسماعیل میں ہے کہ سعد بن عبادہ اور حباب بن منذر غزیر بنی آسے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اوک نے اپنا حلیف ہونے کی وجہ سے بنی قریظہ کے قتل کو ناپسند کیا ہے۔ سعد بن معاذ (اوس کا سردار) نے کہا کہ اوس کے کسی اچھے آدمی نے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا اور میں نے اسے ناپسند کیا ہے اللہ اسے راضی نہ کرے۔ اوس کے سرداروں میں سے اوسید بن حنفیہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ انصار کے نام گھروں میں نہیں تقسیم کر دیے آپ نے انہیں تقسیم کر دیا اور انہوں نے انہیں قتل کر دیا یہ

لے سلا الخدم العون جلد ۲ ص ۱۳۱، سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۱۳۱، سہ ان کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔ سہ سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۱۳۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ
 کے قتل کی کارروائی کا مشاہدہ کرنا

تعالیٰ چاہتا تھا کہ وہ اس خوفناک انجام سے دوچار ہوں جس سے انہوں نے مسلمانوں کو دوچار کرنا چاہا تھا
 ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں کے قتل کی کارروائی کے وقت
 موجود تھے۔ پھر آپ مدینہ کے بازار کی طرف گئے اور وہاں غنہ قیں کھدوئیں۔ پھر بنی قریظہ کو
 پیغام بھیجا اور ان خندقوں میں انہیں قتل کیا گیا۔ انہیں جماعت و جماعت لایا جاتا تھا۔ اور بن
 یہودیوں کے قتل کے متعلق حکم نافذ ہوا تھا ان میں ان کا سر کردہ اور عظیم مجرم اور فتنہ و فساد کا والی
 جی بن اخطبؓ اپنی نصیر کا سر وار بھی تھا۔ جس نے احزاب کو مرتب کیا اور مدینہ سے جنگ کرنے
 کے لیے ان کی فوجوں کو اکٹھا کیا اور بنی قریظہ کو عہد شکنی پر آمادہ کیا اور اسلامی فوج کے لیے جو
 نازک ترین وقت تھا اس میں اس پر پیچھے سے خوفناک غدارانہ چوٹ لگانے کی حوصلہ افزائی
 کی اور اس غیبت مجرم (جی بن اخطب) نے اپنے اس کام کو اپنے قتل ہونے تک جاری رکھا اور
 اللہ تعالیٰ نے بھی چاہا کہ یہ شیطاں یہودی بنی قریظہ کے قلعوں کے محاصرہ کے وقت ان کے درمیان
 موجود ہو۔ پس جی نے بھی بنی قریظہ کے ساتھ اطاعت اختیار کر لی اور اسے بھی ان کے ساتھ اسی
 دن قتل کر دیا گیا۔ اور یہ واقعہ یوں ہے کہ جب یہ شریر یہودی، بنی قریظہ کو عہد شکنی اور مسلمانوں کے
 ساتھ غداری کرنے پر رضامند کرنے کے لیے آیا تو بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اس سے
 عہد لیا کہ وہ بنی قریظہ کے ساتھ ان کے قلعوں میں رہے۔ مگر احزاب کی فوجیں اپنے مقصد کو پورا
 کیے بغیر مدینہ سے واپس چلی گئیں اور وہ مقصد مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ و برباد کرنا تھا۔

اور اٹھا اس نفری یہودی سردار نے اپنے بھائیوں بنی قریظہ سے یہ عہد پورا کیا اور ان کے ساتھ
 ان کے قلعوں میں داخل ہو گیا۔ اور ان کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کی اطاعت
 اختیار کر لی تو اس نے بھی ان کے ساتھ اطاعت اختیار کر لی اور ان کے ساتھ ہی قتل ہو گیا۔

لہٰذا بنی اخطب کے بنی قریظہ کو مسلمانوں سے عہد شکنی کرنے پر آمادہ کرنے کا واقعہ کی تفصیل غزوہ احزاب میں دیکھئے۔

بنی نضیر کے شیطان کا قتل ہونے سے پہلے گفتگو کرنا | جب اس خطرناک یہودی

(حجی بن اخطب) کے قتل

کی گھڑی آئی تو اس نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے کنبھن کو پوشیدہ نہ رکھا بلکہ اسے اپنی شرور زندگی کی آخری گھڑیوں میں بڑے فخر اور مسرحت کے ساتھ نمایاں کیا۔

ابن اسحاق، حجی کے قتل کی ساعت میں اس کے موقف کو بیان کرتا ہوا کہتا ہے کہ اور اللہ کے دشمن حجی بن اخطب کو لایا گیا۔ وہ سرخ مد زب قن کیے ہوئے تھا۔ جسے ہر جانب سے انگلیوں کے برابر چھاڑا ہوا تھا تاکہ اسے کوئی چھین نہ لے اور اس کے ہاتھ دسی کے ساتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو کہنے لگا

”خدا کی قسم میں نے تمہاری عداوت میں کبھی اپنے آپ کو ملامت نہیں کی۔ لیکن جو اللہ کو چھوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے چھوڑ دیتا ہے“ اور یہی نے رسول الانف میں یہ اٹھا کر کیا ہے کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حجی کو بندھے ہوئے دیکھا تو اسے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے نہیں بچھا دیا۔ اس نے کہا ہاں۔ لیکن جو آپ کو چھوڑے گا اسے چھوڑ دیا جائے گا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس مجرم یہودی پر خوف کا کٹی اثر نہ تھا بلکہ قتل کے وقت بھی اس نے بڑی شجاعت

حجی بن اخطب کی شجاعت

اور ثابت قدمی دکھائی اور جب محافظوں نے اس یہودی کو قتل کیلئے مہقتل میں پیش کیا تو اس نے بات چیت کرنے کی اجازت طلب کی۔ جب انہوں نے اجازت دے دی تو اس نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اے لوگو! اللہ کے حکم پر کوئی اعتراض نہیں۔ اللہ نے کتاب اقدار اور جنگ کو بنی اسرائیل پر فرض کیا ہے۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور اسے قتل کر دیا گیا پھر فوج نے اس کے جسم کو خندق میں پھینک دیا۔ ایک یہودی شاعر جبل بن غطفانی ثلبی نے بن اخطب کے اس موقف پر جو اس نے قتل سے پہلے اختیار کیا اس کی مدح کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

”تیری زندگی کی قسم ابن اخطب نے اپنے آپ کو ملامت نہیں کی۔ لیکن جو اللہ کو چھوڑتا

سب سے بھی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس نے عذر کی حد تک کوشش کی۔ اور اس نے آواز دی اور وہ سہرا آواز دینے والے کی عزت کا خواہاں تھا۔

اور اس بات کا بتانا بھی ضروری ہے کہ اس نے ثابت کیا کہ شر سے خیر کا ظہور ہوتا ہے اور وہ یہ کلام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اس یہودی عی بنی اخطب کی صاحبزادی تھیں جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکر کہ خیر میں ان کے خاندان کے قتل ہونے کے بعد شادی کی تھی اور آپ اہل بیت المؤمنین میں سے بہتر اور عقلمند تھیں۔

بنی قریظہ کے سردار کو کیسے قتل کیا گیا | بنی نضیر کے سردار کے قتل کی تکمیل کے بعد حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محافظ دستہ بنی قریظہ

کے سردار کعب بن اسد کو قتل کر لایا۔ کعب بڑا عقل مند اور دور اندیش تھا۔ اور عہد شکنی کو ناپسند کرتا تھا۔ اور مسلمانوں سے غداری کرنے میں بھی دلچسپی نہ رکھتا تھا۔ بلکہ اسلام کی طرف میلان رکھتا تھا۔ اسی لیے اس نے اپنی قوم کو حلقہ گروش اسلام ہونے کی دعوت دی۔ لیکن پرانے بد بختی غالب آگئی اور بنی نضیر کے شیطان عی بن اخطب نے اس پر غلبہ پایا۔ یہاں تک کہ وہ اس خط مستقیم سے منحرف ہو گیا۔ جس پر وہ چلنا چاہتا تھا۔ پس وہ اُسے اور اس کی قوم بنی قریظہ کو انہماک اس خوفناک انجام تک پہنچنے لایا جو قتل تھا۔

کعب بن اسد عی بن اخطب پر زبان کی پاکیزگی اور وفور ادب کے لحاظ سے امتیاز رکھتا تھا۔ جب نبوی محافظ دستہ اس یہودی سردار کو قتل کے حکم کی تنفیذ کے لیے لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا اے کعب، اس نے کہا جی ابوالقاسم، آپ نے فرمایا تم نے اس خراش کی نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ میرا مصدق تھا۔ کیا اس نے تمہیں میری اتباع کا حکم نہیں دیا تھا کہ جب تم مجھے دیکھو تو مجھے سلام کہو۔ اس نے کہا تو ذات کی قسم ابوالقاسم بیشک یہی بات ہے۔ اگر یہودی مجھے تلوار دیکھ کر گھبرانے کا عیب نہ جیتے تو میں آپ کی اتباع کرتا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے آگے کر کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اُسے قتل کر دیا گیا۔

لے ایک یہودی عالم جو حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل فوت ہو گیا تھا وہ یہودیوں کو آپ کی اتباع کی وصیت کیا کرتا تھا۔
تہ سیرت حبیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۰

ایک جہول کو قتل ہونے کے لیے ملتا تو وہ اپنے سردار کعب کی پناہ لیتے اور اس سے گھبراہٹ سے پوچھتے، نہنا سے خیال میں بہا سے ساتھ کیا سلوک ہو گا اور وہ انہیں بڑی مضبوط دلی اور ثبات سے جواب دیتا کہ "کیا تم کسی جگہ بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ خدا کی قسم تم قتل ہو گے۔"

یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا (انہی محافظ جماعت و رجاعت مقتول میں سے جاتے ہے) یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فارغ ہو گئے۔ اس لحاظ سے بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کفر است نے غلطی نہیں کی۔ اس نے بنی نضیر کے شیطان ہتی بن اخطب سے (جب اس نے مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کا مطالبہ کیا) کہا تیرا بڑا ہمتو ایک منوس آدمی ہے،

پس مسلسل واقعات ہوتے رہے اور ملائے نے کعب بن اسد کی فرست اور اندازے کی سچائی کو ثابت کر دیا۔ کرجی بن اعطب ابی قرظیہ کے بیٹے مخول ترین انسان تھا کہ اس نے انہیں آخر کار مکمل تباہی تک پہنچا دیا۔

قتل ہونے والی واحد عورت | اس طرح بنی فرنیٹ کے تمام مردوں کو عہد شکنی اور غداری کے جرم کی سزا میں مکمل طور پر قتل کر دیا گیا۔ - اہل مسلمانوں

نے بجا قرظہ کی عورتوں میں سے کسی کو قتل نہیں کیا کیونکہ اسلام کے آداب جنگ میں دشمن کی عورت کو قتل کرنا حرام ہے۔ سو اے اس کے کہ کسی کو حد یا قصاص میں میدان جنگ میں مقابلہ کرتے ہوئے قتل کیا جائے۔ اسی یہی بجا قرظہ کی عورتوں میں سے کسی عورت کو سو اے ایک عورت کے قتل تین کیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو ایک مسلمان کے قتل کے قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس یہودیہ قرظہ عورت کا نام مرنہ تھا۔ اس نے اپنے خاوند کی انگیخت پر غلام بن سوید پر چکی کا پاٹ گرا کر قتل کر دیا تھا۔ پس اسے اس کے قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ یہ عورت (قتل کے حکم کے نفاذ کے وقت) بجا قرظہ کے مردوں میں حضرت عائشہ کے

گھر میں موجود تھی، اسے محافظوں نے بنی قرظیہ کی تمام عورتوں کے درمیان سے اس کا نام لے کر آواز دی اور جب اس نے سنا کہ ہمیں محافظ آواز سے رہا ہے کہ مرنہ کہاں ہے تو اس نے کہا خدا کی قسم میں ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے اسے کہا کہ تیرا بھرا بھو تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں قتل ہوئی گی۔ میرے خاندان نے مجھے قتل کیا۔ ہم حضرت عائشہؓ نے اسے کہا کہ تیرے خاندان نے تجھے قتل کیا ہے۔ اس نے کہا، میرے خاندان نے مجھے حکم دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نصاب پر چڑھی کا پاٹ گرا دوں جو تعلق کے نیچے اس کے سائے میں بیٹھیں۔ میں نے خلافت میں سید کو دیکھا اور اس کے سر کو چل دیا۔ اب میں اس کی وجہ سے قتل ہوئی گی۔

عجیب بات | پھر اس نے حضرت عائشہؓ کو واقعہ کی بہت سی تفصیل بتائی، اس نے بتایا کہ میں بنی قرظیہ کے ایک آدمی کی بیوی تھی۔ اور میرے اور اس کے درمیان میاں بیوی والی شدید محبت تھی۔ جب مہاجرہ سخت ہو گئی تو میں نے اپنے خاندان سے کہا کہ مجھے وطن کے ایام پر بہت حسرت ہے۔ وہ ختم ہوا جاتے ہیں اور فراق کی راتوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ میں تیرے بعد زندگی کو کیا کروں گی،

میرے خاندان نے کہا کہ اگر تو دعویٰ محبت میں سچی ہے تو مسلمانوں کی ایک جماعت طلحہ کے سامنے بی بیٹھی ہے ان پر چڑھی کا پاٹ گرا دے شاید وہ ان میں سے کسی ایک کا کام تمام کرے۔ پس اگر انہیں ہم پر فتنہ حاصل ہوئی تو وہ تجھے اس کے بدلے میں قتل کر دیں گے۔ تو میں نے یہ کام کر دیا۔

حضرت عائشہؓ اس یہودی عورت اور اس کی ثابت قدمی کے متعلق ایک حیران کن بات بیان کرتی ہیں۔ آپؓ فرماتی ہیں۔

خدا کی قسم وہ میرے پاس میرے ساتھ خوب غور سے باتیں کر رہی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مردوں کو بازار میں قتل کر رہے تھے کہ اچانک آواز دینے والے نے اس کا نام لے کر آواز دی کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم میں ہوں حضرت عائشہؓ

فرمائی ہیں کہ اُسے کہا تیرا بڑا ہوتا ہے کیوں ہو گیا۔ اس نے کہا میں قتل ہو گئی، میں نے کہا کیوں اس نے کہا کہ میں نے ایک واقعہ کیا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں اسے لے جا کر قتل کر دیا گیا۔ حضرت عائشہ فرماتا کرتی تھیں خدا کی قسم مجھے اس کی ایک عجیب بات نہیں بھولتی، اس کی خوش دلی اور کثرت مسکراہٹ، علائکہ اُسے یہ پتہ تھا کہ اُسے قتل کیا جائے گا۔

ابو ذر نے بیان کیا ہے کہ یہودی حضرت (مترجمہ) سن قرطبی کی بیوی تھی۔ بنی قرطبہ میں سے حضرت ایک آدمی قتل سے بچا اور وہ رفاعہ بن موال قرطبی تھا۔ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل نہ کیا کی ایک عورت عطا فرمائی تھی۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پاس کی سفارش کی تھی۔ کیونکہ اس نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ عنقریب اسلام قبول کرے گا۔ اور عملاً اس نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ عورت (سلا بنت قیس) تھی جو انصاری محدثوں سے اولین اسلام لانے والی عورتوں میں سے تھی۔

ابن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ سلمیٰ بنت قیس ام المندر اور ام سلمیٰ سے سلیطہ کی بہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خالہ تھی اس نے آپ کے ساتھ دو تیسوں میں نماز پڑھی اور عورتوں کی بیعت میں آپ سے بیعت کی۔ اس نے آپ سے رفاعہ بن موال قرطبی کے متعلق درخواست کی یہ ایک بالغ

سہ سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۴۱ رفاعہ بن موال قرطبی، صحابیہ کرام میں سے تھیں۔ اس نے نہایت اس رنگ میں اسلام قبول کیا۔ اس کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے اور یہ وہی شخص ہے جس کے متعلق بخاری نے حضرت عائشہ رضی عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ وہ

رفاعہ کی بیوی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفاعہ نے مجھے طلاق سے دی ہے۔ پس میری طلاق کا فیصلہ فرمائیے۔

سہ سلمیٰ بنت قیس بن عمرو بن عبید بن جراح العدلیہ جس کی کنیت ام المندر تھی، یہ عورت ان عورتوں میں سے تھی جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اس شرط پر کی تھی کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں بنائیں گی اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کرنا چاہیے آپ کے باپ حضرت عبداللہ کی والدہ بھی بنی نہادہ میں سے تھیں اور خود بخاری نے عبداللہ بن عبدالطلب کے ماموں ہیں۔ اس لحاظ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہوئے۔

شخص تھا جس نے اس کی پناہ لے لی تھی اور وہ انہیں پہلے بھی جانتا تھا۔ اس عورت نے کہا لے اللہ کے بنی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے رفاہ عطا فرما دیجئے۔ وہ نماز پڑھتا اور اونٹ کا گوشت کھاتا ہے۔ تو آپ نے اس کو اسے عطا فرمایا تو وہ اس سے شرمندہ ہو گئی۔

یہود کا ایک عجیب واقعہ | جب بنی قریظہ کے عہد شکن اور غدار ٹوٹے کے متعلق قتل کی عاودہ سزا کے فیصلے کی تنفیذ کا کام مکمل ہو گیا تو ایک عجیب

بیجان غیر واقعہ رونما ہوا۔ جس کا محرک ایک قدیم کینہ توڑ جنگ، از یہودی تھا جس کا نام زہیر بن باطا تھا اور وہ جاہلیت میں بنی قریظہ کے لیڈروں میں سے تھا۔ اور اس نے اسلام سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے بڑا احسان کیا تھا۔ جس کا نام ثابت بن قیس بن شماس غزنی تھا۔ اس صحابی نے اس یہودی کے سابق احسان کا بدلہ دینے کی کوشش کی، پس یہ صحابی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپ کے سامنے اس یہودی کے احسان کا تذکرہ کیا اور آپ سے استدعا کی کہ آپ سالارِ اعلیٰ ہیں اور غنودہ درگزر کے مطلق اختیار رکھتے ہیں۔ آپ اس یہودی کو معاف فرمادیں۔ جس کے قتل کا فیصلہ کیا جا چکا ہے تاکہ وہ اس کے پچھلے احسان کا بدلہ دے سکے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کی درخواست کو قبول کر لیا۔ اور اس یہودی کی غلطی کے حکم صادر ہو جانے کے بعد بھی کہا کہ اُسے اس کی قوم کے لوگوں کے ساتھ قتل کیا جائے۔ تاکہ وہ ان کے ساتھ دوزخ میں جائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی قریظہ، صلح اور جنگ میں قبیلہ اس کا حق سمجھتے جاتے تھے۔ اور یہ اس تحالف کی وجہ سے تھا جو دونوں قبیلوں کے درمیان قائم تھا۔ جب کہ جاہلیت میں عربوں کا مزاج اصولی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس اور غزنی کے درمیان جنگ ہوئی تو بنی قریظہ اس

نے ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر غزنی (نعمادی، انصار کے مشہور شطیب تھے اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے پر آپ سے کہا تھا کہ ہم جس چیز سے اپنی اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں اسی سے آپ کی حفاظت کریں گے۔ پھر یہی کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا: جنت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے سرکارِ مدینہ میں شامل ہونے اور بعد کے معرکوں میں بھی شامل ہونے اور سرکارِ مدینہ میں شہید ہونے۔

کی طرف ہو کر ان کے ساتھ جنگ کرتے اور آخر تک وہ ان کا الٹ انک ہے جیسا کہ بنی نضیر اور بنی قنیقاع کے یہودی اپنے حلیف خزرج کے ساتھ ہوئے تھے۔ اور جب جاہلیت میں اوس اور خزرج کے درمیان بغاوت کی مشہور جنگ برپا ہوئی۔ جس میں اوس کو عمرو بن عبد مناف نے قتل کر دیا تھا۔ بنی قنیقاع کے یہودی اس کی شہادت دے کر بنی نضیر بن ہاشم کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ جو خزرج کے خلاف اس سرگرمی میں بعض یہودیوں کی قیادت کر رہا تھا۔ اور نہ میر نے ثابت بن قیس کی پیشانی کے بال کاٹنے کے بعد اسے چھوڑ دیا اور قیس نے زبیر بن ہاشم کے اس غلیظ انسان کو یاد رکھا۔ پس جب بنی قریظہ اپنی جبری کارروائیوں میں لگ گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر آپ سے درخواست کی (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) کہ آپ اس یہودی پر احسان فرمیں۔ اس سے بخش دیں تاکہ یہ قتل ہونے سے بچ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کر دیا۔ بلکہ آپ نے اپنے صحابی کی دوسری درخواست کو بھی قبول کیا کہ اس یہودی کو اس کے سب بیٹے، بیویاں اور تمام اموال واپس کچھ جائیں۔ لیکن اس مخالف یہودی نے ہوساٹھ سال کی عمر سے بھی متجاوز تھا، ان تمام باتوں کو رد کر دیا اور کہا کہ وہ بنی قریظہ کے عہد شکن خدا اور کینے ساتھیوں کے ساتھ مزنا چاہتا ہے۔

اب ہم اس عجیب واقعہ کو ابن ہشام سے سنتے ہیں۔ جسے اس نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے، ابن اسحاق کہتا ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس جیسا کہ ابن شہاب زہری نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ زبیر بن ہاشم قرظی کے پاس آیا جس کی کنیت ابو عبد الرحمن تھی اور زبیر نے جاہلیت میں ثابت بن قیس بن شماس پر احسان کیا تھا۔

مجھ سے زبیر کے ایک بیٹے نے بیان کیا کہ اس نے جنگ بعاث کے روز اس پر احسان کیا تھا۔ اس نے اسے پچھلے اس کی پیشانی کے بال کاٹ دیئے۔ پھر اسے چھوڑ دیا۔ پس ثابت بن قیس اس کے پاس آیا اور وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور کہنے لگا اے ابو عبد الرحمن کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ کیا میرے جیسا آدمی، تم جیسے آدمی کو قبول کر سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے احسان کا بدلہ دوں۔ اس نے کہا، بلاشبہ کریم آدمی، کریم کو بدل دیتا ہے۔“

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ پھر ثابت بن قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذبیر کا مجھ پر اصرار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُسے اس کا بدلہ دوں۔ مجھے اس کا خون بخش دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تجھے اس کا خون بخشا۔ ذبیر بن باطار حبشہ میں نے اُسے غزو کا حکم پہنچایا اُس نے کہا میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔ نہ میری بیوی ہے نہ بچے، مجھے زندگی کی کیا ضرورت ہے۔ ثابت نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہیں مجھے اس کی بیوی اور بچے بھی بخش دیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی تجھے بخشے ثابت نے آکر اُسے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے بیوی بچے بخش دیے ہیں اور وہ تیرے بچے اس نے کہا گھر والے مجاز ہیں ان کے پاس کوئی مال نہیں۔ اس صدمت میں ان کی زندگی کیا ہوئی۔ ثابت نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس کا مال بھی بخش دیجیے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ بھی تیرا ہوا۔ ثابت نے اُسے آکر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تیرا مال بھی دیدیا ہے۔ اور وہ بھی تیرا ہو گیا۔ اس یہودی نے ثابت سے کہا کعب بن اسد کے ساتھ کیا ہوا۔ جس کا چہرہ چینی آئینے کی طرح تھا۔ جس میں وہ قبیلے کی توفیر لڑکیوں کو دیکھتا تھا۔ اس نے کہا وہ قتل ہو گیا ہے۔ اس نے پوچھا شہر و دیہات کے سردار جی بن اخطب کے ساتھ کیا ہوا۔ اس نے کہا وہ قتل ہو گیا ہے اس نے پوچھا حملہ کے وقت ہمارے پیشرو اور فرار کے وقت ہمارے حمایتی غزال بن سموال کے ساتھ کیا ہوا۔ اس نے کہا وہ قتل ہو گیا ہے۔ اس نے پوچھا بنی کعب بن قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ کے ساتھ کیا ہوا۔ اس نے کہا وہ بھی قتل ہو گئے ہیں۔

اس نے کہانے ثابت میرا تجھ پر اصرار ہے میں اس کا واسطہ دے کر تجھے کہتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملا دے۔ خدا کی قسم ان لوگوں کے بعد زندگی میں کوئی عیب لائی نہیں۔ میں صبر کرنے والا نہیں۔ میں جب تک اپنے دوستوں سے نہ ملوں ایک پالی نکالنے والے ڈول کی رسی ہوں پس ثابت نے اُسے آگے کیا اور اُسے قتل کر دیا گیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق کو اس کے قول کی اطلاع ملی کہ میں دوستوں سے ملنا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا وہ انہیں

جہنم کی دائم پہننے والی آگ میں سے گالے

قیدیوں اور غنائم کا انجام | بنی قریظہ کے آدمیوں کے معاملہ سے فارغ ہونے کے بعد سالار

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کبار صحابہ کی ایک کمیٹی بنانے کا

حکم دیا جو بنی قریظہ کے تمام منقولہ اور غیر منقولہ اموال کو فرائے اور شمار کرے یعنی ہتھیار،

گھڑے، مسلمان، کھینٹیاں، گھڑا گھوڑے اور غنیمتیں وغیرہ۔

عورتوں اور بچوں کو شمار کیا گیا تو وہ ایک ہزار تھے اور مسلمانوں نے بنی قریظہ کے قلعوں میں

مندرجہ ذیل ساندوسا مان پایا۔

۱۔ پندرہ سو تلواریں۔

۲۔ دو ہزار نیزے۔

۳۔ تین سو زریں۔

۴۔ پانچ سو ڈھالیں۔

اسی طرح کمیٹی نے پرانی شراب کے مٹکے پائے جسے حضرت بنی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے گرانے اور غنائم کے ساتھ تقسیم نہ کرنے کا حکم دیدیا۔ اس سے یہ دلیل ملتی ہے

کہ شراب کی تحریم کا حکم غزوہ خیبر سے قبل نازل ہو چکا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب، قیدیوں اور

اموال کے شمار کرنے کے بعد حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس اسلامی فوج کے

سپاہیوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا جو فقط بنی قریظہ کے محاصرہ میں شریک تھے اور قرآنی قانون کے

مطابق غنائم کی تقسیم کا کام مکمل ہو گیا اور وہ اس طرح کہ اس کی تقسیم پانچ اقسام میں ہوتی ہے۔

ایک قسم سالار بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں رہتی ہے جسے وہ مصلحت کے مطابق خرچ کرتے

ہیں۔ اور یہ اس قول الہی کی تنفیذ کے لیے ہوتا ہے۔ واملوا انما غنم من شیء فان الله

خمسة وللرسول ولذی القربى والیتامى والمساکین وابن السبیلؑ

اور چار اقسام حصوں کی صورت میں ان جانبازوں میں تقسیم ہوتی ہیں۔ جن کی تلواروں سے

یہ عنانم حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ ثابت شدہ قانون ہے، عنانم میں سے تین حصے سوار کو دیے جاتے ہیں ایک اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے اور وہ شخص جو پیادہ جنگ کرے اور اس کے پاس گھوڑا نہ ہو اسے قانون کے مطابق صرف ایک حصہ دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنگ میں سوار کا آخری پیادے کی نسبت جو گھوڑے پر نہیں چلتا دشمن پر زیادہ پڑتا ہے۔ پس اس قاعدہ کے مطابق بنی قریظہ کے یہودیوں کی عنانم ان کے اطاعت کرنے اور قتل ہونے کے بعد تقسیم کی گئیں۔

عنانم میں عورت کی مشارکت | حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک استثنائی طریق کے مطابق بنی قریظہ کی تھوڑی سی غنیمت

سات مسلمان عورتوں میں بھی تقسیم کی جو محاصرہ کی کارروائیوں میں موجود تھیں۔ یعنی آپ نے قیمتیں لگا کر مردوں کی طرح حصہ نہیں لگایا۔ بلکہ آپ نے انہیں اپنے اندازے کے مطابق کچھ دیا ہے اور یہ وہ صاحب نفیعت عورتیں ہیں جو بنو قریظہ کے محاصرہ میں موجود تھیں، سیرت حلبیہ میں ان کے نام یہ بیان ہوتے ہیں۔

۱۔ اُہم خمسہ ۱۔ نسیم بنت کعب مازنیہ مشہور صحابیہ ہیں نے مکرکہ اُحد میں مشرکین سے جنگ کی تھ

۱۲۔ صفیہ بنت عبد المطلب، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی

۱۳۔ اُم سلیم (۴) ام العلاء

۱۴۔ ان کے حالات ہماری کتاب غزوہ اُحد میں دیکھئے۔ سہ ان کے حالات ہماری کتاب غزوہ اُحد میں دیکھئے

۱۵۔ ابو طلحہ کہتے ہیں کہ ام سلیم بیعت کرنے والی عورتوں میں سے تھیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُحد میں شامل ہوئیں، حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے یہ اُحد کے روز پانی اٹھا کر لاتی تھیں۔ یہ مشہور صحابیہ حضرت ابوسعید خدری کے والدہ ہیں۔

۱۶۔ عابہ بنت جحش عورتوں کے حالات دیکھئے، ان میں سب کا نام یہی ہے لیکن معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ ام العلاء بنت حارث بن ثابت خضر جبرہ انصاریہ ہیں جو خارجہ بنت زید کی والدہ ہیں۔ یہ مشہور صحابیہ یکے سے ہیں۔ اور بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ہیں، ہماری اور مسلم نے زہری کے طریق سے ان کی روایت کی ہے۔

۵۔ السیرۃ النبویہ تفسیر

۶۔ ام سعد بن معاذؓ

یہ پہلی دفعہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو دشمن کی غنائم سے حصہ دیا۔ اور غزوہ بنی قریظہ دوسری جہی کا سوانحی ہے۔ جس میں مسلمان عورت نے شرکت کی ہے مرکزہ اُحد میں بھی جانا باز اور مدوگار عورتیں شامل ہوئی تھیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو مسلمان عورتوں کا بھی حصہ لگایا جو بنی قریظہ کے عامعوں کی فوج میں شامل تھیں۔ ایک خلود بن سیدہ جنہیں ایک عورت نے قلعے سے بچی کا پاٹ لگا کر قتل کر دیا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہ خلود بن سیدہ بن ثعلبہ انصاری خندرجی ہیں جو سابق الاسلام لوگوں میں سے ہیں آپ عقیدہ اور بدر میں شامل ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حصہ ان کے وارثوں کو دیا۔ اور فرمایا ان کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ اور دوسرے ابوسفیان بن عمروؓ ہیں جو عکاشہ بن عمروؓ کے بھائی ہیں۔ جنہوں نے بنی قریظہ کے محاصرہ کے دوران

ملے اور لڑتے ہیں سیرۃ نبویہ تفسیر انصاریہ مدینہ میں سے ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے روایت کی ہے طلحہ بن عبید اللہؓ کہتا ہے کہ ان کا نام کبشہ بنت رافع بن عبیدہ غمریہ انصاریہ ہے جو اوک کے سردار سعد بن معاذؓ کی والدہ ہیں یہ اپنے بیٹے کی وفات تک زندہ رہیں اور ان کا مذہب کیا، کوام سعدؓ تو ہلاک ہو گئی اور جبے سخت غم بیجا۔ اس لحاظ سے بنی عورتوں کو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت سے منظور حصہ دیا وہ کچھ بنتی ہیں نہ کہ سات، کو کچھ بن معاذؓ کو ہم نے دیکھا جہاں بنی کبشہ بنت رافعؓ ہم کی کوئی عورت ان کے سوا نہیں تھی (واللہ اعلم)۔ جس جگہ میں عورت کی شرکت کی بحث ہمارے کتاب غزوہ اُحد کی چوتھی فصل میں، جگہ میں عورت کا کردار کے عنوان کے تحت دیکھئے۔ یہ سیرت طیبہ ص ۱۱۱، ۱۱۲ ابوسمان بن عمروؓ بن حوثان جو بنی اسد بن خزیمہ میں سے ہیں۔ آپ بدر اُحد اور خندق شامل ہوئے تھے۔ طلحہ عکاشہ بن عمروؓ بن حوثان جو بنی اسد بن خزیمہ میں سے ہیں۔ آپ سابقون الاولون میں سے ہیں۔ آپ بدر اُحد، خندق، اور حاحم کون میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔ عکاشہ نہایت خوبصورت آدمی تھے آپ عرب مرتدوں میں جب حضرت خالد بن ولیدؓ کی فوج کے لیے ثابت بن اقرمؓ کیے مہاجرین حاصل کر رہے تھے تو طلحہ بن خویلد اور اس کے بھائی سلمہ نے آپ کو کھد کے علاقہ میں رزاقہ مقام پر شہید کر دیا۔ اور مجاہدین میں سے کوہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (واقی الخ) (م)

میں بھی طور پر وفات پائی۔ آپ ماحرہ کھنے والی فوج میں شامل تھے۔ آپ کے وارثوں نے آپ کی غنیمت کا حصہ حاصل کیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی غنائم میں سے کسی مردہ کے لئے غنیمت کا حصہ لگایا۔

مال اور بیٹے کے درمیان جہائی سے روکنا | جہانزاروں میں غنائم کی تقسیم کے وقت حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے یہ سنت محکم صادر فرمایا کہ کوئی آدمی بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے مال اور بیٹے کو فروخت کرتے وقت ان میں جہائی نہ ڈالے یا ان دونوں کو اکٹھا فروخت کرے یا ان دونوں کو اکٹھا باقی رکھے کیونکہ مال اور بیٹے کے درمیان جہائی ڈالنا ان دونوں کے لیے عذاب کا باعث ہے جسے اسلام قبول نہیں کرتا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو مال اور بیٹے کے درمیان جہائی ڈالنے سے روکنے میں شفقت و رحمت کی آخری حدود تک چلے گئے ہیں۔ اسی طرح آپ نے یہ سنت محکم بھی صادر فرمایا کہ کوئی شخص دو بیٹوں کے درمیان بانٹے ہوئے تک جہائی نہ ڈالے ترمذی نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مال اور اس کے بچے میں جہائی ڈالی، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انکے اور اس کے پیاروں کے درمیان جہائی ڈال دے گا۔ اور عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ مال اور اس کے بیٹے کو میلان جہائی نہ ڈالی جائے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ تک، فرمایا جب بچہ بانٹے نہ ہو جائے اور اگر لڑکی کو حیض نہ آجائے۔

اور ترمذی نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو چھوٹے لڑکے عطا فرمائے۔ میں نے ان میں سے ایک فروخت کر دیا۔ آپ نے دریافت فرمایا تو نے اپنے لڑکے (غلام) کے ساتھ کیا کیا میں نے

دبقہ حاشیہ)۔ جب بستر ہزار کو یوں کاڑ کیا تو عکاشہ نے عرض کیا میرے بچے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل کرے آپ نے فرمایا تو ان میں سے ہے اس پر دوسرے آدمی نے اٹھ کر آپ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا عکاشہ اس بات میں سبقت لے گیا ہے تو آئندہ کے لیے یہی بات میں سبقت حاصل کرنے پر ضرور التماس بن گئی کہ تازہ لہجہ عکاشہ۔

اسے بیچ دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اُسے واپس لاؤ، یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھائیوں کے درمیان حب وہ بھیس لے ہیں جُدا کی ڈکٹا۔ ناپسند فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے قیدیوں کے متعلق جو سخت احکام صادر فرمائے ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی جنگوں میں، اسلامی فوجوں کے سالار ماں اور اس کے بیٹے کے درمیان اور بہنوں کے درمیان اور دو بھائیوں کے درمیان جُدا کی ڈکٹا سے منع کیا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ بن خطابؓ نے شام اور عراق میں اسلامی فوجوں کے سالاروں کو لکھا کہ فرخت کرتے وقت دو بھائیوں کے درمیان اور ماں اور اس کے بیٹے کے درمیان جُدا کی ڈکٹا نہ ڈالنا۔ کیونکہ وہ قریشی رشتہ دار ہیں اور حضرت امام شافعی نے بیچ کے جُدا کر بیٹے جانے والے دو بھائیوں اور جُدا کر بیٹے جانے والے ماں اور بیٹے کی بیچ کے فاسد ہونے کا حکم دیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی قریظہ میں شادی کرنا | اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے ایک

عورت سے شادی کی جبکہ نام ریحانہ بنت عمرو تھا (اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلامِ آشوب ہے) آپؐ نے اسے آزاد کیا۔ بد اس سے شادی کی کہ اور بنی قریظہ کے یہودیوں کا کھلوات پر قبضہ کرنے اور انکی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے کے بعد رسول اللہؐ نے اس کھپ کے قیدیوں کو قریشی بہنوں میں فروخت کرنے اور انکی قیمت سے فوج کچھ گھوڑے اور ہتھیار خریدنے کیلئے بھیجا۔ آپؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثہؓ کی قیدیوں کیساتھ حرمہؓ بن عبد کعبؓ کی بیوی اسی نے گھوڑے اور دوسرے ہتھیار خریدے۔ اسی طرح آپؐ نے ان قیدیوں کی ایک کھپ کو سعدؓ بن عبادہؓ کے ساتھ شام کی طرف بھیجا۔ پس انہوں نے انی کو فروخت کیا اور ان کی قیمت سے بہت سے گھوڑے خریدے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

۱۔ دیکھئے المغنی فی قدر مجلد ۳ ص ۳۳۳ کتاب الیہا قسم الغنم۔ ۲۔ سیرت حلبیہ ج ۲۔ ۳۔ سعد بن حارثہ بن ابی العاصی اشیٰ سابق الاسلام لوگوں میں سے ہیں۔ واقعہ کے قول کے مطابق یہ عقبہ میں شامل تھے۔ آپؐ بدواً احد غنق اور تمام سرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپؐ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کو مشہوریت متا کو تباہ کرنے کے لیے بھیجا۔ پس آپؐ نے اُسے تباہ کر دیا۔ مجھے آپؐ کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔ ۴۔ سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۲۵،

فصل چہارم

بنی قریظہ کے گھنڈرات پر

- — یہاں کے متعلق نافذ ہونے والے فیصلے پر اعتراض کر لے والے
- — مترجمین کا مذاق اور ان کے اعتراضات کی تردید
- — بنی قریظہ کے متعلق نافذ ہونے والا فیصلہ ہر زمانے کے بین الاقوامی قوانین کے مطابق ہے۔

○ — بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کی تحقیق

○ — عمومی طور پر اسلام میں غلامی کی تحقیق اور اس موضوع پر حائنین اسلام کی تردید۔

ہم نے بنی قریظہ کے یہودیوں کی غلامی کے مفصل واقعات اور اس بھیانک غلامی پر مرتب ہونے والے خطرناک نتائج کو بیان کر دیا ہے ان میں سب سے اہم بات ان یہودیوں میں سے تقریباً آٹھ سو بائیس کا قتل ہونا اور ان کی عورتوں اور بچوں کا قیدی ہونا اور ان کی تمام منقولہ اور منقولہ جائیدادوں پر قبضہ کر لینا ہے

اس تفصیل کے بعد ہمارے لئے ان یہودیوں کے گھنڈرات پر کھڑا ہونا ضروری ہے تاکہ ہم تحقیق و تجزیہ سے ان اعتراضات کو دھڑکریں جو بعض ذہنوں میں قتل کے احکام کی سختی اور بنی قریظہ کے اموال اور نافذ ہونے والے حکم کے متعلق پیدا ہونے والے سلی لوگوں کو سب سے

پہلے یہ خیال آئے کہ اس حکم میں قسوت اور وحشیت پائی جاتی ہے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس موقع پر مسٹر مین سے مناقشہ کریں اور ان اعتراضات کی تردید کریں جو انہوں نے ان ہیروؤں کے متعلق نافذ ہونے والے سخت حکم کے بارے میں کئے ہیں۔

یہ دو ٹوٹ فریق ہیں ان دونوں میں یہودیوں کے قتل کے فیصلے پر اعتراض کرنا ہے جو نبی کوئی نبی قریش کے یہودیوں پر نازل ہونے والے سزا کے واقعہ سے گزرتا ہے تو وہ ان پر نافذ ہونے والے فیصلے (خصوصاً قتل کی سزا) پر حلائیہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ یہ سنگدلانہ اور وحشیانہ کارنامہ ہے بڑا فحش ان غیر مسلموں کا ہے جو ہمیشہ ہی دعوت اسلام کے متعلق شکوک پھیلاتے اور اس دعوت کے علمبردار حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اعتراضات ایجاد کرنے کے بہت مشتاق رہتے ہیں اور اس خفیہ فریق کے برے اغراض و مقاصد شہر اور راجہ بھی برباد اسلام اور نبی اسلام کے ایسا ہی دشمن ہیں۔

دوسرا فریق یعنی اسلام کی طرف متوجہ ہونے والوں اور اس میں شمار ہونے والوں کا ہے یہ لوگ اس دین کے متعلق صرف اتنا ہی جانتے ہیں جو انہوں نے اسلام دشمن اداروں اور یونیورسٹیوں سے حاصل کیا ہے، یہ سب لوگ کبھی مراجعہ اور کبھی کتابیں بیان کرتے کہ نبی قریش کے متعلق اس سرعت اور سختی سے جو نے دلی اجتماعی قتل کی یہ کاروائی ایک ایسی کاروائی ہے جو اس سنگدلانہ اور وحشیانہ فطرت کی آئینہ دار ہے جو انسانی اصولوں اور عیسوی صدی کی تمدن و رفیع کے متنافی ہے خصوصاً اس لئے کہ یہودی مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو چکے تھے۔

نبی قریش کے متعلق نافذ ہونے والے فیصلے پر اعتراض کرنے والے ہر مسلمان کے لئے انتباہ حضرات پر مناقشہ کرنے سے قبل اور منطقی، قانونی اور دینی دلائل سے ان اعتراضات کے رد و ابطال سے قبل ہمارے لئے اور ہر مسلمان کے لئے اپنے دین ایمان کی حیانت و حفاظت کے لئے یہ اقرار تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صادر و نافذ ہونے والے کسی حکم پر تعصب و مناقشہ رکھنا انتقاد رکھنا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ آپ کا ہر حکم اللہ کی طرف سے صادر ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ينطق من الهوى ان هو الا وحي يوحى له

پس ہر وہ انسان جو اسلام کی طرف منسوب ہوتا ہے اگر وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صادر و نافذ ہونے والے کسی حکم پر تنقید کرتا ہے تو وہ کافر ہے اور اسلام میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے والا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے والا ٹھہرتا ہے۔ اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر اور اس کے حکم پر اعتراض کرنے والا ہوتا ہے۔ اور حکم الہی پر اعتراض کرنے والا بالاجملہ ایسا کافر ہے جس کا خون حلال ہے۔

یہود بنی قریظہ کے متعلق صادر ہونے والا حکم وجہاً کہ صحیح بناری میں ہے (در اصل وہ حکم الہی ہے۔ جس کا اس نے ارادہ کیا اور اُسے پسند کیا۔ جیسا کہ خود حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت کی ہے۔ جب قاضی سعد بن معاذ نے یہود بنی قریظہ کے متعلق قتل کا حکم صادر فرمایا آپ نے فرمایا۔

تو ان کے بارے میں اس اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اُدھر ہے باوجودیکہ ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے ہم اس پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور مطلق طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ بنی قریظہ کے متعلق جو حکم صادر و نافذ ہوا۔ وہ بالکل عادلانہ اور منصفانہ تھا۔ پھر بھی ہم اس کے حکم پر اعتراض کرنے والوں سے مناقشہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اور ہم ان کے سامنے ہر دو زائد ہر زمانے کے عادلانہ اصولوں کے مطابق جن کی پابندی حاکم اور قاضی کرتے ہیں۔ اس حکم کی قانونی اور مرتبی حیثیت ثابت کر دیں گے۔ سنی کہ بیویں صمدی کے اصولوں کے مطابق بھی اس کا عادلانہ فیصلہ ہونا بھی ثابت کر دیں گے۔ نیز یہ فیصلہ انسانی اصولوں کے مطابق ہے اور اس میں زندہ خیمہ کے احساسات اور معنی و جذبات کے خلاف کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ اب ہم مناقشہ کا آغاز کرتے ہیں۔

❦

جب سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیرب کے علاقے میں پہنچے تو واقعات یہودی کی اہدی فطرت نے ثابت کر دیا کہ یہودیوں بلکہ شیرب کے تمام یہودیوں نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک سوچی سمجھی تدبیر کی ہوئی تھی کہ آپ کا اور آپ کا دعوت کا ہر طریق سے خاتمہ کیا جائے خواہ وہ طریق کتنی بھی اور ذلت کا حامل ہو اور تمام وہ آگاہی جو یہودیوں کے دین کے مخالف اور ان کی جنس سے تعلق نہیں رکھتے ان سے عہد شکنی اور غداری کرنا اور ان کے خون و عزت اور اصول کو حلال سمجھنا یہودیوں کے ہاں ایک عام ثابت شدہ اصول ہے اور یہ ایک ایسی فطرت ہے جو ان کے خون اور وطن پرستی ہی ہے جب کبھی نہیں موقع ملتا ہے تو یہ فطرت فوراً نکالیاں ہر حالتی ہے اور وہ اس لغو اصول کو خواہ انہوں نے ہزار عہد و میثاق دیا ہو اختیار کر لیتے ہیں۔

جب حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیرب تشریف لائے مسلمانوں کو یہودیوں کے فرمایاں معاہدہ اور وہاں کے رہنے والوں میں سے اس اور غزنی نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمان مدینہ میں غالب اکثریت ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین یہودی قبائل ربنی نعیر، بنی قتیقہ اور بنی قریظہ کے ساتھ ایک ہمگیر معاہدہ کیا اس معاہدہ کی اہم بات یہ تھی کہ مسلمان اور یہودی ایک قوم ہیں جو ایک وطن میں مشترک ہیں اور ان پر مدینہ کا مشترک دفاع کرنا فرض ہے مسلمان اور یہودی کے لئے خارجہ کی طرف سے ہونے والی ہرزائی کو خواہ وہ کہیں سے بھی ہو روکنے کے لئے ہتھیار اٹھانا لازمی ہوگا

اس معاہدہ کے چار اصلاحات نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ تمام معاہدہ کے چار سال یہودیوں نے (تینوں قبیلوں سمیت) اس معاہدہ کو قبول نہیں کیا اور انہوں نے دھوکے دی اور فریب کھری سے اس کی دفعات سے رضامندی ظاہر کی ہے۔ اور اس پر دستخط کئے ہیں اور اس کے پس پردہ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو مطمئن کر دیں تاکہ وہ ان پر اعتماد کریں اور ان کی طرف مائل ہیں اور جب انہیں موقع ملا تو انہوں نے ان معاہدات و مواثیق کو پاؤں تلے روند دیا اور اخلاق حمیہ و جلال اور دین کا لحاظ کئے بغیر اپنی من پسند فیصلہ کن اور قاتلانہ ضرب لگانے کی کوشش شروع کر دی حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی اس نجیست عادت سے بڑے مصائب اٹھائے

حالانکہ آپ باہمی معاہدے کے پابند رہے اور آپ کی حقیقی خواہش یہ تھی کہ اس معاہدے کی آخری حد تک حرفاً پابندی کی جائے۔ اور ان یہودیوں کو (بغیر کسی استثناء کے) کوئی موقع نہ ملتا تھا جس میں وہ مسلمانوں پر قاتلانہ ضرب لگانے پر قادر ہو سکتے۔ ہاں انہوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی کہ گویا مسلمانوں اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ سرے سے موجود ہی نہ ہو۔

ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ بنو قنیقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی اور جب انہیں خیال ہوا کہ وہ اسلامی وجود کو تباہ و برباد کرنے کی قدرت رکھتے ہیں تو انہوں نے باہمی معاہدہ کو توڑ دیا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی نضیر اور بنی قنیقاع پر فتح حاصل کر کے کس طرح مرث ان کی جلاوطنی پر ہی اکتفا کیا۔ اور پہلے نزدیک جلاوطنی کی یہ سزا اس غلطی کے مطابق تھی جس کا ارتکاب بنو نضیر اور بنو قنیقاع نے کیا تھا۔

اور بنو قریظہ نے بنو نضیر کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کی۔ لیکن (خاص باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جلاوطن نہ کیا بلکہ مسلمانوں کے ساتھ تجدید عہد کرنے کے بعد آپ نے ان کو وہاں ٹھہرایا اور انہیں معاف فرما دیا۔

لیکن جب ان یہودیوں کو موقع ملا اور انہیں خیال **معاہدات و موافقت یہودی کی نظر میں** ہوا کہ یہ مسلمانوں اور ان کے بڑے حقے کو تباہ و

برباد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو انہوں نے تاریخی تدارک خیانت کا ذیل ترین کام کرنے کا اقدام کیا۔ جب احزاب کی ہزار فوجوں نے ان کے مسلمان حلیفوں کا ناطقہ بند کر دیا تو ان ہزدلوں نے اس مشکل وقت میں فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور ان کے خون اور لوہے میں رچے بسے ذلیل نخصائص نے ان کو بھڑکایا۔ پس انہوں نے پردہ اٹھایا اور از سر نو اپنی حقیقت واضح کر دی۔ اور جو بھختہ معاہدات انہوں نے مسلمانوں سے کیے تھے ان کی حالت یہ ہو گئی کہ گویا ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا ان یہودیوں نے ان معاہدات کے پرچے اڑا دیے۔ اور جب یہ جاننا احزاب کی کمان کی

لہ ہم پہ بیان کر چکے ہیں کہ بنی قریظہ بنی نضیر کے ساتھ مل کر لڑتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری سے ثابت ہے۔

طرف ان کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر (اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے خوفناک اور فیصلہ کن لمحات میں) مسلمانوں کو تباہ کرنے اور اسلامی وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا معاہدہ کرنے لگے تو اس وقت انہوں نے معاہدات کو پاؤں تلے روند دیا۔ اور مسلمان ان کے پاس آکر ان سے معاہدہ کی پابندی کی استدعا کرتے (جیسا کہ ان کے سردار کعب بن اسد نے گواہی دی ہے) کہ انہوں نے مسلمانوں اور ان کے بنی سے معاہدہ کی پابندی کے علاوہ کوئی بات نہیں دیکھی۔ اور انہیں ان کی عظیم ذمہ داری اور ان معاہدات کے توڑنے پر مرتب ہونے والے بڑے نتائج یاد دلائے خصوصاً ان جیسے نازک جنگی حالات میں،

مگر اسی کے جواب میں یہودی، حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ استہزام کرتے۔ اور ان معاہدات کا بھی مذاق اڑاتے جو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیے تھے۔

• محمدؐ کون ہے؟ (یہ شخص کہتا ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان کوئی معاہدہ ہے) اور اللہ کا رسول کون ہے؟ ہم محمدؐ کو نہیں جانتے اور نہ ہی ہمارے اور اسکے عہدیان کوئی معاہدہ ہے۔ یہی جواب بنی قریظہ کے یہودیوں نے پہلوں کا پس وقت دیا جب ان کا وفدان سے باہمی معاہدہ پر ثابث قدم پہننے اور عسکری التزامات اختیار کرنے کی استدعا کرتے ہوئے آیا۔ ان یہودیوں نے یہ ذلیل طریق اس وقت اختیار کیا جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ احزاب کی مدد سے اسلامی وجود کو مکمل طور پر تباہ کرنے اور مسلمانوں کے کلیتہً استیصال کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے مسلمان حلیفوں سے اس قبیلے صورت میں فداوری کرنے میں تردد نہیں کیا۔

اور اللہ جانتا ہے کہ اگر یہ یہودی مسلمانوں پر فتنہ پالیتے اور جاننازوں کی مدد سے مدینہ پر قبضہ کرنے کی قدرت حاصل کر لیتے تو یہ مسلمانوں کو اس سے بھی سخت ترین انجام تک پہنچانے میں تردد نہ کرتے جس تک مسلمانوں نے انہیں پہنچایا تھا۔ اور اس امر پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان یہودیوں نے احزاب کی فوجوں کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کیے بغیر مدینہ سے واپس نہ جائیں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں یہودیوں کے ساتھ

شامل ہونے اور عہد شکنی کا اعلان کرنے میں یہ ایک بنیادی شرط تھی بلکہ مسلمانوں کو مکمل طور پر تہہ کرنے کا انہیں اس قدر شوق تھا کہ انہوں نے احزاب کی مشترکہ کمان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے ستر جو انوں کو بطور ریشمال ان کے پاس رکھ دیں جو اس بات کے خاص منہ ہوں گے کہ احزاب کی فوجیں مدینہ کے علاقے سے مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کیے بغیر واپس نہیں جائیں گی۔

کیا یہود کے اس فعل کے بعد جو انہوں نے بیشتر اصرار کے ساتھ کیا اور جس پر انہوں نے بڑی منصوبہ بندی اور غیبت نیت کے ساتھ اقدام کیا۔ کسی عقلمند منصف کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ یہود ان بنی قریظہ کے متعلق جو حکم صادر اور نافذ ہوا وہ غیر انسانی اور غیر عادلانہ تھا۔ **بنی قریظہ کا دفاع کہ نے دالوں کی خدمت میں** اہم بڑے اعتماد، اطمینان اور حجت سے ان لوگوں سے کہتے ہیں جو

بنی قریظہ کے متعلق نافذ ہونے والے حکم پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس حکم میں (جیسا کہ انہیں وہم) ہوا ہے کسی کی سنگدلی اور وحشیانہ پن نہیں پایا جاتا یہ ایک عادلانہ سزا ہے جو مجرم قتلوں پر نازل ہوئی ہے۔ اور وہ اس کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ ایسی سزا ہے جس پر غمیر اور دجیلان مطمئن ہیں اور تمام بین الاقوامی قوانین اس کو تسلیم کرتے ہیں اور آج تک اس جیسی سزائیں نافذ کرتے ہیں لیکن ہم عربی اور قانونی نقطہ نگاہ سے اس کی صحت کو مبرا بن کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

معاہدہ کی اہم دفعات (۱) یہودی، یثرب کے باشندے تھے، مہدیہ اصطلاح کے مطابق قانونی نقطہ نگاہ سے وہ اور مسلمان اسلام سے پہلے اور بعد ایک شہر کے باشندے ہونے کے لحاظ سے ایک قومی یونٹ تھے۔

اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے اور یہودیوں سے پہلے (آخر کسی ہجرت اکراہ کے) انصار کے اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد اور یثرب میں حکومت کا ڈھانچہ بن جانے کے بعد وہ مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم تھے۔ اس وطن (یثرب) کی جو ذمہ داری مسلمانوں پر تھی وہی ان پر تھی اور جو حقوق انہیں حاصل تھے وہی انہیں حاصل تھے۔

۱۲۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا جس پر فریقین کے لیڈروں نے دستخط کیے جس پر دونوں فریقوں نے بیرونی زیادتی کے مقابلہ میں یثرب کا مشترکہ دفاع کرنے کی پابندی کو لازم جانا خواہ یہ زیادتی یہودیوں پر ہو یا مسلمانوں پر۔

اور اس معاہدہ کی چوبیسویں دفعہ میں یثرب کے مشترکہ دفاع کا بیان ہے کہ (مسلمان اور یہودی) یثرب پر اچانک حملہ کرنے والے کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور اس معاہدہ کی چھتیسویں دفعہ میں ہے کہ یہودی اور مسلمان اپنا اپنا خرچہ برداشت کریں گے۔ اور جو معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا وہ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور کسی گناہ کے ارتکاب کے بغیر ایک دوسرے سے خیر خواہی اور حسن سلوک کریں گے۔

۱۳۔ یہودیوں نے اس معاہدہ پر دستخط کر کے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اور مسلمان ایک قوم ہیں جو وطن کے مقابلہ میں ہر باشندے پر لازم ہوتی ہے۔

اور اس معاہدہ کی پچیسویں دفعہ میں لکھا ہے کہ

یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہوں گے۔ یہودیوں کا پناہ دین ہو گا اور مسلمانوں کا پناہ دین ہو گا۔

۱۴۔ اور سترہویں دفعہ میں یہودیوں کا معاہدہ پر دستخط کرنے کے بعد مدینہ پر قبضہ کرنے والے کسی دشمن کو کسی قسم کی سہولت دینا انہیں (تمام زمانوں کے عرصہ اور قانون کے نقطہ نگاہ سے) غدار بنادیتا ہے اور وہ اسی سزا کے مستحق ہیں جس سزا کا مستحق وہ شخص ہوتا ہے جو جنگی حالات میں اپنے وطن سے عظیم غدار کی کرتا ہے۔ ان یہودیوں نے اس معاہدہ میں دونوں فریقوں (مسلمان اور یہودیوں) کے کسی دشمن کو مدد نہ دینے کا التزام کیا ہے اور خصوصاً قریش جو مسلمانوں کے دشمن بن چکے ہیں۔

اس معاہدہ کی بنیالیوں دفعہ میں لکھا ہے کہ
قریش اور ان کے مددگار کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۱۵۔ ان تمام ہاتھوں کے علاوہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے اس معاہدہ میں شرب میں قائم ہونے والی اسلامی حکومت کو تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ انہوں نے قانونی طور پر اسلام کو تسلیم نہیں کیا تھا۔

اس معاہدہ میں انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا ہے
یہودی شرب کے باشندے ہیں کہ وہ شرب کے باشندے ہیں۔ اس حکومت

کے ماتحت ان پر وہی حکم لاگو ہوگا جو دوسروں پر ہوگا۔ سوائے ان امور کے جو ان کے پر مسئلہ معاملات سے تعلق رکھتے ہیں جیسے شادی، طلاق، وراثت اور عبادت گاہوں سے متعلقہ امور اور ان کی عبادات کے طور و طریق وغیرہ۔ نیز انہوں نے اس بات کو مکمل طور پر تسلیم کیا کہ ان کے تمام معاملات میں سوائے دینی معاملات کے ان کا مرجع اس حکومت کے صدر محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

اس معاہدے کی بنیالیوں دفعہ میں بیان ہوا ہے کہ۔

معاہدہ کرنے والوں کے درمیان اگر کوئی واقعہ یا جھگڑا ہو جائے جس کے فساد کا خوف ہو تو اسے اللہ اور صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اور معاہدہ کی تمام چیزیں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اس سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

۱۶۔ بلکہ اس معاہدے پر دستخط کر کے یہودیوں نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں کے حاکم اعلیٰ ہیں۔ معاہدے کی پانچویں، چھٹی اور تیسویں دفعہ میں بیان ہوا ہے کہ۔

”یہودیوں کی دینی دوستی اپنی جانوں کی طرح ہوگی اعلان میں سے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر باہر نہیں جائے گا۔“

یہ مسلمانوں اور یہودیوں کا وہ موقف عام ہے جس پر وہ شرب کے علاقے میں قائم تھے اور یہ مسلمانوں اور یہودیوں کے معاہدہ متعلقہ وفاق کی اہم دفعات ہیں۔ یہودی معاہدہ پر مجبور نہیں تھے۔

۷۔ یہودیوں نے کسی کے مجبور کرنے کے بغیر اس پوزیشن کو قبول کیا اور اس معاہدہ سے راضی ہوئے

یہودی معاہدہ پر مجبور نہیں تھے

اداس پر دستخط کیے اور ہر ضا در غبت اس کے مقتضی کے مطابق اس پر عمل کیا۔ پس انہوں نے اس پوزیشن کو پسند کیا اور اس معاہدہ پر دستخط کر دیئے، اسلامی حکومت ابھی نئی تھی۔ اس کی کوئی خوفناک مشہور فوج نہ تھی۔ کیونکہ یہ معاہدہ فریقین کے درمیان بدر کے عظیم معرکہ سے پہلے ہوا تھا۔ جس کے بعد اسلامی فوج سے خوف محسوس کیا جانے لگا۔ یہودی اس معاہدہ کے وقت (عسکری لحاظ سے) ایک ممتاز مرکز میں تھے جس کے ہوتے ہوئے یہ کہنا ممکن نہیں کہ انہوں نے یہ معاہدہ طاقت و قوت کے کسی خیال کے ماتحت کیا تھا۔

اگر خواہشات سے الگ ہو کر اس معاہدہ کی وفعات پر ایک تحقیقی نظر ڈالی جائے اور بنو قریظہ کے یہودیوں نے، ان نازک جنگی حالات میں اپنے مسلمان حلیفوں اور ہم وطنوں کے ساتھ جو عظیم غداری کی (جبکہ ان کی عیش، عانیں، کھیتیاں اور نیلیں اور ہر چیز تیز آمدنی کی زد میں تھیں) اسے عدل و انصاف اور تدبیر کی نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ شخص جسے اپنی عزت عزیز ہے اور وہ ہلاؤ ہو کر تابع نہیں اس کے لیے یہ نہایت مشکل ہے کہ وہ اس عظیم جرم کی شجاعت اور اس عظیم غداری کے گھناؤنے ہونے کا انکار کر سکے۔ جس کا ان یہودیوں نے وطن اور اپنے ہم وطنوں کے متعلق ارتکاب کیا۔ اسی طرح یہ بھی کسی عزت دار اور اپنی عقل و فکر پر مکمل کنٹرول رکھنے والے انسان کے لیے مشکل ہے کہ وہ یہ خیال کرے کہ ان مجرم یہودیوں کے متعلق جو حکم صادر و نافذ ہوا ہے۔ اس میں کچھ ایسی باتیں ہیں جو انصاف اور انسانیت کے اصولوں اور عام بین الاقوامی قانون کے اصولوں سے مغایر ہیں۔

یثرب کے علاقے میں یہودیوں کے وجود کے محکم، اور سیکڑوں سال میں عربوں کے ساتھ رہنے کے محکم، پھر آپس میں باہمی معاہدہ کے محکم کے مطابق کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہوں گے اور قائم شدہ حکومت کو تسلیم کرنے کے بعد اور اس کے ماتحت رہنے اور یہ اعلان کرنے کے بعد کہ وہ اپنے ہم وطنوں کا اوٹ انگ ہیں۔ ہاں ان سب باتوں کے محکم کے مطابق بنی قریظہ کے یہودی یثرب کے باشندے تھے اور اس حکومت کے ماتحت

ان پر لازم تھا کہ وہ اس علاقے کا دفاع کرتے اور ان پر وہی احکام و واجبات مرتب ہوتے جو اس زمانے میں کسی باشندے پر مرتب ہوتے تھے۔

بنی قریظہ کے یہودیوں نے تین جرائم کئے جن میں سے ایک ہی قانون سے غداری کرنا (قدیم جدید قوانین کی نظر سے) ان پر موت کا حکم لگانے کے لیے کافی ہے۔

۱۔ ان کا دشمن سے رابطہ کرنا اور اسے مفید فوجی راز پہنچانا جن سے مدینہ کی سلامتی کو (جو ان یہودیوں کا وطن تھا) شدید ترین خطرات لاحق ہو سکتے تھے۔

۲۔ جنگ یازوٹین کو ہر قسم کی مادی، ادبی اور معنوی مدد دینا جو اس کے لیے ان کے وطن پر قبضہ کرنے اور اس کے باشندوں کو ختم کرنے میں سہولت پیدا کر دیتی ہے۔

۳۔ (اور یہ سب سے خطرناک ترین جرم ہے) مدینہ کی فوج کے خلاف ان کا ہتھیار اٹھانا اور عہد شکنی کرنا اور ایسے نازک وقت میں جس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج اپنی زندگی کی تار و پھ میں کبھی دوچار نہیں ہوئی تھی۔ پیچھے سے اپنے ہم وطنوں پر ضرب لگانے کی تیاری کرنا۔

قانونی سوال ہم بنی قریظہ کے یہودیوں پر مادی و نافذ ہونے والے حکم پر اعتراض کرنے والوں اور اُسے بُرا جاننے والوں کی خدمت میں ایک یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ، آج تمام بین الاقوامی قوانین میں اپنے وطن سے غداری کرنے والوں اور جنگی حالات میں اپنی قوم سے دھوکہ بازی کرنے والوں اور صلح پر قبضہ کرنے کے لیے اس کے باشندوں کو کچلنے کے لیے آنے والی جنگجو فوج سے رابطہ کرنے والوں اور قبضہ کرنے میں اس کے لیے ہوشیار فراہم کرنے والوں کے لیے کیا سزا ہے؟۔

میرا خیال ہے کہ ان معترفین میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں جو یہ کہہ سکے کہ دنیا کے کسی ملک میں یہ قانون موجود ہے جو مذکورہ بالا جرائم کے مرتکب ہونے والوں سے کہتا ہو کہ جاؤ تم آزاد ہو، بلکہ میرے خیال میں ان معترفین میں سے ہر آدمی یہ کہے گا کہ اس قسم کے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کی کم از کم سزا موت ہے۔ کیونکہ دنیا کے تمام قوانین بلا استثناء بتاتے ہیں کہ موت کی سزا دینا اور ملوکہ چیزوں پر قبضہ کر لینا اس قسم کے

جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے ایک عادلانہ سزا ہے۔

جب ہمیں معلوم ہو گیا اور ہم نے اس امر پر اتفاق کر لیا
بنو قریظہ بین الاقوامی نظر میں | کہ جنگ کی حالت میں دشمن سے رابطہ کرنے والے

اور وطن پر قبضہ کرنے یا حکومت اور قوم کو نقصان پہنچانے والے باشندوں کو قتل کی سزا دینے میں ظلم اور وحشیانہ پن کی کوئی بات موجود نہیں تو ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے جو پہلے سوال سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اور بنی قریظہ پر نافذ ہونے والے حکم پر اعتراض کرنے والوں کے لئے اس کا جواب دینا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام قوانین کے عرف میں اس حکم کی بات نہیں جو دشمن کو مفید معلومات فراہم کرنے اور قوم اور ملک کو خطرات سے دوچار کرنے والے شخص پر لگایا جاتا ہے۔ بلکہ اس حکم کی بات یہ ہے جو ملک اور اہل ملک کے نازک حالات میں اس سے فائدہ اٹھانے والے شخص پر لگایا جاتا ہے جس کا وہ اٹوٹ انگ ہے۔ اور ان کے درمیان رہ کر ان سے غداری اور دھوکہ بازی کرتا ہے اور پیچھے سے ملک اور قوم پر حملہ کرتا ہے اور اپنی حکومت اور اہل ملک کے خلاف متحید اٹھاتا ہے اور ان خوفناک اور جنگی حالات میں جنگجو دشمن کے ساتھ انضمام کا اعلان کرتا ہے اور اس غداری اور دھوکہ بازی کے پس پردہ اس کا مقصد اپنے وطن کو جنگجو دشمن کا مایع بنانا اور اپنے ہموطنوں کو کچلنا اور اس نظام کو (ہزوک شمشیر اور دشمن سے اتفاق کر کے) تباہ کرنا ہے۔ جسے اس نے پسند اور تسلیم کیا تھا اور جس کے زیر سایہ امن و امان سے رہ رہا تھا۔ اور اس کا کوئی حق غصب نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے حق کی نگہداشت کی جاتی تھی اور اسے پورا کیا جاتا تھا۔

میرے خیال میں (حتیٰ کہ وہ بھی جو بنی قریظہ کے متعلق صادر ہونے والے حکم کو برا سمجھتے ہیں) کوئی ایک شخص بھی (جو اپنی عقل کا احترام کرتا ہو) ایسا نہیں ہو سکتا جو یہ جواب نہ دے کہ تمام بین الاقوامی قوانین اور معافی و حال کے وساتیر بالا جماع کہتے ہیں کہ ایسے جرائم کرنے والوں کی سزا موت ہے۔ کیونکہ بلا اختلاف تمام قدیم و جدید اقوام کے نزدیک یہ کہنا ظالمانہ اور فریادانہ بات ہے کہ بنی قریظہ کے متعلق جو حکم صادر کیا گیا تھا۔ وہ غیر عادلانہ اور انسانی

امولوں کے خلاف تھا، کیونکہ ان یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف ایسے غدارانہ جرائم کیے تھے جن میں سے تمام دنیا کے ہر زمانے کے قوانین میں فقط ایک کی سزا موت ہے۔

یہودیوں نے جنگ کی حالت میں اپنے ہونٹوں کے خلاف صرف جاسوسی کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا اور نہ ہی دشمنوں کو مادی اور ادنیٰ مدد دینے پر اکتفا کیا ہے جس سے مدینہ پر ہوان سب کا مشترکہ وطن تھا اس کا قبضہ کرنا آسان ہو جاتا تھا بلکہ یہ عمل عظیم غداری کے باب میں آتا ہے۔ جس کی سزا تمام دنیا کے قوانین میں موت ہے۔ ہاں انہوں نے اسی پر ہی بس نہیں کیا بلکہ اس اسلامی فوج کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائیے جو دشمن کے مقابلہ میں مشغول تھی اور ان زلزلہ انگن گھڑیلوں میں برسرِ عت تمام مسلمانوں کو مکمل طور پر پکھنے کے لیے دشمن کی فوج کے ساتھ مل گئے اور مسلمانوں کی نازک حالت سے فائدہ اٹھانے لگے جو دم گھٹنے کی حالت کو پہنچ چکی تھی اور تمام امثال و اعراف اور قوانین اور معاہدات و موافقی کو دیوار کے گوشے میں پھینک دیا۔

اگر اس حالت میں بنی قریظہ کی خبیث نیت کو کیٹنگل کا پرہ چاک ہو گیا (بنو قریظہ کے یہودیوں اور احزاب کو مسلمانوں پر فتح ہو جاتی تو وہ مسلمانوں کی بیخ کنی کرنے اور ان کی املاک پر قبضہ کرنے اور ان کی تمام عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے کے سوا اور کسی بات پر اکتفا نہ کرتے اور انہوں نے مسلمانوں کے متعلق یہ بات طے کی تھی سستی اور انہوں نے اس عظیم غداری اور جھگڑو دشمنی کے ساتھ اس ماز باز پر اس لیے جرأت کی کہ انہوں نے ہر پہلو کے طور پر اپنا نصب العین مقرر کیا تھا کہ مسلمانوں کے آخری آدمی تک کو تباہ کر دینا ہے۔ اور یہ خبیث مقصد اس وقت نمایاں ہو گیا جب انہوں نے احزاب سے (ان کے ساتھ منظم ہونے کے لیے بطور بنیادی شرط کے) یہ مطالبہ کیا کہ وہ اس وقت تک نہ واپس جائیں گے اور نہ مدینہ کا محاصرہ چھوڑیں گے جب تک مسلمانوں کی بیخ کنی نہ کر لیں اور انہیں تباہ و برباد نہ کر دیں۔ اور انہوں نے احزاب کے نامزدے حبیب بن اخطب سے یہ عہد لیا اور اس نے احزاب کے نام سے ان سے یہ عہد کیا۔ پس دماغ کو زخمی کرنے والے ان حقائق کے بعد اور یہودیوں کی ان کارروائیوں کے بعد جن میں سے ایک ہی (سب کا کیا حال ہو گا) کی سزا موت اور اموال پر قبضہ کرنا ہے یعنی غداری کی جس سزا کا ارتکاب یہودیوں نے کیا تھا۔ پس ان سب باتوں کے بعد کسی انصاف پسند عقلمند

کہ یہ بات نصیب نہیں دیتی کہ وہ ان یہودیوں پر نافذ ہونے والے حکم کے متعلق کہے کہ اس میں عدل و انصاف نہ تھا، یہ یہودی اسی انجام کو پہنچے ہیں جس سے یہ مسلمانوں کو دوچار کرنا چاہتے تھے۔ اور جو شخص اس زمانے میں ان جرائم میں سے صرف ایک جرم کا ارتکاب کرتا ہے اس پر قتل کی سزا نافذ کرنا کیونکر عدل و انصاف شمار کیا جاتا ہے؟ حالانکہ دشمن کو جنگی راز پہنچانے کا کیلا جرم ہی اس کے مرتکب کو سزائے موت کے لیے کافی ہے۔ جیسا کہ اس زمانے میں ہوتا ہے۔ یہ بھی عدل و انصاف قرار نہیں دیا جانا چاہیئے۔ بلکہ بنو قریظہ کی طرح ان سب خطرناک جرائم کے مرتکب پر قتل کی سزا کا نفاذ ظلم و سنگدلی اور وحشیانہ پن قرار پانا چاہیئے۔

اب یہودی حکوم ہیں اور مسلمان حاکم ہیں پھر کیا ہے؟ ہم ہر روز امریکہ اور یورپ اور تمام آزاد دنیا میں لوگوں کے متعلق قتل کے احکام صادر ہوتے سنتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ دنیا کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اعدا ہوں نے اپنی حکومت اور اہل ملک کے خلاف ہتھیار اٹھا لیے تھے۔ بلکہ اس لیے کہ انہوں نے دشمن کو وہ معلومات فراہم کر دی تھیں جو اس کے لیے مفید تھیں جن سے وہ ان کے ملک اور اس کے باشندوں کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔

پس بنی قریظہ کے یہودیوں پر جو سخت سزا نازل ہوئی وہ ایک عادلانہ سزا تھی۔ جو ہر دور اور ہر زمانے میں ایک بین الاقوامی مستند اصول رہا ہے اور وہ عدل و انصاف کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔ اور اگر خاص کر اس زمانے میں مسلمان بنی قریظہ اور احزاب کے قابو میں آجاتے جن کے ساتھ بنی قریظہ نے اتفاق کیا ہوا تھا تو مسلمانوں کو اس سزا سے کہیں سخت سزا ملتی جو یہودیوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے ملتی تھی۔

یہودی غدار تھے جنگی قیدی نہیں تھے | ایک مغربیہ بات کرنے والا کہتا ہے کہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو ایک فاتح لیڈر دشمن کی فوج کے جواہروں سے کرتا ہے جس نے جنگ کر کے شکست کھائی اور اطاعت اختیار کر لی ہو، جیسا کہ اسی زمانے میں ہوتا ہے۔

اس سوال کا (موجودہ دور کے بین الاقوامی قانون کے نقطہ نگاہ سے) جواب یہ ہے کہ جب یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف احزاب کی جنگیں جو جوں کے ساتھ انصاف کیا اس

وہ مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں نہ تھے۔ وہ صرف مسلمانوں کے حلیف دوست تھے۔ وہ اندر مسلمان ہم وطن اور ایک قوم تھے۔ ہر ایک اٹھ بونٹ تھا اور ملک کے مشترکہ فائدے میں برابر کے شریک تھے۔ جیسا کہ ان کے باہمی معاہدہ سے یہ واضح ہے۔

پس بنی قریظہ کے یہودیوں کی پوزیشن، عام بین الاقوامی قانون کے نقطہ نظر سے اس دشمن کی سی نہیں ہے جو اطاعت اختیار کرے اور قانونی جنگ میں شریک ہو جیسا کہ ایک حکومت اور دوسری حکومت کے درمیان کبھی وجہ سے جنگ چھڑ جاتی ہے۔ عام بین الاقوامی قانون کے نقطہ نظر سے ان یہودیوں کی پوزیشن غدار آمر کی ہے۔ جو حالت جنگ میں اپنی قوم اور ملک کے خلاف دشمن سے ساز باز رکھتا ہے اور جس کی یہ پوزیشن ہو اس پر کامیابی کی صورت میں جو حکم لگایا جاتا ہے وہ عام و خاص کو معلوم ہے اور تمام بین الاقوامی قوانین میں اسے بیان کیا گیا ہے اور وہ موت کا حکم ہے کوئی اور حکم نہیں۔ پس یہودی بین الاقوامی مفہوم میں جنگی قیدی نہیں ہیں کہ جن کے متعلق یہ کہا جائے کہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو آپ نے دوسرے جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا تھا۔ بلکہ وہ غلام اور عہد شکن ہیں جنہوں نے اپنے ملک اور اپنی قوم کے ساتھ عظیم غداری کا ارتکاب کیا ہے۔ پس جب انہوں نے اپنے ملک اور قوم کے خلاف جس کا یہ حق تھے اور جس حکومت کے ماتحت رہ رہے تھے۔ کے دشمن سے ساز باز کرنی تو ان کے متعلق یہ حکم صادر نافذ کیا گیا اور جب ہم اسے بیسویں صدی میں تمام حکومتوں میں صرف عرف اور متعارف و معمول قانون کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ تو یہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اس عرف اور قانون سے تمام وہ وجوہ سے مطابقت رکھتا ہے اور شاید وہ لوگ جو بنی قریظہ کے متعلق صادر نافذ ہونے والے حکم کو بر خیال کرتے ہیں مہجول جاتے ہیں۔ یا عملاً غلط دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک بیسویں صدی ترقی و تمدن کی صدی ہے ہم ہمیشہ سے موت کے ان اسلام کوئن ہے ہیں جو قانون کے مطابق نافذ ہوتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ ان لوگوں نے بنی قریظہ کی طرح اپنے ملک اور اپنی قوم کے خلاف غداری کا ارتکاب کیا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نقطہ چند سلاز جہود کی سلامتی اور مسلح افواج سے تعلق رکھتے تھے۔ غیر محارب دشمن کو فراہم کر دیئے تھے۔ اسی طرح ایک امریکی کے متعلق موت کا حکم نافذ کیا گیا تھا۔ کیونکہ اس

نہ روس سے بلکہ انہیں کچھ جنگی راز فراہم کر دیئے تھے جو انہیں ہم دیکھ کر بنانے سے تعلق رکھتے تھے صدر کے لئے بتاؤ کہ ایک یا زیادہ آدمیوں کو موت کی سزا دینا کیسے اس عدل کے مطابق ہو سکتا ہے جو بیسویں صدی کی روح کا ہم عنوان ہے صرف اس لئے کہ انہوں نے فوج کی سلامتی کے ساتھ تعلق رکھنے والے چند راز دشمن کو فراہم کر دیئے تھے اور یہ کوئی قطعی اور یقینی بات نہیں کہ ان رازوں کی فراہمی سے فوج کو تباہی کا سامنا کرنا پڑے اس لئے صرف اتنا ہو سکتا ہے کہ روسی مکان اس سے فوجی لحاظ سے کوئی فائدہ حاصل کرے اور اس باشندے کی موت ظلم و دیشانہ پن قرار پاتی ہے جس نے اپنے ملک کی فوج کے راز برسرِ پیکار اور محاصرہ دشمن کو فراہم کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس فوج کے مقابلے میں ہتھیار بھی اٹھائے حالانکہ وہ اپنی معیت کی تاریک ترین راتوں میں اُلجھی ہوئی تھیں نیز اس نے جنگ دشمن کے ساتھ اتفاق کر کے اس فوج پر حملہ کرنا شروع کر دیا اور مشترکہ وطن کے اندر ایک مسلح فوج جمع کرنا اور دشمن سے کھلم کھلا رابطہ کر لیا اور اس کے ساتھ اس غرض سے انضمام کا اعلان کر دیا کہ ایسی قوم کو تباہ کر دے اور اپنے ملک پر قبضہ کرنے سے سہولت پیدا کر دے اور اس فوج کو بھی تباہ کر دے جسکی مغربیوں میں شامل ہو کر اس پر اپنے مشترکہ وطن کا دفاع واجب تھا میرا خیال ہے کہ بنی قریظہ کو طے والی سزا پلائے جانے والوں اور اسے برا سمجھنے والوں کے پاس سوائے خالی فلسفہ اور کھلے مخالفانہ اور کوئی جواب نہیں اور اس فلسفہ اور مخالفانہ کی طرف وہی لوگ مائل ہو سکتے ہیں جنہوں نے ہر اسلامی چیز پر اعتراض کرنا اپنا شیعہ بنالیا ہے۔

بنی قریظہ کے یہودیوں کا شنفہ ہونے کے لحاظ سے اکیلا دشمن ایک سپاہی کی تھی جن پر واجب تھا کہ وہ شرب کو پیش آنے والی کسی بھی زیادتی کے خلاف مدینہ کے اندر ایک جانباً کھڑے ہوتے جیسا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان طے ہونے والے معاہدے سے ظاہر ہے

پس یہودی (یہا کہ ہم نے بیان کیا ہے) معروف مغربیوں میں جتنی قیدی نہیں ہیں کہ ان کے متعلق یہ بات کسی جائے کراجماعی صورت میں انہیں قتل کرنا سنگین اور قسارت ہے جو یہودی صدی کی روح کے منافی ہے بلکہ وہ ایسے باشندے ہیں جنہوں نے اپنی قوم اور ملک کے خلاف عظیم غداری کا ارتکاب کیا اور اتنی بری غداری کی کہ ان سے پہلے اور بعد کسی نے اتنی

بری لگنا دلی اور کینی غداری نہیں کی یہ ایک پہلو ہے

اور زمانے اور ہر دور میں بین الاقوامی سطح پر ایہ
ہر حکومت کا اپنا خاص قانون ہوتا ہے | ایک متعارف بات ہے کہ ہر قوم اور ہر حکومت

کا اپنا خاص قانون ہوتا ہے جس پر وہ صلح اور جنگ کی حالت میں عمل پیرا ہوتی ہے۔ اور اسلامی حکومت (جس دن بنی قریظہ پر سزا نازل ہوئی) کا بھی ایک قائم شدہ قانون تھا۔ جس کی دفعات تمام باشندوں پر خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم منطبق ہوتی تھیں جیسا کہ تمام مفکرین تو اتر سے اس بات کو جانتے ہیں اور اسلامی قانون (جیسا کہ دستور اعلیٰ قرآن میں ہے) جنگی قیدیوں کے انجام کو امام کے سپرد کرتا ہے۔ (جو حاکم اور فوج کا سالار اعلیٰ بھی ہوتا ہے) کہ وہ قوم، حکومت اور دین کی مصلحت کے مطابق ان کے بارے میں کارروائی کرے۔

اور اس حق کی روشنی میں جو قانون اسلام نے جنگ کی حالت میں حیدر حکومت اور فوج کے سالار اعلیٰ کو دیا ہے، اگر بنی قریظہ کے یہودی متعارف معنوں میں بھی جنگی قیدی ہوتے اور سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قتل کا حکم دیتے تو بھی اس عرف کے لحاظ سے جو بین الاقوامی سطح پر حاوی ہے مطلقاً برائے نام کی گنجائش نہیں رہتی۔ کیونکہ سالار بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عرف اس قانون کی حدود میں ہے۔ جس پر عمل کرنے کے آپ پابند تھے اور ہر حال میں اُسے اپنے

۱۔ دیکھیے ابن قدامت کی کتاب "المغنی جلد ۳ ص ۳۷۱ اور اعلیٰ ابن جریر جلد ۲ ص ۲۹۱

۲۔ تمام مومنین اور روات حدیث کے نزدیک متفقہ طور پر یہ بات ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ علیہ وسلم نے زندگی بھر تین قیدیوں کے سوا کسی قیدی کو قتل نہیں کیا۔ (اور وہ یہ تھے) ۱۔ عفر بن ابی معیط ۲۔ لفر بن حرث البردیدی یہ دونوں جنگ کے بڑے مجرم تھے ۳۔ ابو عزمہ۔ عمرو بن عبد اللہ الجمحی۔ لہذا مسلمانوں نے بد میں قید کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائے گا۔ لیکن اس نے عہد شکنی کی اور دوسرا غزوہ اُحد میں ہتھیار اٹھائے۔ پس یہ دوبارہ قید ہوا تو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔

اور اپنی قوم کے تمام افراد پر نافذ کر چکے ذمہ دار تھے اور بین الاقوامی نقطہ نظر سے اس شخص کو نکوہش و ملامت نہیں کی جاسکتی جو اپنے ملک کے قانون کو اپنے ملک میں غیر ملکی افراد پر نافذ کرے پس وہ اُسے اپنے ملک کے باشندوں پر کیسے نافذ نہیں کر سکتا؟

یہودیوں کا قتل اور بین الاقوامی معاہدہ | علاوہ انہیں (بنی قریظہ کے واقعہ کے وقت) بین الاقوامی معاہدے نہیں ہوئے تھے۔

جن سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرتبط ہوں جو جنگ با زطاعت کرنے والوں کے قتل کو ممنوع قرار دیتے ہوں جیسا کہ آج کل ہے کہ مجھوٹے اعتراض کرنے والے یہ کہہ سکیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے یہودیوں کو قتل کر کے عزت اور بین الاقوامی قانون کی مخالفت کی ہے۔

بلکہ اس وقت تمام اقوام (مسلم ہوں یا غیر مسلم) کا مشہور اصول یہ تھا کہ جنگی قیدیوں کا انہام حکومت کے صدر اعلیٰ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور کبھی کبھی محاذ کے سالار کے ہاتھوں میں بھی ہوتا تھا۔ کہ وہ مصلحت کے مطابق ان کے بارے میں کارروائی کرے۔ اگر یہ بات فرض کر لی جائے کہ بنی قریظہ کے یہودی، متعارف معنوں میں جنگی قیدی تھے۔ اور اپنی قوم اور ملک کے خلاف عظیم غداری کے مرتکب نہ تھے۔ (حالانکہ وہ یقیناً ایسے تھے) تو بھی مسلمانوں اور ان کے وجود کی سلامتی کی مصلحت نے ان یہودیوں کی تباہی کا تقاضا کیا جنہوں نے عظیم غداری کا ارتکاب کیا تھا جبکہ سزا موت ہوتی ہے وہ ایک جنگی فوجی تھے۔ قریب قریب ہونے والے واقعات نے بتا دیا تھا کہ اس فوج کا مدینہ کے اندر نہایا اسے جلا وطنی کی آزادی دینا یقیناً بہت بڑے خطرے کا موجب ہو گا جو بر لحظہ اسلام کی نئی حکومت کی سلامتی کے لیے خوف کا باعث ہو گا اور یہ وہ حکومت تھی جس کے آدمیوں سے یہودیوں نے نیکی عدل اور وفاداری کے سوا کچھ نہیں دیکھا تھا۔

ان یہودیوں کے ساتھ بار بار کے عملی تجربات نے بتا دیا تھا کہ وہ مدینہ کی حکومت کو پکھلنے اور اسلامی وجود کو بنیاد سے گرنے کے لیے پوری تیاری کے ساتھ کسی موقع کی تلاش میں ہیں۔ اور یہ ذلیل سے ذلیل حربہ اختیار کرنے کے لیے آمادہ ہیں جیسا کہ ان کے

بھائیوں بنو نضیر نے کیا تھا جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت اختیار کرنے کے بعد قتل ہونے سے بچا دیا تھا اور پھر انہیں مدینہ سے جلا وطن ہونے کی اجازت دے دی تھی کہ وہ جہاں چاہیں چلے جائیں پس جب بنی نضیر کو موقع ملا تو انہوں نے تنظیم کے قیام میں زرا تردد نہ کیا یہ مدینہ کی تاریخ کا سب سے خطرناک جنگ تھی کیونکہ ان یہودیوں کے لیڈروں نے کوششیں کیں اور مسلمانوں کے خلاف طاقتور ترین عرب بت پرست جنگجو قبائل کو جمع کرنے کے لئے اچھے اموال اور اثرو رسوخ سے کام لیا اور ان سے انہوں نے یہ عظیم فوج تیار کی جس کی تعداد بارہ ہزار سنان بازوں سے زیادہ تھی اور یہ اس فوج کے ہرول میں مسلمانوں کو کچلنے اور دھوا سلائی کی بنیادوں سے گرانے کے لئے آئے۔

بلکہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے خود بھی یہی کچھ کیا انہوں نے بنی نضیر کے ساتھ مل کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی پھر آپ نے انہیں بخاص طور پر قتل جلا وطنی اور اموال کی لوٹ کھسوٹ سے بچا لیا (جیسا کہ صحیح بخاری سے ثابت ہے)

پس بنی قریظہ کے ان یہودیوں کو ————— حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر احسان تھا اور آپ نے بنی نضیر کے ساتھ جنگ میں ان کی خراکت ثابت ہو جانے کے بعد انہیں خاص طور پر قتل و جلا وطنی اور مالی لوٹ کھسوٹ سے بچایا تھا جب موقع ملا تو انہوں نے اس بڑے کام پر جرات کرنے میں پس و پیش نہیں کی یعنی مسلمانوں سے عہد شکنی کرنے اور اطوار کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش سے اجتناب نہیں کیا۔

پس بنی قریظہ کے تقریباً آٹھ سو جانبازوں کے قتل کی کاروائی، ایسی کاروائی ہے جو قوم کی معلوت کے تقاضہ کے مطابق ہے اور حکومت اور قوم کی سلامتی کے لئے ضروری عمل ہے اور اس علاقے میں یہود آباد ہیں اس کا قانون بھی اسے تسلیم کرتا ہے۔

جب ہم قصص کی اس عادیہ کاروائی کا حصے کے ذریعے
ایسرو شیماکے باشندے اور بنو قریظہ | مسلمانوں نے بنی قریظہ کے تقریباً آٹھ سو خدا رنجی

لے بنی نضیر کے محارمہ کی تفصیل اس کتاب کے شروع میں دیکھئے

جانبازوں کو قتل کیا، موازنہ کرتے ہیں جب ہم اس کاروائی کا ہے اسلام کے متعلق مومہم مطاعن پر بحث کرنے والے براہمجھے ہیں، موازنہ کرتے ہیں جب ہم اس کاروائی کا موازنہ ان لوگوں کے جرائم سے کرتے ہیں جو باہیں چھاڑ چھاڑ کر بنی قریظہ کی تباہی کی کاروائی کو وحیانہ قرار دیتے ہیں جو بیسیوں صدی کی تہذیب والعمات اور حقوق انسانی کے ذکر کو فخر سے بیان کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے تباہی کی جو ایک ہی کاروائی کی ہے اس کے مقابلہ میں بنی قریظہ کی تباہی کی کاروائی ایسی چیز ہے جو ذکر کرنے کے قابل ہی نہیں ہے ہم نے کتنی بار سنا اور دیکھا ہے کہ ہمارے ہمارے میں اور دنیا بھی دیکھتی اور سنتی ہے کہ ہند اور متحدہ لوگ کس طرح ان لاکھوں عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں جنہوں نے ایک دن بھی ان سے جنگ نہیں کی اور قانون اور ملک حکومت کا سلامتی کے ناک پر ان کی جڑ کاٹ دیتے ہیں۔

پہلے آٹھ سو جانبازوں (جو غدار، جنگ باز، عہد شکن اور دھوکہ باز تھے) کو قصاص کے طور پر جو قتل کی سزا ہوئی اس کو باون ہزار لوگوں سے کیا نسبت ہے جو نہ جنگ باز تھے نہ غدار تھے اور نہ عہد شکن تھے انہیں اور ان کے تمدن کو عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سمیت حکومت کے ہوائی جہاز کے ذریعے ایک ایٹم بم گرا کر (پہلے سے تیار شدہ منصوبے کے مطابق) صفحہ ہستی سے ناپید کر دیا گیا اور آج تک کہا جاتا ہے کہ وہ حکومت آزادلیں کی بانی اور انسانیت کے دفاع کا قلع ہے اور وہ حکومت ریاستہائے متحدہ امریکہ کی ہے جس کے جہاز نے دوسری عالمگیر جنگ کے آخر میں ہیروشیما کے شہر پر ایٹم گرایا تھا یہ جاپانی شہر جنگ سے الگ تھلک اور براہمن تھا اس طرح کا ایک بم ناگاساکی پر بھی گرایا گیا یہ شہر بھی جنگ سے الگ تھلک تھا جس نے جنگ سے الگ تھلک رہنے والے لاکھوں بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بچے بگاڑ کر رکھ دیئے۔

ہاں ان آٹھ سو یہودیوں کو جو صریح غدار اور گھناؤنی عہد شکنی کے جرم میں نیپل کے بعد قتل کئے گئے ان لاکھوں عورتوں، بوڑھوں اور بچوں سے کیا نسبت ہے جو جنگ سے الگ تھلک تھے اور انہوں نے کسی گناہ کا ارتکاب بھی نہیں کیا تھا۔؟

اسلام کے علاوہ تعصب رکھنے والے اور ہر روز اعتراض کر کے اس کی شان کر گرانے

ملے محققین شرمندہ ہوں۔۔۔ وہ اور ان کے اسلام کی طرف منسوب ہونے والے چورس اور انسانیت کے نگاہ خلیہ یہودیوں کے متعلق نافذ ہونے والے حکم پر نکتہ چینی کوئی لے شرمندہ نہ ہوں۔ وہ اور ان کے اسلام کا محاسبہ کرنے والے چورسے جو باپچیں پھاڑ پھاڑ کر آٹھ سو غلام یہودیوں کے متعلق صادر ہونے والے حکم پر اعتراض کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ وحشیانہ حکم تھا۔ جو مہذب بیسویں صدی کی روح کے مطابق نہیں ہے۔ شرمندہ نہ ہوں۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان لیڈروں (یو بیو سیو صدی کے تہذیب کے سرخیل سمجھے جاتے ہیں) نے ارادۃً ایک منصوبے کے تحت لاکھوں غیر محارب بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو میت نابود کر دیا

بیسویں صدی کی تہذیب کی خرافات | بیسویں صدی کی یہ کون سی تہذیب ہے جس کی بلندی پر یہ متعصب لوگ ان کے

چورسے فرم کرتے ہیں اور اسے عدل و رحم اور تہذیب کا پیمانہ قرار دیتے ہیں اور اس کے معیار کے مطابق بنی قریظہ کے یہودیوں کے متعلق صادر ہوئے والے حکم کو قساوت، وحشیانہ پن اور ذلت قرار دیتے ہیں کیا یہ وہی تہذیب ہے (جیسا کہ ہم نے اور دنیا نے دیکھا) جس کی ٹیٹل حامیوں اور خادموں نے خود اس بات کی اجازت دی کہ خوفناک وحشیانہ ہتھیاروں سے جنگ سے الگ رہنے والوں لاکھوں عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو صفحہ ہستی سے ناپید کر دیا جائے؟ کیا یہ وہ تہذیب ہے جس کے حامیوں اور خادموں نے اپنے پائلٹوں کو دوسری جنگ عالمگیر میں اجازت دی کہ وہ ایک رات میں جنگ سے الگ رہنے والے چالیس ہزار شہریوں کو خیموں تلے قتل کر دیں؟

کیا یہی بیسویں صدی کی تہذیب ہے جسے اسلام کا محاسبہ کرنے والے طوطے منہ پھاڑ

طہ جب یس ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء میں مغربی جرمنی کو دیکھنے کے لیے گیا تو اس نے برگ لاشر بھی دیکھا۔ اور جب ہم اس شہر کے شہر محلہ میں گھوم رہے تھے تو ہمیں ہمارے ہمنامے کہا کہ اس شہر کے چالیس ہزار آدمیوں کو ایک رات میں فضائی حملوں سے قتل کر دیا گیا تھا۔ جو طیفوں کے طیاروں نے بغیر کسی خبر کے برگ لاشر پر پکے قحطے اور اس قسم کے وحشیانہ اعمال کا ارتکاب ان لوگوں نے کیا ہے جو بیسویں صدی کی غزوہ تہذیب کا منہ پھاڑ ٹھنڈا دھندہ دہشتے ہیں۔

پھاڑ کر بیان کرتے ہیں۔ اور اسے انسانیت، تہذیب اور حقوق انسانی کا اعلیٰ نمونہ اور مزید
اول قرار دیتے ہیں اور یہ دلیل دیتے ہیں کہ بنی قریظہ کے آٹھ سو عائد جاننا زوں کو قتل کرنا اس
تہذیب کی روح کے منافی ہے۔

کیا یہی بیسویں صدی کی تہذیب ہے جو ایک سفید آدمی کے دو ڈالر چرانے پر ایک زندگی
آدمی کے خون کو قانونی طور پر مباح قرار دیتی ہے اور اس پر قتل کا حکم لگا کر اس حکم کو نافذ بھی
کرتی ہے اور ایک دوسرے زندگی کو عدالت نے فقط اس امر پر موت کی سزا دی کہ اس نے
ایک سفید عورت کو گناہ کی ترغیب دی تھی اور کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا؟

کیا یہی وہ حلی شان تہذیب ہے جسے اسلام سے کینہ رکھنے والے اور اس کی طرف منسوب
ہونے والے بیوقوف، انسانیت اور رحم و عدل کا اعلیٰ پیمانہ قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے ترازو میں
تاریخ کے سب سے عظیم باس سے عادل اور سب سے رحیم انسان محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم کے کمال کو تولتے ہیں۔ اور بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بنی قریظہ کے یہودیوں کے متعلق
جو حکم نافذ کیا تھا وہ قسارت اور ذلت کا حامل تھا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ بیسویں صدی
کی تہذیبی روح کے منافات رکھتا ہے۔

بنی قریظہ کے یہودیوں کے اجتماعی طور پر قتل کرنے کے متعلق جو حکم نافذ ہوا ہم نے اس
کے متعلق شرعی نصوں سے احتجاج نہیں کیا اور مشرئین کے ساتھ طہری قوانین کے مفہوم کی حدود میں

لے تقریباً پانچ سال کی بات ہے کہ ریاستہائے مشرق اسی کی عدالت نے ایک لنگی (جس وین) کے قتل کا نندہ دیا اور ملائکہ
اعلان کے مطابق اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے ایک سفید عورت کے دو ڈالر چرانے تھے (ہمارے کتاب مراجع الباطل کے صفحہ ۱۸۷ کا مطالعہ کیجئے
لے وہ لوگ کہاں ہیں جو بنی قریظہ کے آٹھ سو جاننا زوں کے متعلق نافذ ہونے والے حکم کو اس دلیل کی بناء پر اعتراض کا نشانہ
بناتے ہیں کہ وہ انتقام اور دشمنانہ پن کا آئینہ دار ہے، ان ہند لوگوں کو رہبر (شیورل) جو نسلین میں ملیں حلوں کا
سالار تھا کا یہ فعل یاد نہیں رہا کہ اس نے نسلین میں تین ہزار سلاخ قیدیوں کو ان سینے کے بعد قتل کر دیا تھا۔ حالانکہ اس
نے ان کے خون کی حفاظت کا قلعی عہد کیا تھا۔ جیسا کہ جو شرفاٹ لوہن نے اپنی کتاب (حفظا رتہ العرب)
میں ثابت کیا ہے۔

مناقشہ کیسے نہیں وہ مقدس قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسلام پر ایمان نہیں رکھتے جو یہودیوں پر نافذ ہونے والے احکام کا مصدر و منبع ہے۔ پس اس حکم کے مقابل، آیات و احادیث سے نصوص شرعیہ کو پیش کر کے انہیں منوانے کی کوشش کرنا ایک بے فائدہ بات ہے۔

ان نصوص و اقوال سے ان کی حدود کے اندر اس شخص سے مناقشہ کیا جاتا ہے جو ان کے منبع پر ایمان لانا اور اپنے آپ کو ان کے ماننے اور ان سے فیصلہ لینے کا پابند سمجھتا ہے۔ اور یہ دشمنان اسلام اور ان کے چہرے اُن لوگوں میں سے ہیں جو ان کے وضعی قوانین و اصول کے پابند ہیں اور یہودیوں کے متعلق صادر ہونے والے حکم پر اعتراض کرنے سے ان کا مقصد اسلام کی روشن شریعت کے اصولوں پر عجیب گہری کرنا ہے۔ اس لیے ان کے خیالات و اعتراضات کا بطلان ان کے قانون اور منطق کی حدود میں لازم آتا ہے۔

بنی قریظہ کی شریعت میں ان کا حکم | اس جگہ پر ایک اہم بات کا ذکر کرنا بھی مناسبیت کے لحاظ سے ضروری ہے اور وہ یہ کہ حضرت سعد بن معاذؓ نے بنی قریظہ کے متعلق جو حکم صادر کیا اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے تسلیم کیا۔ اور اس کی تنفیذ کے لیے تیار ہو گئے وہ تمام و کمال خود یہودیوں کی شریعت و نورات کے مطابق ہے۔

ان کی مقدس کتاب کے صحیفہ استثناء باب ۲۰ میں ہے کہ ان پر لازم ہے کہ جب وہ دشمن پر فتح پالیں تو اس کے تمام مردوں کو قتل کر دیں اور ان کی عورتوں، بچوں اور تمام جائیداد پر قبضہ کر لیں۔

اور استثناء کے بیویں باب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تجھ سے کوئی بستی صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو تو اس کا محاصرہ کر لے اور جب میرا رب اُسے تیرے قبضہ میں دیدے تو تو اس کے تمام مردوں کو تہ تیغ کر دے اور اس شہر کی تمام عورتیں بچے چھوڑ دے اور ہر چیز جو شہر میں موجود ہے غنیمت ہے تو انہیں اپنے لیے غنیمت بنائے اور اپنے دشمنوں کی اس غنیمت کو کھا جسے تیرا رب تجھے دیتا ہے یہ

حاصل ہو جاتا تو یہ کتاب مقدس کے صریح حکم کے مطابق جو استثنائوں میں بیان ہوا ہے ان کے جاننا نہ
کے قتل کرنے اور انکی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے اور ان کی تمام جائیداد پر قبضہ کرنے میں
ایک لحاظ بھی فرو نہ کرتے، اس لحاظ سے مسلمانوں نے یہودیوں کو وہی سزا دی ہے جو یہودی
مسلمانوں کو، اگر وہ ان کے ہاتھ آجاتے ہیں کی نیت کیے ہوئے تھے۔

پس یہودیوں پر جو حکم لگایا گیا وہ تمام مکالمات کی شریعت کے مطابق ہے۔ اور پوری
جزا ہے۔ اس لیے عربی، و جہلی اور قانونی نقطہ نظر سے) بنی قریظہ کے یہودیوں کے متعلق عداوت
نافذ ہونے والے حکم کے متعلق تنقید کرنے کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ اس کے علاوہ ہم نے جو
دلائل دیے ہیں وہ جہل کو قبول نہیں کرتے، ہم اس حکم پر اعتراض کرنے والوں اور اُسے بڑبڑاتے
والوں سے کہتے ہیں کہ تم اس حکم کو سخت اور تباہ کن کہتے ہو۔ پس اگر تم میں سے کوئی آدمی کسی
نمائے میں فوجی نقطہ نگاہ سے اپنی قوم کی سلامتی کا ذمہ دار ہو۔ اور اُسے اس کی فوج اور قوم
کو وہی خطرہ پیش آجائے جو ان حالات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی قریظہ کے یہودیوں کی
غذاری اور مسلمانوں پر حملہ کرنے سے پیش آیا تھا اس غذاری اور حملے نے مدنی فوج کو جس
کا معاہدہ کے مطابق یہودی بھی ایک حصہ تھے) اپنی عسکری تاریخ کی خطرناک دلدل میں پھینکا
دیا تھا یہ فوج بنی قریظہ کا غذاری کے باعث اس حد تک خطرہ کے قریب پہنچ گیا کہ اگر عداوت الہی
موجود طور پر مسلمانوں کو نہ پہچانی تو مسلمان تباہی کے دہانے پر کھڑے تھے۔

ہاں ہم ان معتزین سے پوچھتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی شخص سلاار جنگ ہوا اور اسے اور
اس کی فوج قوم اور ملک کو وہی صورت حال پیش آجائے جو بنی قریظہ کے یہودیوں سے سلاار
بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئی تھی تو اس کے لئے یہی چارہ کار ہو گا کہ وہ کم از کم انہیں وہی سزا
دے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غدار اور عہد شکن یہودیوں کو دی تھی۔

بنی قریظہ کے متعلق حکم صادر کرنے والے قاضی سعد بن معاذ کے دفاع
میں مجھے ایک تحقیق نے حیران کر دیا جسے ایک فاضل مسلمان رائٹر

عبداللہ بنی نے لکھا ہے جس میں اس نے مستشرقین کے خیالات کو جھٹھلا دیا ہے اور اسلام
کی طرہ منسوب ہونے والے ان قانون والوں کو ملامت کی ہے مستشرقین کے

سے متاثر ہوئے ہیں۔ حکم مکرر سے شائع ہونے والے مشہور رسالہ ”الحج“ نے اپنی اٹھارویں جلد کے بارہویں شمارے میں اس لائٹ کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے ”سعد بن معاذ کا انصاف“ اس مضمون کی اہمیت کے پیش نظر، ہم قارئین کی خدمت میں چند اہم پوائنٹس پیش کرتے ہیں جو ہماری اس تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں۔

استاد البیہقی کہتا ہے کہ یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ غالی مستشرقین اس کے سرواہ سعد بن معاذ بنی قریظہ کے استیصال کے متعلق عادلانہ حکم صادر کرنے کی وجہ سے نکوش کریں۔ جب کہ انہوں نے اند اور اس کے رسولؐ سے خیانت اور مسلمانوں کے متعلق سازش کی تھی۔ اور انہوں نے معاہدات کو توڑ کر اور اپنے اندرونی کینوں کا اظہار کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے قریش سے حلیفانہ تعلقات قائم کر بیٹھے تھے۔

اور اس روز اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اور کافروں کو ان کے غیظ و سبوت واپس کر دیا اور انہیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوئی اور قصاص کا وقت آگیا۔ پس انہوں نے سعد بن معاذ کو حاکم مان لیا۔ اور انہوں نے ان کو ان کی نافرمانی اور غلامی کی بڑی عادلانہ سزا دی۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ غالی مستشرقین کسی ظالمانہ غرض اور بیاد خواہش کے پیش نظر اس بات کے پیچھے چڑ جائیں۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ ہمارے بعض عقلمند مسلمانوں میں سے بڑے بڑے قانون دان ان کی باتوں کو سن کر سعد بن معاذ کے حکم میں بڑی بڑی غلطیاں دیکھتے ہیں۔

مجھے معلوم نہیں کہ وہ یہ بات کیسے کہتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے موجودہ قوانین کو ابھی طرح پڑھا ہے اور وہ انہیں بنی قریظہ کے قضیہ پر منطبق کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ بیسویں صدی کے قوانین سعد بن معاذ کے حکم سے کوئی اختلاف نہیں رکھتے۔

پھر استاد البیہقی کہتا ہے لیکن غرض منہ مستشرقین کے اقوال نے ہمارے ذہنوں کی عقلوں کو دھوکہ دیا ہے۔ پس جو کچھ انہیں یاد ہے اُسے وہ بھول گئے ہیں۔ اور جو کچھ جانتے ہیں اس سے نا آشنا ہو گئے ہیں۔

پھر استاد البیرونی ان اعتراضات پر حملہ کرتا ہے۔ اور مصری وضعی قوانین کے ساتھ سعد بن معاذ کے حکم کا موازنہ کر کے ان کا بطلان ثابت کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم اس جنگ مجبوراً ان لوگوں سے مخاطب ہو رہے ہیں جنہیں قانون دلتی نے یہاں تک پہنچا دیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو قریظہ کے یہودیوں کے درمیان ایک معاہدہ تھا جو فریقین کے حقوق کی حفاظت کرتا تھا اور اس کا تقاضا یہ تھا کہ ہر فریق دوسرے فریق کی اس وقت مدد کرے جب اسے جنگ کے خطرے کا سامنا ہو لیکن یہودیوں نے سازش کی اور آپ کے دشمنوں سے مل گئے اور آپ کو مدینہ میں چکی کے دو پاٹوں میں ڈال دیا آپ ایک جانب سے اپنے مشرک دشمنوں کی اور دوسری جانب سے مشکل وقت میں اپنے حلیف یہودیوں کی ریادتی کی آگ میں بلا رہے تھے۔

پس انہوں نے اس قبیح عہد شکنی سے تین جرائم کا ارتکاب کیا
اول۔ غیر ملکی حملہ آور سے مل کر مدینہ کی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔

دوم۔ مسلمانوں کے خلاف دشمن کے پاس جاسوسی کی۔

سوم۔ ملک میں دشمن کو داخل ہونے کے لئے سہولتیں فراہم کیں۔

پھر استاد البیرونی ان تین جرائم کے ارتکاب پر یہودیوں پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مصری قانون سزا جو سعد پر نکتہ چینی کرنے والے قانون دان حضرات کے لئے قریب ترین قانون ہے وہ بھی ان تینوں جرائم میں سے (جن کا ارتکاب ان یہودیوں نے کیا تھا) ہر ایک جرم پر موت کی سزا دیتا ہے اور اس کی صراحت ہے، عہد شکنی، عہد شکنی میں پالی جاتی ہے اور بالترتیب اس کی عبارت ہے (شوق عہد) براں مصری کو جو مصر کے خلاف ہتھیار اٹھائے گا یا مصر سے جنگ کرنے والی حکومت کی مسلح افواج سے مل جائیگا قتل کی سزا دی جائے گی۔

شوق عہد ہر وہ شخص جو غیر ملکی حکومت کے پاس یا اس کے کسی مامور آدمی کے پاس یا ان

ملہ اب تک مصری جو قانون رائج ہے وہ غیر ملکی، فرانسیسی، امریکی، لٹوی، اطالوی اور انگریزی

قوانین کا ملغوبہ ہے اور یہ قانون کسی بھی جہت سے اسلامی قانون پر اعتماد نہیں کرتا شہر مصری استاد

محمد انزال کی کتاب "حقیقۃ القومیۃ العربیہ" کا مطالعہ کیجیے

کی معلومت کے لئے کام کرنے والے شخص کے پاس جاسوسی کرے گا یا اس حکومت یا اس آدمی کو معرکے خوف اس کی دشمنی کے ارادے سے خبریں دے گا یا اسے مصر پر قبضہ کرنے میں مدد دے گا اسے موت کی سزا دی جائے گی خواہ اس کی غرض پوری ہو یا نہ ہو۔

مشفق علیہ ہر اس شخص کو موت کی سزا دی جائے گی جو ملک میں داخل ہونے کے لئے دشمن کو سہولت فراہم کرے گا یا ملک کے دفاع میں استعمال ہونے والی چیزیں کشتیاں اور ہوائی جہازوں کے پردے گائیڈے وغیرہ دے گا یا فوجوں کو اس کے ساتھ شامل ہونے کا ترغیب دے گا یا فتنے کو ہوا دے گا اور افواہیں پھیلانے کا وغیرہ وغیرہ بنی قریظہ کے پیروؤں پر نازل ہونے والی سزا کو بیسویں صدی کی تہذیب کے نقطہ نظر سے عادلانہ ثابت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ بیسویں صدی کا قانون واضح کرتا ہے کہ بنی قریظہ نے جن جرائم کا ارتکاب کیا تھا اس میں سے ہر ایک کی سزا قتل ہے۔

ہم حضرت سعد کی ہیرت کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے وقت ان کی غلامی کو باقتضیٰ پیش کریں گے تاکہ انصاف پسند قارئین کو معلوم ہو جائے کہ دشمنان اسلام نے اس حکم کو سنگدل مہم شکنی اور وحشیانہ قرار دے کر ان پر کس قدر ظلم کیا ہے اور ہمارے قانون دان حضرات نے یہ خیال کر کے کہ آپ کا فیصلہ بیسویں صدی کے احکام سے موافقت نہیں رکھتا کس قدر انصاف کے راستے سے پہلوتی کی ہے نیز وہ اس قبیضہ کی اطراف کا احاطہ نہیں کر سکے تاکہ انہیں اپنی زیادتی نظر آجائی۔

حضرت سعد صحیح معنوں میں ایک بہادر اور سچے مسلمان تھے ان غلاموں نے اپنی گنہگار غلامی سے انہیں غصہ دلایا اور انہوں نے کسی عہد کا پاس نہ کیا اور سعد نے اپنی قوم اہل کے ساتھ آغاز کار میں ان سے استدعا کی کہ وہ اپنی رسوا کن غلامی سے رجوع کر لیں پس انہوں نے کسی معاہدے میں اللہ تعالیٰ کا خیال نہ کیا یہاں تک کہ حیرت مندی ہو گئی اور وہ اپنے قلعوں میں سرچھپا کر دیکھنے لگے کہ واقعات سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

لے تاکہ اسی قرین کے معاملے سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک غلام باشندوں کو ان سزائوں کے دینے پر متفق ہیں۔

اور یہ ایک قدرتی بات ہے کہ مسلمانوں نے ان غلاموں کو سخت سزا دینے میں جلدی کی انہوں نے فوراً جاکر ان کے گھلوں میں پندرہ راتوں تک ان کا محاصرہ کر لیا جس نے ان کی پسلیوں میں خلیق و حیرت کی آگ بجھ دیا وہی اور وہ بڑے قبیحہ کی طرح سلا وطنی کے لئے شرائط پیش کرنے گئے اور لعید کرنے گئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان شرائط کو پذیرائی بخشیں گے اور ان کی نظریں لپٹنے اسی حلیفوں کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی سفارش کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی نفیات سے واقف تھے اور آپ ہر چیز کو اس کے نکل پر رکھتے تھے آپ نے سعد بن معاذ کو جو نبی قرینہ کے حلیف تھے منتخب کیا تاکہ آپ قاطع حاکم بن کر فیصلہ کریں اور دونوں فریق آپ کی رائے کو قبول کر لیں۔

اور سعد نے بھی اس موقف کا اندازہ اس شخص کی طرح کیا جس نے اس کی مصلکات اور مصائب کو دیکھا ہو اور اس پھیلے ہوئے خوف کو بھی محسوس کیا جو ان کی نظر آ رہا تھا اگر عنایت الہی ہو ان چلائی تو قریب تھا کہ وہ خوف نومن گروہ کو کھل دیتا۔

اور سعد کے ساتھیوں نے بھی ارادہ کیا کہ اس کے سامنے اپنے حلیفوں سے اعمان کرنے کو خوبصورت کر کے دکھائیں اور اسے بچانے اور چھوڑنے کی طرف مائل کر دیں اس وقت اس نے کیا کیا؟

سعد نے فیصلہ دیا کہ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور اموال کو تقسیم کر دیا جائے اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلے کو نافذ کرنے کا حکم دے دیا۔

اور یہودی بدترین غداری کے بدترین انجام سے دوچار ہوئے جو انہوں نے صلح پسند معاہدہ سے کی تھی جس کے حلیف اس سے امن میں تھے پس اس کے مضبوط مامن سے

لے لے بلکہ ہر امن پسند باشندہ ان یہودیوں سے جو ان دنوں اس ملک اور اس قوم کا حصہ تھے جس سے انہوں نے غداری کی تھی سعد کا منتظر تھا کہ یہودی فریقین کے باہمی معاہدہ کے مطابق مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم تھے جیسے کہ ہم چاہے اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔

خوف نے انہیں نکالیا۔

پھر اسٹاف البیومی کہتا ہے کہ اس سزا کی سختی، عدل و انصاف کے بغیر اسلام
اسلام پر افتراء پر افتراء کرنے کے باعث نبی، مسلمانوں نے نبی قرظیہ کا خاتمہ کر کے
اللہ پر ظلم نہیں کیا کیونکہ ان پر عظیم غداری کا اتہام تھا اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اس
غداری کا ارتکاب کیا تھا جس کے دلائل واضح اور متجسس بڑے گراں بار ہیں اور اس خطرناک غداری
کی سزا تمام قوانین میں جلد قتل کر دینا ہے۔

یہودیوں کے تینوں قبائل کا مولیٰ نہ تھا اور نہ ہی یہودی جنگی قیدی تھے کہ ان پر رحم کیا
جاتا بلکہ وہ بدترین دشمن تھے کیونکہ وہ ان لوگوں کے متعلق منسوبے بناتے تھے جو انہیں امن
دیتے تھے اور انہیں ہم وطن ہمارے کے حقوق اور عہد کی ذمہ داری کا احساس دلاتے تھے،
اس جگہ ان کا موقف نبی قتیقاع اور نبی نغیر کے موقف سے واضح اختلاف رکھتا ہے۔
پس پہلوں نے اپنے منہ سے نغیر کا اظہار کیا اور شکوک و شبہات کو پھیلایا اور ان کے
خیال میں تنگدلانہ پروپیگنڈہ وہ ہتھیار ہے جو کند نہیں ہوتا۔

اور دوسروں (بنو نغیر) نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی اور بعض
منافقین کے ساتھ جنگ کی شرط پر نغیر اس کے کہ انہیں آپ کی تعظیم کا موقع ملا، حلیہ و تعلقات
پیدا کر دیے۔ یہ اور وہ ان لوگوں سے کم مصیبت تھے۔ جنہوں نے تم کو میری سونت میں اور دشمن کی
صفوں میں جا کھڑے ہوئے۔ اور ان دونوں میں گھبراہٹ ڈال دیا کہ انہیں ہر طرف سے خوف گھیرے
ہوئے تھا۔ پس مدونہ پڑوں کو جن کے درمیان جھکاؤ برابر قرار دینا ایسی بات ہے جسے انصاف
قبول نہیں کرتا۔ بنو قتیقاع اور بنو نغیر مدینہ سے جلا وطن ہو گئے۔ اور وہ فتنہ و اضطراب کو ہوا
مینے والے اور مسلمانوں کے لیے تنگی پیدا کرنے والے تھے۔ ان لوگوں نے ہی احزاب کو مرتب
کیا اور اختلاف کے دور کے لیے قبائل کو مشرکین کے ساتھ اکٹھا کیا۔ پس انہوں نے خوفناک
سازش سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھدکن و دس دیا۔ حمان کے خاتمہ کو حتمی بنا دیتا ہے اور ان کے
اثر و وصول نے ہر مین گاہ سے چھپا کیا تاکہ اس شعلہ کو بجھا دیا جائے جو اس کے چلنے کے ساتھ پھیل

جانتا ہے اور استاد محمد رجب البیہقی بنی قریظہ کے متعلق نافذ ہونے والے حکم کو اپنے اس دفاع پر متمسک رہتا ہے کہ بنی قریظہ کے متعلق ابتدائی تحقیق مکمل ہوئی اور اس کے قطعی نتائج غیر میں نمایاں ہوئے۔ جہاں یہودیوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے غرناک رزہ آئے۔

ڈاکٹر محمد علی کا دفاع | بن لوگوں نے دشمنانہ ہیں اور قسارت کے شبہ سے تعرض کیا ہے جسے دشمنان اسلام اعلان کے چورسہ بنی قریظہ کے متعلق مصادر

ہونے والے حکم سے نتھی کرتے ہیں۔ ان میں مولانا محمد علی بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب (حیات محمد رسالت) میں اس موضوع پر منطقی تجزیہ سے سیر حاصل بحث کی ہے اور اختصار کے ساتھ ان تمام اعتراضات کو رد کر دیا ہے جو اس قطعی حکم کے متعلق کیے جاتے ہیں

وہ اپنی کتاب میں اپنی قریضہ کے قتل کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے یہ ضروری ہے کہ ہم اس بات کو فراموش نہ کریں کہ اسلام اس وقت اپنی زندگی کے نہایت نازک مرحلہ سے گزر رہا تھا اور یہ سرکہ احد کے نکلنے کا بات ہے جب ہر جانب سے دشمنی متحد ہو گئی۔ اور انہوں نے اسلام پر فیصلہ کن ضرب لگانے کے لیے ہتھیار اٹھائے تھے۔ جو حملہ فاتح سے کیا جائے بلاشبہ وہ خطرناک ثابت ہوتا ہے لیکن وہ متوقع داخلی انتشار جس کا اندیشہ ہر گھڑی موجود اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ مشہور مثل ہے کہ۔

”پہلے سے کیا ہوا اشیاء پہلے سے کی ہوئی ہتھیار بندی کے برابر ہوتا ہے“

اور یہ بات خارجی حملے کی حالت میں ممکن ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کو وقت مل جاتا

ہے جس کے دوران وہ پوزیشن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کر لیتے ہیں۔ لیکن خود مدینہ میں غیر متوقع انتشار کا پیدا ہونا۔ خود اسلام کے دل پر قاتلانہ حملے کے مترادف ہے۔

بنی نفیرہ دشمنان اسلام کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اور جنگ احزاب میں

یعنی نفیرہ نے ہم کو مدد ادا کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے قریش کے گھرانوں کو ترغیب دی۔ اور معرہ میں برووں کے خیموں میں انہیں اسلام کے خلاف مجبور کانے کے لیے جکڑ لگائے

پھر مولانا محمد صلی بنو قریظہ کی عظیم غداروں کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

اور بنو قریظہ نے بھی یہی تاثر لیا۔ اور احزاب کی ترتیب تک ان کا بھی اسلام کے

خلاف، دوستانہ موقف ہی تھا یہ بھی اس پر پورے پگھلاؤ سے متاثر ہوئے۔

غزوہ شروع شروع میں بنو قریظہ نے اسلام کے خلاف شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن انہیں یقین دلایا گیا کہ مسلمان اس وقت بڑی طرح مالوس کن ہوزیشن میں ہیں جس کی موجودگی میں وہ دندہ نہیں رہ سکیں گے۔ اور کسی بھی حال میں اس کی طرف تبادلو کے سامنے ٹھہرنہ سکیں گے۔ جو ہر جانب سے اسلام کا خاتمہ کرنے کے لیے کھمبوں کی طرح اُگ آیا ہے۔

اور بنی قریظہ سے یہ بھی کہا گیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ وہ کہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ ملنا ہے یا احزاب کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ اس طرح بنی قریظہ دیگر اسلام دشمنان قبائل کے ساتھ انصاف کرنے پر رضامند ہو گئے۔ اور انہوں نے مسلمانوں سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا۔ اور احزاب کے حلیف بن گئے۔ اور ان سے یہ بھی وعدہ کیا گیا کہ وہ انہیں اگلے موسم، مگر احزاب میں مدد دیں گے۔ حق بات یہ ہے کہ اگرچہ نیا معاہدہ غفیہ طور پر طے ہوا اور اس کا کوئی حرف موجود نہیں۔ لیکن بنو قریظہ نے علی طور پر جنگ میں شرکت کی اور اسی کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے کہ: **وَالَّذِينَ الذِّينَ ظَاهَرَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ مِنْ قَلْبِهِمْ الرُّعُوبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا**

سایہ صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ جب بنی نضیر نے حضرت فخر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی تو بنی قریظہ کے یہودیوں نے اپنے بھائیوں بنی نضیر کے ساتھ مل کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی لیکن آپ نے دشمن حالات کی وجہ سے بنی قریظہ کو بھٹکی اجازت دیدی اور بنی نضیر کو جلا وطن کر دیا۔

یہ بات بنی قریظہ کے جرم کو انتہائی گھٹانا ناجا دیتا ہے۔ اکیسے کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے ہم وطنوں اور حلیفوں کی عظیم مصیبت میں کچھ تخفیف کرتے انہوں نے دشمن کے ساتھ مل کر ان پر حملہ کرنے میں جلدی کی اور یہ غداری اور عہد شکنی کا بدترین ریا رٹ ہے اس کے باوجود بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بنی قریظہ کے متعلق نافذ ہونے والا حکم دشمنانہ فطرت کا نتیجہ وار ہے اور یہودیوں کی تہذیب کی روح کے متعلق ہے۔

اور تاریخ طبعی مکرک میں ان کی شرکت کی شہادت وقتی سبھ جگہ انہوں نے مسلمانوں کی غزوات پر حملہ کرنے کے لیے منصوبہ بنایا۔ بنو قریظہ کی غزری میں ... غزری میں دوسری جانب جوڑکس خنجر جانبانہ مقابلہ پر آگئے جو اسلحہ کو کھینچنے کیلئے آتش زیر پا تھے۔ دونوں فوجیں بھی اندر سے مسلمانوں کو تکلیف جسم پہنچانے میں منہمک ہو گئے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی تکلیف میں از حد اضافہ ہو گیا۔

اور مکرک احزاب کے خاتمہ کے بعد سبھ سمجھا گیا کہ بنی قریظہ کو ایسی سزا دی جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔ اور وہ سزا مستقبل میں دوبارہ ایسی غزری کرنے کی راہ میں حائل ہو جائے۔

پھر مسلمانوں نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور انہوں نے حقوق سے سے مقابلہ کے بعد اطاعت اختیار کر لی اور بنو قریظہ نے خود ہی سعد بن مساذ کو (پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وہ ان کے حلیف تھے) چنانکہ وہ ان کے لیے وہ سزا مسترد کرے جس کے وہ مستحق ہیں۔ اور اگر وہ اپنا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرتے تو یقیناً غالب ہی ہے کہ آپ ان کے ساتھ وہی معاملہ کرتے جو آپ نے ان کے غزواتوں میں بنی قنیقاع اور بنی نضیر سے کیا تھا۔ اور آپ کی شایان شان بھی یہی تھا کہ بدترین حالات میں انہیں مدینہ سے جلا وطن کرنے کا حکم دیتے بلکہ مسکن مسعد بن کو اہولہ لے حکم پٹنا تھا۔ ان کی خطرناک غزری کو جو نہایت نازک وقت میں گئی تھی بڑی نفرت کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ آپ کی رائے یہ تھی کہ انہوں نے مسلمانوں کو جو عظیم تکلیف دی ہے وہ ایسی سزا کا تقاضا کرتی ہے جو ایک خونہ ہو۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مستقبل کے معاہدات کا احترام کمزور پڑ جائے گا۔ اور دونوں فریقوں میں سے جو چاہے گا معاہدے کی دستاویز کو ایک بے قیمت کاغذ کا ٹکڑا قرار دینے کا۔

آخر فیصلہ یہ ٹھہرا کہ ان کی سزا کسی حال میں بھی اس سزا سے کم نہیں ہوئی چاہیے جو ان کی مقدس کتاب (عہد قدیم) شکست خوردہ دشمن کو دیتی ہے اور اس بارے میں عہد قدیم کا بھی یہی فیصلہ ہے

اللہ ہم نے تاریخی معاد میں احزاب میں کی فوجوں کی تعداد اتنی نہیں دیکھی۔

تلا یہ توفیق کا عین ہے جس کی نادرنگی کو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قول نے ثابت کر دیا جو آپ نے صدر اسلام کے بعد سعد سے کہا تو نے ان کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر ہے

اس کے بعد مولانا محمد علی اس نص کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ان کی کتاب کے بیسویں باب میں ہے اور کہتے ہیں کہ اسی طرح سعد کا حکم بھی جو بنو قریظہ کے سرداروں کے قتل کرنے اور ان کی غارتوں اور بچوں کے قیدی بنانے اور ان کی جائیدادوں پر قبضہ کرنے کے متعلق ہے، شریعت موسوی کے مطابق ہے۔

بجائے سزا کیسے سخت ہو سکتی ہے۔ جبکہ خود یہودی اپنی مقدس کتاب کے مطابق مغلوب دشمنوں کو یہ سزا دیتے ہیں۔ بنو قریظہ نے جن حالات میں یہ قبیح غداری کی وہ اس لائق ہے کہ اس کی سزا کم نہ دی جائے۔ حتیٰ کہ اس تہذیب کے زمانے میں بھی قاضی انہوں نے خود چننا تھا اور حکم بھی ان کی مقدس شریعت کے مطابق ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ انہیں خطرناک حد تک کی غداری کی سزا دی گئی ہے۔

اس جگہ فاضل مؤلف بنی قریظہ کے متعلق حاد رہنے والے حکم پر توجہ دینی کرنے والوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کیا یہ بھی کوئی منطقیانہ بات ہے کہ اس وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کی جائے اس سزا کی سختی پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہی اعتراض شریعت موسوی پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ حقیقت میں اس شریعت پر یہ لاشعوری انتقاد ہے اور یہ تسلیم کرنا ہے کہ اکثر انسانوں کا قانون ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اور اس بارے میں اسلامی شریعت سے کیا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔ چاہیے کہ نہایت قوت کے ساتھ اس امر کی نقاب کشائی کی جائے کہ اسلام نے جس قانون کو پیش کیا ہے وہ کس قدر نرم اور رحیم ہے۔

شیخ غزالی کی گفتگو | استاذ محمد الغزالی اپنی کتاب (فقد السیۃ) میں بنی قریظہ کے قتل پر حاشیہ لکھتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ بلاشبہ یہ قتل ہے اور

یہ اس شخص کے حق میں بطور تاداب کے ہونا ہے جس کو اس نے اپنے بڑے سلوک سے تکلیف پہنچائی ہوئی ہے۔ اور ان جمیعت امادوں کی وجہ سے ہوتا ہے جن کی قسمت یادری نہیں کرتی اگر قسمت یادری کرتی تو وہ ارادے پورے ہو جاتے اور اگر وہ پورے ہو جاتے تو ہزاروں سالان

تمام اطراف سے ربط و تعلق رکھنے والے احزاب کے پاؤں تلے ہلاک ہو جاتے اور یہ یہودی ان کو انجمنت کر رہے تھے۔ اور انہیں مدد بھی دے رہے تھے اور بسا اوقات لیڈری کے طالبوں کی ہتھکنیں بھی، بنی قریظہ پر نازل ہونے والی مصیبت کا باعث بنی ہیں۔ اگرچی بنی اخطب اور اس کے ہجولی اسلام کی پناہ میں رہتے اور جو آسائشیں انہیں دی گئی تھیں ان میں زندگی بسر کرتے تو انہیں اور ان کی قوم کو اس خطرناک قصاص سے واسطہ نہ پڑتا۔

پھر اسناد غزالی اس ظاہری سبب کے متعلق گفتگو کرتا ہے جو ہمیشہ سے ہر دور اور ہر زمانے میں موجود ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ قومیں فقط وہی ہوتی ہیں جو اپنے ہوس پرست لیڈروں کی جنگوں کی مشقت کے ساتھ قیمت ادا کرتی ہیں جنہیں غلبہ پانے اور حکم چلانے کا مرض لاحق ہو جاتا ہے، وہ کہتا ہے... لیکن قومیں اپنے لیڈروں کی غلطیوں کی وجہ سے اپنے خون کی رائیقتہ قیمت ادا کرتی ہیں۔ اور ہمارے اسی موجودہ زمانے میں روس اور جرمن نے جو کہ خورد و لیڈروں کی خود غرضی کے باعث بڑی قیمت ادا کی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم ان لیڈروں پر ان کے مظالم اور لالچوں کو آشکار کرتا ہے۔ جو ان سے پہلے حرم سے اٹھائے ہوئے تھے فرماتا ہے

اللہ تعالیٰ الذی یبذل العاقۃ اللہ کفراً و اعلواً قومہم و اس البیاد جہنم یعلو دھا و یش الفس اس

اے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے خون نہایت سستے بہائے جا رہے ہیں اس لئے نہیں کہ کسی جنگ سے ملک کو آزاد کروانا ہے یا کوئی وکیل اس پر قاضی ہو گیدہ بلکہ ان لیڈروں کی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے بیاچار ہا ہے جنہیں اپنے دوسرے بھائیوں پر غلبہ اور تسلط حاصل کرنے کی بیماری لاحق ہے یہی وجہ ہے کہ ایک عرب دوسرے عرب بھائی کو قتل کرتا ہے ان ہوس پرست لیڈروں کی ہوس کی قربان کیا ہو گئی لاکھ عرب قتل ہو چکے ہیں اور ان کا خون رائیگاں پلا گیدہ اس طرح ہیشہ ہی قومیں اپنے لیڈروں کے چھپے پن کا قیمت اپنے خون سے ادا کرتی ہیں یہ کہتے ہیں اس شخص پر کسی شدت سے منہدم کر دیا جائے جس نے اپنی بہترین فوج کے ہزاروں جوانوں کو (کاظم جنگلیا) مرنے کیے بھیجا اور وہ فوج اس طرح مری جیسے عالم باغی اور گدھا دھڑلے اور مسلمان کو قدر پر ہے انہم کی طرف نظر رہا ہے جب مسلمان تلے قتل کرتا ہے سلا لک وہ اپنی عزت اور ملت سے اس کے ظلم کو روک رہا ہوتا ہے

مغربی مصنفین جب بنی قریظہ کے متعلق ملو رہے ہوں تو اسے حکم انصاف پسند انگریز کی رائے کو سنگری اور وحشیانہ پن سے تعبیر کرتے ہیں تو حادہ انصاف و صواب سے ہٹ جاتے ہیں مگر ان مصنفین میں بھی ایسے انصاف پسند موجود ہیں جنہوں نے کج بات کہی ہے اور جذبات و خواہشات کی لہر میں انحراف سے کما نہیں لیا انہوں نے نہایت صفائی سے اس حکم میں وحشیانہ پن اور رذالت کے پائے جانے سے انکار کیا ہے ان میں سے ایک عظیم انگریزی مولف ڈاکٹر شگری واٹ ہے وہ اپنی کتاب "محمد بنی اور حکمران" کے صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے بعض یورپی مصنفین نے بنی قریظہ کے متعلق صادر ہونے والے حکم پر کٹہہ چینی کرتے ہوئے اسے رذالت قرار دیا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعض معاصرین بنی قریظہ سے متفق ہونے والے عواقب کا اندازہ دیکھنے کے باعث حیران ہو گئے ہیں..... مدینہ کے محاصرہ کے دوران اس قبیلہ کا فعل اس مضبوط معاہدے کا ٹوٹنے والا ہے جو اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کیا تھا پھر ڈاکٹر شگری بعض مشرکین کے ان باطل تاہمات کا رد کرتا ہے جو انہوں نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے ہیں اور کہتا ہے۔

اس فرض کا بھی کوئی سبب موجود نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کو مجبور کیا تھا کہ وہ بنی قریظہ کو یہ سزا دے سعد جیسے دور اندیش انسان نے یہ ضرر اور اک کر لیا تھا کہ قبائلی دوستی کا اسلام دوستی سے بڑھ جانے سے سب سے ان خوبیوں کو شروع کر دے گا جس سے ان کا مزاج کو بچانے کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے کہتے ہیں کہ جب سعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا حکم نافذ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے سعد کو بتایا کہ اب وقت آ گیا ہے اور سب سے پہلے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس واجب کو ادا کرے جو اس کے رب اور جماعت اسلامی، حتیٰ کہ قدیم حلیفوں کے متعلق وارد ہو رہا ہے پھر انگریز معتمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حکمت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو یہودیوں کے حلیف سعد بن معاذ کے حکم نقب کرنے میں تھی اور اس سے استدلال کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے دشمن و کیش کا جو تاہم لگاتے ہیں وہ اس سے کہیں دور تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے سعد کی تعیین کا مقصد آمرانہ اختیارات کے پیچھے چھپنا تھا اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس کے مالک تھے بلکہ آپ نے نہایت عقلمندانہ طریق سے ایک سخت مشکل کو حل کرنے کی کوشش تھی۔

پھر ڈاکٹر منظمی تاکید کے ساتھ کہتا ہے کہ بنی قریظہ کے متعلق جو حکم نافذ کیا گیا وہ اس لئے نہیں نافذ کیا گیا کہ وہ یہودی تھے بلکہ وہ غدار تھے جنہوں نے عظیم غداری کا ارتکاب کیا تھا وہ کہتا ہے کہ بنی قریظہ کے خاتمہ کے بعد مدینہ میں یہودیوں کا کوئی اہم قبیلہ باقی نہیں رہا ہاں کچھ چھوٹے چھوٹے گروہ تھے اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک دولت مند یہودی نے بنی قریظہ کی کچھ عورتوں اور بچوں کو خرید لیا تھا اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو یہودی مدینہ میں باقی رو گئے تھے وہ بہت محتاط تھے مگر پھر بھی وہ بعض دشمنانہ کارروائیوں سے باز نہیں رہے۔ حتیٰ کہ بعض اجتماعی کارروائیاں بھی کرتے رہے بلاخبر غزوہ خیبر میں ان کے جذبات اپنے یہودی بھائیوں کے ساتھ تھے۔

مدینہ میں کچھ یہودیوں کا مسلسل رہنا ممکن ہے بعض ان یورپین علماء کے نقطہ نظر کے خلاف ایک دلیل ہو جو کہتے ہیں کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال، مدینہ کے تباہ یہودیوں کے تباہ کرنے کی سیاست اختیار کی تھی اس وجہ سے کہ وہ یہودی ہیں اور یہ سیاست سختی میں بڑھتی گئی پھر ڈاکٹر منظمی کہتا ہے کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً اس قسم کی سیاست پر چلنے والے نہ تھے آپ معاصر مشکلات کی بنیادوں کو مستقبل نظر اور دیرپا سیاست کے نقطہ نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس کی روشنی میں عوامل کے مطابق اپنی سیاست کو اختیار کرتے تھے۔ اور یہودیوں کے حبسوں پر آپ کے حملے کا نسبت یہ کہنا کہ آپ کو مناسب موقع میسر آ گیا تھا ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ گہرے اسباب بھی ہیں..... یہودی اپنی طرف سے قرآنی وحی کے خلاف تنقیدات کر کے اسلامی معاشرے کو ہلانے کی کوشش کر رہے تھے نیز اپنی سیاسی تائید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں اور آپ سے دشمنی رکھنے والے منافقین کو دے رہے تھے اس کے باوجود محمد

صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بغیر کوئی تکلیف دیئے مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی

اسلام اور غلامی

اس باب میں ایک مسئلہ ایسا باقی رہ گیا ہے جس کی جڑیں نہایت گہری ہیں اس سے بحث و مناقشہ کرنا ضروری ہے اور وہ مسئلہ ہے بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے اور حواغیغہ میں انہیں مسلمان بنانے کے درمیان تقسیم کرنے کا،

و دشمنان اسلام عموماً اور بنی قریظہ کے متعلق خاص طور پر ہونے والے حکم پر اعتراض کرنے والے خصوصاً بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے اور ان کے غلام بنانے کو اسلام پر حملہ کرنے کا پلانٹ بناتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

یہ تعصبات بیسویں صدی کی روح اور حقوق انسانی کے مخالفت ہے جو اسلام کو ان رذیل نظاموں کی صفوں میں شامل کر دیتا ہے جو انسان کو اپنے بھائی انسان کو غلام بنانے کی اجازت دیتے ہیں۔

اور یہ وہ غیبت ترین شبہ اور تہمت ہے جسے اکثر ان کی اور صلیبی اور تمام وہ لوگ جو اسلام کی حکومت کے قیام سے خائف ہیں اپنے دشمنوں میں پھونکتے ہیں تاکہ اس دین کی صلاحیت کے بارے میں شک اور الحاد کے وساوس داخل کر دیں۔

اور ان وساوس کے نیچے میں بہت سے مسلم نوجوان حیرت و شک اور سوالات کا شکار ہو گئے ہیں کہ..... اسلام نے غلامی کو کیسے جائز قرار دیا ہے حالانکہ وہ بشریت کی آزادی

لے ہر نے اس کتاب کی فصل دوم میں بتایا ہے کہ کسی طرح حضرت بنی کویم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دین کی انگریزوں و بیرونی اور اسلامی معاشرے کو تباہ کرنے والی کوششوں کے مقابل علم و مہر اور راداری سے کاٹھنہ رہے آپ نے ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی اور نہ ہی انہیں کوئی تکلیف دی یہاں تک کہ انہوں نے طاقت و غریبی و بوجھ کو لے کر انہیں وکروش سے جلیبیں بھر کر انے کا نام شروع کر دیا۔

اور تمام انسانوں کے درمیان مساوات کے اعلان کے لئے آیا ہے۔

یہ سوال بعض مسلم نوجوان ہمیشہ دہراتے رہتے ہیں جو اس دین کے دشمنوں کے بعض وساوس سے متاثر ہیں ان جوانوں کو دشمن کلیہ کفر کے گڑھے میں دھکیلنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک حساس سوال ہے اور ہم اس جگہ موقع کی مناسبت سے اس کا تفصیل سے جواب دیں گے اور کم از کم ہم حیرت کے ان بادلوں کو پرالگ نہ کر دیں گے جو کبھی کبھی بعض موجودہ نوجوان دانشوروں کے دلوں سے لپٹ جاتے ہیں جو تشکیک و اتہام کے ان حملوں سے متاثر ہو جاتے ہیں جو اسلام دشمن لوگ اس دین پر کرتے ہیں خصوصاً غلامی کے مسئلہ پر۔

ہم ان سوالات اور اتہامات کا جواب (جو اسلام کے غلامی کے موقف کے متعلق) کتاب سنت کی نصوص سے استدلال کر کے نہیں دیں گے کیونکہ یہ دشمن اور اس دین کی طرف منسوب ہونے والے افراد جو ان کے وساوس سے متاثر ہیں اسے تسلیم نہیں کریں گے لہذا ہم ان کا جواب عقلی منطقی کے فیصلے کے مطابق دیں گے۔

۱۱۔ اسلام غلامی کے نظام کو جائز قرار دینے والا
اسلام نے غلامی کو جائز قرار نہیں دیا پہلا دین نہیں اس نے دشمن کے قیدیوں اور یوں
بچوں کو غلام بنانا ابتداءً جائز قرار نہیں دیا لیکن جب یہ دین آیا تو اس وقت غلامی ایک عالمی
نظام تھا جس پر فیکری استثناء کے تمام اقوام میں وسیع پیمانے پر عمل ہوتا تھا اور ان اقوام میں
کوئی اسے برا نہیں سمجھتا تھا اور ظہور اسلام سے قبل دنیا میں (جنگ کے علاوہ) غلامی کے بہت سے
معاشرے تھے خصوصاً رومی حکومتوں میں مثلاً

ا) رومی دور میں کاشتکار بھی زمین کے مالک کا ایک قسم کا غلام ہوتا تھا اور اسے اس کی
خرید و فروخت کی اجازت تھی۔

ب) ایرانیوں اور رومیوں وغیرہ کے نزدیک سیاہ رنگ ہونا بھی غلام بنانے کو جائز
قرار دیتا تھا ہر سیاہ فام ان کے نزدیک غلام تھا جس کی خرید و فروخت جائز تھی خواہ کسی طریق سے
ہو اور اس نظام پر امریکہ کے دونوں حصوں میں عمل ہوتا تھا جہاں سے غلاموں کے مغربی تاجر
ہجاس سال کے اندر تقریباً ۵۰ ملین سیاہ فام افریقیوں کو لوٹ کر لے گئے اور انہیں امریکی پانڈا

کا غلام بنا دیا اور وہ ابراہیم لنگن کے زمانے تک جس نے ان کی آزادی کا اعلان کیا تھا غلام رہے اور باوجود اس اعلان کہ وہ غلاموں کی پوزیشن میں ہی رہے کیونکہ انہیں وہ حقوق حاصل تھے جو سفید فاکوگوں کو حاصل تھے۔

(ج) یورپ اور دنیا کے بہت سے ممالک میں مقروض کو اس قرض کے مقابلہ میں جسے وہ ادا کرنے سے عاجز ہوتا غلام بنالیا جاتا اور قانون انہیں اس بات کی اجازت دیتا تھا۔

(د) بہت سی اقوام (خصوصاً مشرق اقصیٰ میں) میں ان کا نفاذ انہیں اپنے لوگوں اور حتیٰ کہ بیویوں تک کو فروخت کی اجازت دیتا تھا تاکہ وہ غلام دنیا میں شامل ہو جائیں۔

(ہم) اسی طرح ہندوؤں کے ہاں بھی ایک قسم کی غلامی تھی جو غلامی کی گھٹیا ترین قسم تھی، حرامزادوں کے متعلق ہندوؤں کا خیال تھا (حتیٰ کہ آج تک بھی ہے) کہ یہ ان کے ابدی غلام ہیں اور اس لئے پیدا ہوئے ہیں اور وہ موت تک غلامی سے نجات نہیں پاسکتے تھے اور ان کے نزدیک یہ دینی نظام ہے اور حرامزادوں کو تلقین کی جاتی تھی کہ وہ اسے ایک دینی اصول کے طور پر مانتیں اور اس سے خروج کرنا ان کے لئے جائز نہ تھا (و) علاوہ انہیں اس وقت دنیا میں غلام بنانے کا ایک بڑا سبب وہ جنگیں تھیں جن کے متعلق ظہور اسلام سے قبل کا عالمی نظام فیصلہ کرتا ہے کہ جنگ میں مغلوب ہونے والے اور ان کی عورتیں اور بچے غلام ہیں اور اس غنیمت کا حصہ ہیں جسے فاتح فوج حاصل کرتا تھا۔

۲۔ جب انسان کو انسان کی غلامی سے

اسلام ہر قسم کی غلامی کو لغو قرار دیتا ہے آزاد کرانا اور اس سے غلام کو دور کرنا، خواہ

وہ کسی نوع، رنگ، ادین یا جنس کا ہو اسلام کے اہم اہانت میں سے ہے تو اس نے غلامی کے سوتوں کو خشک کرنے میں جلدی کی اور تمام مصادر کو بند کرنے کا حکم دیا اور اس غلامی کا نفاذ الفاع کو لغو قرار دیا جسے عالمی نظام تسلیم کرتا اور مباح قرار دیتا تھا بس اسلام نے ان تمام انواع کو حرام قرار دیا اور ان پر عمل کرنے کو باطل قرار دیا اسلام نے اپنے پیروکاروں کو صرف ایک نوع کی غلامی کی اجازت دی ہے اور وہ ان عادلانہ اور قانونی جنگوں سے وجود میں آتی ہے جن میں مسلمان اپنے

دشمنوں کے خلاف حصہ لیتے ہیں تاکہ اسلام تمام اقسام کی غلامی کو باطل قرار دے جو اس سے پہلے (سوائے جنگی غلامی کے) دنیا میں رائج تھی۔ اس نے پوری وضاحت سے اعلان کیا کہ آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے (خواہ اس کا رنگ، دین اور قوم کوئی ہو) اور اسلام نے جس جنگی غلامی کو برقرار رکھا ہے یہ ایک عارضی بات ہے جو انسان کو آزادی کے بعد میدانوں میں پیش آجاتی ہے ورنہ اسلام کے نزدیک جنگ کا غلام بھی انسان ہے اور اُسے آدمیوں کے پورے حقوق حاصل ہیں۔“

اسلام نے جنگی غلامی کو کیوں جائز قرار دیا | اسلام نے جنگی غلامی کے نظام کو دہریہ انواع کی طرح لغو اور حرام کیوں نہیں قرار دیا۔ یہ وہ سوال ہے جو ہر اسلام پر اعتراض کرنے والے بار بار دہراتے ہیں اور اس سے اس دین کی طرف منسوب ہونے والے موجودہ دانشوروں کے دل میں دوسرے ڈالتے ہیں اور کبھی کبھی وہ ان دسائس سے متاثر بھی ہو جاتے ہیں اور انہیں خطیرۃ الاسلام سے دور کر دیتے ہیں۔ اس طرح یہ دسائس اس دین کی صلاحیت اور عدالت میں شک کا سبب بن جاتے ہیں.... اسلام نے جنگ سے پیدا ہونے والی غلامی کے نظام پر عمل کرنے کو کیوں لغو قرار نہیں دیا؟ -

لے اسلام کی نگاہ میں عادلانہ جنگ وہ ہے جس میں مسلمان اعلیٰ علیہ السلام کے جذبے اور ان لوگوں کو بہانے کے لئے شامل ہوں جو اس کا شامت میں قوت استعمال کرتے ہوں اس لئے مسلمان کفار سے کسی وقت تک جنگ نہیں کرتے جب تک انہیں تین باتوں میں سے ایک کا اختیار نہ دے سکیں۔ اسلام میں داخل ہونیکا (۲-جزیرہ دنیا جگہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا یہ اسلامی حکومت سے عداوت نہ کیلئے ہے جس کے اتباع صرف علیہ السلام کا شامت کے لئے ہی تھکتے ہیں۔ دس۔ جنگ کرنا اس جنگ پر صرف اس لئے موافقت کی جاتی ہے کہ دشمن اپنی قوم میں علیہ السلام کا شامت کو بڑھ قوت رو کئے کا ارادہ کر لیتے ہیں یہ اسوہ کی عادلانہ جنگ ہے اگر کفار کے خلاف جنگ اعلیٰ علیہ السلام کے لئے یا مسلمانوں پر ظلم کو روکنے کے لئے نہ ہو تو وہ فقط اموال حاصل کرنے کے لئے ہے یہ غیر عادلانہ جنگ ہے جسے اسلام تسلیم نہیں کرتا اس لئے جو کچھ حاصل ہو اس کا حکم جہاد میں سبیل اللہ سے حاصل ہونے والی چیز کا نہیں، کیا اسلام پر اعتراض کرنے والے اس بات کو سمجھیں گے؟

ہمارا جواب طبعاً جہلی، منطقی اور عقلی نقطہ نگاہ سے ہوگا۔۔۔ دینی نقطہ نگاہ سے نہیں ہوگا جو قرآن و حدیث کی نصوص پر اکتفا در رکھتا ہے۔ کیونکہ جو لوگ عادتاً اس قسم کے سوال کرتے ہیں وہ قرآن و حدیث پر ایمان نہیں رکھتے۔ اب جواب ملاحظہ ہو۔

۱۔ ہم بتا چکے ہیں کہ جب اسلام آیا تو غلامی کا ایک عالمی نظام موجود تھا۔ اور بغیر استثناء کے تمام اقوام اسے ایک اقتصادی عامل سمجھ کر معاملہ کرتی تھیں۔۔۔ اور جنگ سے پیدا ہونے والی غلامی بھی غلامی کی ایک نوع تھی۔ پس مطلوب ہونے والے اور ان کے بیوی بچے اس عالمی عرف اور قومی نظام کے مطابق خود ظہور اسلام تک قائم رہا غلبہ آنے والے کے غلام بن جاتے اور جب مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے ساتھ بہت سی جنگوں میں الجھنا پڑا تو اسلام کے دشمن مسلمانوں پر فتح پانے کی صورت میں اس نظام کے مطابق ان کے جوانوں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیتے۔

اسلام میں غلام بنانا بالمثل معاملہ ہے (جسے) اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ عدل و عقل اور منطق کی رُو سے اسلام نے بھی اپنے

پیروکاروں کو اس جنگی غلامی کے نظام کے مطابق عمل کرنا جائز قرار دیا ہے جس کی اس دین کے ظہور سے قبل پیروی کی جاتی تھی اور مسلمانوں کے لیے اس کا ردوائی کارنا ضروری تھا کیونکہ یہ بالمثل معاملہ ہے اور جنگی حالات میں فوج اور قوم کی مصلحت پر عسکری، سیاسی، نفسیاتی لحاظ سے) اس کے قیام کا تقاضا کرتی ہے اور بالمثل معاملہ (یعنی نہ ظلم کے مقابل میں ظلم کرنا ایک جائز کام ہے۔ جس کو آج تک کہ تمام اعراف اور قوانین تسلیم کرتے ہیں۔

اگر ہم فرض کے طور پر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ عورتوں اور بچوں کا غلام بنانا ظلم ہے تو بھی مسلمان جاننا ضرور کا حق ہے۔ مقابل کی حرب کار ردوائی کے مطابق ان کا دین انہیں اجازت دیتا ہے کہ دشمن کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیں اور ہمیشہ سے جب دشمن کو فتح حاصل ہوئی ہے۔ تو وہ مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیتا ہے۔

کیا اسلام کے دشمن اور بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے پر بڑا امنانے والے چاہتے ہیں کہ اسلام محارب دشمن سے یہ کار ردوائی کرنا ترک کر دے (جو مقابل کی جنگی کار ردوائی ہے) اور اسے معلوم ہے کہ اگر دشمن کو فتح نصیب ہو جاتی تو یہ مسلمانوں کے مردوں، عورتوں اور

بچوں کو غلام بنالیتے ہیں اور انہیں گھوڑا اسلام سے قبل بین الاقوامی متعارف اعمال کی طرح دردناک سزا دیتے ہیں۔ یہی اسلام نے غلام کو جائز قرار نہیں دیا اور نہ اس کی دعوت دی ہے اور نہ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ بلکہ اسلام نے (جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا) غلامی کے خلاف جنگ کی ہے۔ اور اس کے سوتوں کو خشک کیا ہے۔ اور ایک نوع کے ہوا اس کی تمام صورتوں پر تعادل کو باطل قرار دے کر اس کے سرچشموں کو بند کر دیا ہے۔ (جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے) غلامی ان جنگی کارروائیوں سے پیدا ہوتی ہے جنہیں مسلمان اپنے دشمن کے خلاف عادلانہ جنگ میں بروئے کار لاتے ہیں۔ جس میں ہمدشمنی اور ظلم نہیں ہوتا اور وہ فقط اسلام کی سر بلندی اور اس کی دعوت کی حفاظت میں ہوتی ہے۔

اسلام نے اس نوع کی جنگی غلامی کو (اگر یہ تعبیر درست ہے تو) ایک ایسی کارروائی کے طور پر باقی رکھا ہے۔ جس سے مغرب کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ غلامی کی یہ نوع اکیلے مسلمانوں کی جانب سے نہیں آتی بلکہ سب سے پہلے یہ ان اقوام کی جانب سے آتی ہے جس پر اسلام کا کوئی غلبہ حاصل نہیں اور نہ ہی مسلمانوں کو ان پر تسلط حاصل ہے۔ کہ وہ انہیں غلام بنانے سے منع کریں۔ وہ ایسی اقوام ہیں جن کے ہاتھوں میں جو مسلمان قیدی بھی آجائے ہیں وہ انہیں غلام بنا لیتے ہیں۔ خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں یا بچے، پس مسلمانوں نے جو دشمن کے جنگی قیدیوں کو غلام بنایا ہے تو یہ ایک ایسا امر ہے جس سے کوئی سفر نہیں، کیونکہ یہ بالمشل معاملہ ہے جس کے بغیر کوئی چار گار نہیں اور بنی قریظہ کے یہودیوں کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنانا بھی اسی باب سے ہے۔

۱۲۔ استاد محمد فزالی اپنی کتاب (الاسلام والاستبداد والسیاسی) کے صفحہ ۱۲ پر بیان کرتا ہے کہ غلامی کو حلال قرار دینا ممکن ہے لیکن مسلمانوں کی جانب سے تعریف ایک حد تک باطل سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے دشمن اس قسم کی پابندی کا انکار کر دیتے پھر یہ ہوتا کہ وہ ان کے پاس مسلمان قیدی غلام ہونے اور ہائے پاس مشرکین آزاد ہونے اور کسی جنگ میں یہ تناقض ہوا ہے اس جنگ میں ہم عقل و ضمیر کی آزادی کا دفاع کر رہے ہیں۔ اور ظالموں اور دیکھروں کی ہٹ دھرمی کو بڑا بھلا کہہ رہے ہیں اور ہائے مخالفت ہمیں جانی یا سر کی سیاست چلا رہے ہیں جس نے کہا ہے کہ وہ باغی اور ظالم ہیں۔ ہم نے ظلم نہیں کیا بلکہ ظلم کا آغاز کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے معاملہ بالمشل پر عمل کیا ہے تاکہ اس تعلق سے کامل آزادی کو یقین نہ پہنچے۔

اگر بنی قریظہ کے یہودیوں کو (آپ کو معلوم ہے کہ ان کی کتاب کی نص مریخ دشمن کے مطلوب مروجہ کو قتل کرنے اور ان کی عورتوں اور بچوں کے غلام بنانے کا فیصلہ کرتی ہے) مسلمانوں پر فتنہ حاصل ہو جاتی تو ان کے رد و قتل کر دیا جاتا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جاتا۔

انسان کی آزادی کی زبردست خواہش اور ہر موقع پر غلام کی آزادی کی ترغیب دینے کے باوجود اسلام کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ایک جانب سے جنگی غلامی کی اس نوع کو لغو قرار دے۔ اس طرح تو دن بدن بہت سے مسلمان بجزیرہ عرب کے اندر اور باہر اسلام اور اس کے دشمنوں کے درمیان ہونے والی جگہوں میں دشمنوں کے قابو میں آجائیں گے۔

اسلام میں ایسی کوئی تعلیم موجود نہیں جو غلامی کو لغو قرار دینے کے معاہدے میں ملغ ہو

اس کے برعکس اس نے دروازے کو کھلا رکھا ہے تاکہ آخری حد تک غلامی کے سوتوں کو بند کرنے کا جائز معاہدہ ممکن ہو۔ اور یہ بات عام اور جزوی بین الاقوامی معاہدات سے ہو سکتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس دین نے جنگی قیدیوں کے غلام بنانے کے معاہدہ کو ایسا قرار نہیں دیا کہ اس سے کوئی مغربی نہ ہو جیسا کہ یو کی شریعت اور مسیحی لٹکا سول اور قوانین میں ہے) بلکہ اس نے ان قیدیوں کے معاہدہ کو حاکم اعلیٰ کے سپرد کر دیا ہے کہ ان کے بارے میں مصلحت عامہ کے مطابق تعریف کیے جائے احسان کر کے چھوڑ دے یا بے قدری لے کر چھوڑ دے۔ فاضلتا بعد و اما فدا اوست

جب حاکم یہ دیکھے کہ مصلحت عامہ کا تقاضا یہ ہے کہ دشمن سے معاہدہ کر کے لو رو و نول جانب کے قیدیوں کو رہا کر کے اور غلام نہ بنا کر غلامی کے سوتے آخری تک بند ہو سکتے ہیں تو قرآن کریم کے وضع کردہ اصول تجنیر عامہ سے استثناء کرتے ہوئے اس کے لیے ایسا کرنا جائز

ملہ استاد محمد فطیمہ اپنی کتاب (شہادت حول الاسلام ص ۳۴) پر لکھتا ہے کہ یہ کوئی بھی ریاست ایسی کہ دشمن نے اپنے قیدی چھوڑنے پر برأت دلائے جبکہ تیس ستر دن خانہ ان اور تیس دن کے تابع ان دشمنوں کے ہاں دولت سے مددگار ہوں۔ اس جنگی باش معاملہ کا لازماً قانون ہے ملہ سورہ محمد آیت ۴۔

ہوگا۔ (نصاحۃ بعد و اصلاحِ آخر) اور یہ جو مختلف تعاقبات میں کبھی کبھار مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ ہوتا رہا ہے یہ بھی غلامی کو لغو قرار دینے والے معاہدات کی ایک نوع ہے جسے اسلام نے مباح قرار دیا ہے۔ اگر اسلام غلامی کو ابدی نظام سمجھتا تو وہ اس کو لغو قرار نہ دیتا اور نہ اس کے سوتے آخر تک بند کرتا۔ اللہ نہ قیدیوں کا تبادلہ کرنا بلکہ اس نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو رضا کارانہ طور پر غلاموں کے آزاد کرنے کی دعوت دی ہے اور اسے ایسا عمل قرار دیا ہے جس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اس پر بڑا ثواب عطا فرماتا ہے جیسا کہ اس سے آگے کہنے والی کتاب میں مفصل بیان ہوگا۔ انشاء اللہ ہم نے اسلام میں غلامی کے توقف کے متعلق اسلام دشمنوں کے سوالات اور ان کے وسوسوں سے متاثر فرماؤں دانشوروں کے جوابات دیے ہیں جو ہر روز اسلام کے لیے ایک عقل طلب کہ توں تاکہ وہ اس پر نیا حملہ کر سکیں۔ میرے خیال میں عقل مستقیم اور مطلق سلیم کی نظر میں اس جواب کی صحت و درستگی میں کوئی شک نہیں اور اس کے بعد کسی عقل مند کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اسلام کو بڑبھلا کہے یا اس کے اس نظام پر شک نہ مینی کہ جس میں اس نے اپنے پیروکاروں کو عربی غلام بنانے کی اجازت دی ہے۔

۳۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو غلام بنانے کی جو اجازت دی ہے اس کے متعلق ہمارے مختصر عربی مسئلہ بالمش کی طرح ہے۔

اور اسلام نے اس معاملہ میں جو دقیق عادلانہ نظام وضع کیا ہے اس میں غلام سے معاملہ کرنے کے نقطہ نگاہ کو سمجھنے کے لیے عاقل، انصاف پسند اور اچھوس سے غلامی انسان کو اس نظام کے اس اصول اور قواعد کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اسے اگرچہ اسلام نے اپنے اتباع کو جنگجو دشمن کو غلام بنانے کی اجازت دی ہے اس خوفناک اور وحشتناک سلوک پر غور کر کے جس کے ساتھ غلاموں کو ظہور اسلام سے قبل واسطہ پڑتا تھا، معلوم ہو جائے گا کہ غلامی کی صرف ایک ہی شکل باقی رہ گئی ہے۔ غلام کے ساتھ سلوک کرنے کے متعلق اسلام نے جو اصول وضع کیے ہیں (خواہ وہ کسی دین، رنگ اور قوم کا ہوں) اور ان پر عمل کو فرض قرار دیا ہے۔ اس سے عاقل اور انصاف پسند آدمی کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ اسلام غلام کی آزادی کا خواہاں ہے حتیٰ کہ اس نوع کو کبھی آزاد کرنے کا خواہاں ہے جس کی اس نے اصولاً اجازت دی ہے۔

رومیوں اور دیگر اقوام کے نزدیک غلام کی حیثیت | رومیوں کے قانون میں اور ایران

نہیں سمجھا جاتا۔ ان کے قوانین میں اس غلام کا کوئی حق نہیں۔ پس اس لیے ان کے قوانین نے غلام کے کسی حق کی حفاظت کا قانون وضع نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ (خصوصاً رومیوں کی نظر میں) کہ غلام بہائم سے کم تر درجہ رکھتا تھا۔ اسے دائرہ انسانیت سے باہر پھینک دیا گیا تھا، رومی آقا کو اپنے غلام کو کبھی کمزور کرنے کو ٹھہرائے اور جس طریق سے وہ چاہے اسے قتل کرنے کا حق حاصل تھا۔ مگر اس غلام کو اس بے پناہ ظلم سے بچانے کے لیے رومی قانون میں اس غلام کے لیے ایک حرف بھی موجود نہ تھا۔ اور بغیر کسی ضروری جنگ کے صرف تلی کے لیے بڑے بڑے مقابلہ کرنے والے حلقے تلوار، نیزے اور کلہاڑے سے مغلوب کو ہمیشہ قتل کرتے تھے۔ جن کے لیے رومی ادوار میں بڑے بڑے جشن کیے جاتے جن میں بادشاہ اور منکبر حاضر ہوتے، جن میں مقابلہ کرنے والوں کو مجبور کیا جاتا کہ ان کا مقابلہ حقیقی مقابلہ ہو گا۔ جن میں نیزوں اور تلواروں کے ساتھ قتل کے ارامے سے محرم کے کسی بھی حصے میں تالمانہ فزنیں لگائی جاتیں اور حشیانہ مقابلوں کے یہ حلقے کیا تھے، صرف رومی سرداروں کی غلاموں کو عذاب میں داخلہ قتل کرنے کی کارروائی تھی تاکہ صرف تلی حاصل ہو۔

رومیوں کے تمام مشہور مقابلے جن کے لیے جشن کیے جانے اور میدان اور راستے بنائے جاتے جن میں انسانی جان صرف تلی کے لیے نکالی جاتی۔ انہیں صرف وہ غلام تیار کرتے جن میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی سے حقیقی مقابلے کے لیے (سرداروں کے گوبدار قہقہوں اور بلا خلاق نغزوں کے درمیان) موت تک مجبور کیا جاتا۔

منتصر یہ کہ اسلام سے قبل کسی دین میں (رومیوں، ایرانیوں اور ہندیوں کے دینوں) غلام کو کوئی ایسا حق حاصل نہ تھا جسے انسانی حقوق کا نام دیا جاتا اور ان تمام ادوار میں اسے اپنے آقا کے ظلم کے متعلق شکایت کرنے کا بھی حق حاصل نہ تھا۔ اور اگر وہ کبھی شکایت کی جرأت کرتا تو وہاں ایسا کوئی قانونی گوشہ موجود نہ تھا جس کو حق حاصل ہوتا کہ وہ اس شکایت پر نظر ہی ڈال سکے کیونکہ ان اقوام کے عرف میں غلام انسان کی فہرست سے خارج تھا۔

غلام کو اسلام کے عطا کردہ حقوق

اس اثنا میں کہ غلام کے ساتھ وحشیانہ پن اور ذالمت کا یہ طریق جاری تھا کہ اسلام آگیا اور اس نے غلام کے حالات کا جائزہ لیا اور اس کے لیے یہ انسانی عادلانہ نظام وضع کیا جس کے ذریعے اس نے غلام کو اسکی بشریت اور انسانیت دوبارہ عطا کی۔ حتیٰ کہ وہ محسوس کرنے لگا کہ اُسے اپنے آقا کے ساتھ تمام حقوق میں مساوات حاصل ہے۔ اسلام نے خون اور قصاص میں غلام اور آقا کو برابر قرار دیا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مساوات کا اعلان یہ کہہ کر کیا (جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے) کہ

جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اُسے قتل کریں گے اور جس نے اپنے غلام کی ناک کاٹی ہم اس کی ناک کاٹیں گے۔ اور جس نے اپنے غلام کو خنسی کیا ہم اُسے خنسی کریں گے۔

اور اسلام نے آقا اور غلام کے درمیان وحدت اصل اور پیدائش اور انجام کا اعلان کیا کہ تم آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے تھا۔ تم ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہو۔

اور آپ نے اعلان فرمایا کہ آقا کو محض آقا ہونے کی وجہ سے غلام پر فضیلت حاصل نہیں فضیلت صرف تقویٰ سے ہے، سلو کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت حاصل نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے۔ اور نہ کسی کائنات کو سرخ پر بغیر تقویٰ کے فضیلت حاصل ہے۔

اور اسلام نے تسلیم کیا ہے کہ آقا، غلاموں پر خرچ کرنے کی وجہ سے فضیلت والے نہیں کیونکہ وہ سب ایک دفع سے ہیں کیونکہ سب کا خالق اور لازمی ایک اللہ ہی ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْوَرَقِ فَمَا الَّذِينَ قَتَلُوا بَرَاءً مِّنَ اللَّهِ مَلَكًا
 اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْوَحْيُ بِالْإِسْلَامِ لِيُكْرِتَ أَتَاؤُنَ عَلَىٰ فُرْشٍ كَرِيْمٍ
 وَمَا لِلدِّينِ عِشَاءٌ وَذِي الْقُرْبَىٰ ذِلَّةٌ وَالْمَسْكِينِ وَالْمَلَاحِزِ ذِلَّةٌ وَالْمَلَاحِزِ ذِلَّةٌ
 وَالْمَلَاحِزِ ذِلَّةٌ وَالْمَلَاحِزِ ذِلَّةٌ وَالْمَلَاحِزِ ذِلَّةٌ وَالْمَلَاحِزِ ذِلَّةٌ

۱۔ مسلم ابوداؤد، ۲۔ سورہ النساء ۲۵، ۳۔ طبرانی کتاب آداب النفوس، ۴۔ سورہ نمل ۱۷،

اسی طرح اسلام نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ غلام اور آقا کا تعلق، اعلیٰ اور غلام یا تسخیر و تمغیر کا نہیں (جیسا کہ رومی اور اس جیسے ادوار میں تمام بلکہ یہ تعلق اخوت و قرابت کا ہے۔ پس آقا لوٹنے کے اہل ہیں اسے شادی کی اجازت دیں۔

”فمن ماملک من ایسانکم من فتیانکم المومنات واللہ اعلم بالایسانکم بعھکم من بعض فانکھن باذن اھلھن وآؤھن آجورھن بالمعروف لہ

اور اسلام نے یہ اعلان بھی کیا کہ غلام، اپنے مالک کا بھائی ہے اور اس نے مالک پر فرض قرار دیا کہ لباس اور خوراک کے باجے میں اس سے برابری کا سلوک کرے۔

”تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں پس جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو وہ اُسے وہ کھانا کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہ لباس پہنائے جو خود پہنتا ہے اور انہیں طاقت سے زیادہ کام نہ دو۔ اگر انہیں ایسے کام کے لیے مکلف کرو تو ناجی مدد کرو۔

بلکہ اسلام نے تو غلام کے نازک جذبات اور اس کی عزت کی محافظت کے لیے مالک کا اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ اپنے غلام کو، غلام کے نام سے آواز دے۔

”تم میں سے کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ یہ میرا غلام ہے اور یہ میری لونڈی ہے بلکہ میرا بچہ یا بیٹھا ہے۔“

اور غلام کے معاملہ میں حضرت ابو ہریرہؓ نے اس حدیث سے استناد کرتے ہوئے ایک سوار سے کہا جس کے پیچھے اس کا غلام دوڑ رہا تھا۔

”اے اپنے پیچھے سوار کرو، یہ تمہارا بھائی ہے اور اس کی روح بھی تمہاری روح کی طرح ہے۔“

ایک اسلام تو غلام کی حمایت اور اس کے انسانی حقوق کی محافظت

اسلام میں مالک اور غلام کے درمیان مساوات

میں اس سے بھی زیادہ آگے چلا گیا ہے۔ اس میں مالک اور اس کے غلام کے درمیان کوئی فرق نہیں

ہے۔ اگر وہ عارضی حالات پیش نہ آتے جنہوں نے اُسے غلام بنا دیا ہے تو وہ اُسے اتنی زیادہ ضمانتیں دیتا جو اُسے مالک کی کسی زیادتی سے بھی محفوظ رکھتیں اور یہ ضمانتیں اس حد تک پہنچ چکی ہیں کہ جب غلام کو اس کا مالک ظلم و زیادتی سے بچھڑے تو ظلم زیادتی پر تادیب کے لیے اس پر اس کا آزاد کرنا واجب ہو جاتا ہے، مسلم اور ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو شخص اپنے غلام کو بچھڑا لگائے یا اُسے مائے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اُسے آزاد کر دے“ غلام کے معاملے میں حمایت و عنایت کا یہ وہ قیام ہے جس تک دنیا کا کوئی قانون نہیں پہنچتا، نہ اسلام سے پہلے اور نہ اس کے بعد۔

اسلام نے غلام کی آزادی کا دروازہ کیسے کھولا | پھر اسلام نے ان عادلانہ انسانی

جن سے تاریخ میں پہلی مرتبہ غلام کو اس کی ضائع شدہ انسانیت اور پامال شدہ عزت واپس ملی، اس نے تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک ایسا قانون وضع کیا ہے جس کے بموجب کسی بھی غلام کے لیے جو غلامی سے آزادی چاہتا ہے آزاد ہونے کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ کیونکہ دین اسلام ہر انسان کی آزادی کا خواہاں ہے۔ اس قانون کو قانونِ مکاتب کہتے ہیں جسے اسلام نے علی الخصوص غلام کے مفاد کے لیے وضع کیا ہے۔ اس قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ مملوک غلام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مالک سے معین رقم پر اپنی غلامی سے آزادی کا تقاضہ کرے، غلام اس رقم کو جمع کرنے کے لیے کام کرے اور اسے ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جائے۔

اسلام مالک کو اپنے غلام کے آزاد کرنے پر کیسے مجبور کرتا ہے | جب غلام مالک کے ذریعے

آزادی کا مطالبہ کرے (جیسا کہ نصِ قرآنی سے ظاہر ہے) غلام کے مطالبے سے انکار کا اختیار نہیں رکھتا۔ مالک پر واجب ہے کہ وہ اپنے غلام سے مکاتبت کرے اور جب تک اسکے آزاد کرنے سے حکومت اسلام کی سلامتی کو خطرہ نہ ہو، اُسے آزاد ہونے میں مدد دے۔ قرآن نے اس بات کو صراحت سے بیان کیا ہے۔ **وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْكُتَابَ يَكْفُلُوا لَهُمْ مَا كَفَرُوا بِهِمْ فِي حَقِّ مَا كَانُوا عَلَىٰ**

”جو ملوک غلام مکاتبت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم ان میں بھلائی پاتے ہو تو ان سے مکاتبت کرو“ اور حضرت فاروق نے اس بن مالک کے غلام سہزن کی شکایت پر انہیں بلا بھیجا۔ اور اس کی تحقیق کی کیونکہ انہوں نے اس کے ساتھ مکاتبت کرنے سے انکار کر دیا تھا، آپسٹا نہیں حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ مکاتبت کریں اور ملک پر تورہ اٹھا کر انہیں یہ آیت سنائی۔

وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ . . .

پس آپ نے اس سے مکاتبت کی یہاں تک کہ وہ آزاد ہو گیا۔

آزادی پر غلام کی امداد کا وجہ | بلکہ اسلام نے تو غلام کے مالک پر فرض قرار دیا ہے کہ جب اس کا غلام مکاتبت کے ذریعے اس سے آزادی حاصل کرنا چاہے تو وہ اس کی مادی امداد کرے۔

فَكَاتِبُونَ اَوْ عَلِمَ فِيهِمْ غِيۡبُۃٌ مِّنْ عَمَلِ اللّٰهِ الَّذِیۡۤ اَنۡتَٰكُمۡ مِّنۡہٗ
اگر تم ان میں بھلائی پاؤ تو ان سے مکاتبت کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو مال انہیں دیا ہے اس سے انہیں بھی دو۔

مثلاً اور شافعیہ کا خیال ہے کہ جس رقم پر غلام نے آزادی کے لیے مکاتبت کی ہے اس کا چوتھا حصہ امداد کے طور پر ساقط کر دیا جائے، مثلاً غلام اور اس کے مالک کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ غلام اپنے مالک کو آزادی کے بدلے میں ہزار دینار دے گا تو مالک پر واجب ہے کہ وہ پوری رقم حاصل کرنے کے بعد اڑھائی سو دینار سے دستبردار ہو کر یہ رقم لے لے واپس کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

غلاموں کی آزادی کے لیے خاص مالی دفعہ | چونکہ اسلام وسیع پیمانے پر غلام کی آزادی کا خواہاں ہے اس لیے اس دفعہ میں ایک خاص دفعہ بنائی ہے جس سے حکومت ان لوگوں کو جو مکاتبت کے طریق پر غلامی سے آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وسیع پیمانے پر امداد دیتی ہے۔ اور یہ اس آیت کریمہ کی چوتھی دفعہ ہے جس نے

زکوٰۃ کے مصارف کو بیان کیا ہے جو عہدِ ازل میں حکومتِ اسلامی کی آمد کا سب سے بڑا اندیشہ تھی۔

انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملین علیہا ولؤلؤة قلوبہم فی الرقاب

پس قرآنی نصِ رسیت الہامی پر (جیسے آج کے دور میں وزارتِ مالیات کہا جاتا ہے) یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ مکاتبتین کو آزادی حاصل کرنے میں مالی مدد دے۔ یہ اس صورت میں ہوگی جب کہ معلوم ہو جائے کہ وہ اپنی خاص کمائی سے مقررہ رقم کو ادا کرنے کی سمکت نہیں رکھتا، اور مالک اور اس کے غلام کے درمیان صرف مکاتبت کے معاہدے کے تحت ہو جائے، یہ بھی "اسلام مالک کو مجبور کرنا ہے کہ وہ غلام کے لیے جائز طریقوں سے مال کمائے گا راستہ کھول دے تاکہ وہ مقررہ رقم کو جمع کرے۔ اگر غلام مکاتبت کے بعد اپنے مالک کے پاس کام کرنا قبول کرے تو یہ کام اجرت پر ہوگا۔ جو مکاتبت غلام کے حساب میں جائے گی۔ اور اگر مکاتبت مطلوبہ رقم جمع کرنے کے لیے کسی اور کے پاس کام کرنا چاہے تو اسے اس بات کے بارے میں مطلق آزادی دینا لازم ہوگا اور مالک کے لیے جائز نہ ہوگا کہ وہ اسے کسی مبین کام پر مجبور کرے۔

اسلام نے غلام پر مالک کے اختیار کو کیسے سمیٹا ہے | اسلام میں قانونِ مکاتبت کو غلام کے لیے آزادی حاصل

کرنے پر حوصلہ افزائی کرنے والا اور اس پر مالک کے اختیار کو سیٹھنے والا سمجھا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے (اس خاص قانون کے نفاذ کے بعد) کہ غلام کو ظہورِ اسلام سے قبل کے متعارف مفہوم میں غلام نہیں سمجھا جاتا (اسے اس قانون کے نفاذ کے بعد ظہورِ اسلام سے قبل کی بُری حالت پر نظر کرتے ہوئے) آزاد سمجھا جاتا ہے نہ کہ غلام۔ کیونکہ اسلام نے غلام کی حمایت میں خاص قوانین وضع کرتے وقت۔ مالک کو غلام پر مطلق سیادت عطا نہیں کی اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے مکاتبت کے طریق سے اسے غلامی کی قید سے نجات حاصل کرنے کے لیے آزاد قرار دیا ہے۔ خواہ اس کا مالک ماضی ہو یا ناراض جیسا کہ قرآن اس کی صراحت کرتا ہے اور جیسا کہ خلیفہ ثانی نے سیرین کے مطالب پر اس کے مالک شہور صحابی انس بن مالک کو اس سے مکاتبت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

یہ وہ حقوق ہیں جو اسلام نے غلام کو عطا کیے ہیں۔ اور ان جیسے حقوق غلام کو نہ اسلام سے پہلے کسی قانون نے دیے ہیں اور نہ بعد میں یہاں تک کہ ابراہیم لنکن نے بھی جس نے امریکہ میں غلاموں کی آزادی کا اعلان کیا تھا۔ اس کے اعلان نے فرنگیوں کی بڑی حالت میں کچھ بھی تبدیلی نہیں کی۔ اور آج تک ان سے غلاموں کا سلسلہ چل رہا ہے۔ اس کے باوجود امریکی اس اعلان پر فخر کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فرنگی ان حقوق سے محروم ہیں جن سے ان کے ہم وطن سفید فام متمتع ہو رہے ہیں۔

اسلام میں غلامی کی صرف شکل ہی باقی ہے اگرچہ اسلام نے جنگی غلامی کی نوع کو باقی رکھا ہے مگر اس نوع کی صرف شکل ہی

باقی ہے کیونکہ اسلام نے اس قسم کے غلاموں کے سامنے غلامی سے آزاد ہونے کے لیے بہت سے راستے کھول دیے ہیں۔ خواہ وہ اس قانونی طریق سے جس کے بموجب اسلام نے غلام کو مطلق آزادی عطا کی ہے کہ وہ مکاتبت کے طریق سے اپنے مالک کی ملکیت سے آزادی کا مطالبہ کر سکتا ہے اور اپنے ہاتھ سے کام کر کے مکاتبت کی اقساط پوری کرے اور جب وہ کام سے کمائی کر کے اقساط کی ادائیگی نہ کر سکتا ہو تو وزارت مالیات سے رقم لے کر اقساط پوری کرے یا رضاکارانہ طریق سے آزادی حاصل کرے جسے اسلام نے غلام کی آزادی کے لیے کھولا ہے۔

وہ قانونی طریق جو تنفیذی اختیارات اور حکومت کی مالی امداد سے غلام کے سامنے آزادی کا راستہ کھولتا ہے۔ ہم نے اس کی وضاحت اس حاشیہ میں کر دی ہے جو ہم نے اسلام میں غلام کی مکاتبت کے قانون پر لکھا ہے۔

غلامی سے اسلام کا جنگ کرنا اسلام نے مسلمانوں کو دعوت دی ہے کہ وہ رضاکارانہ طور پر غلام کو آزاد کر دیں نیز انہیں گرجوشی اور اصرار کے ساتھ رضاکارانہ طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کی وسیلہ پیمانے پر ترغیب بھی دی ہے اور رضاکارانہ طور پر غلام آزاد کرنے والوں کی جزا جنت قرار دی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام، غلامی سے جنگ کرتا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ اور جب ہم کتاب و سنت کی تمام نصوص پر غور کرتے ہیں تو ہمیں ایک بھی ایسی نص نہیں ملتی جو غلام بنانے کا حکم دیتی ہو یا اس کی ترغیب دیتی ہو بلکہ ہم غلام سے تعلق رکھنے والی تمام نصوص کو حوسینکڑوں تک پہنچتی ہیں۔ آزادی کی نفیلت بتاتی

اور اس کی طرف دعوت دیتی پاتے ہیں اور وہ غلاموں کی آزادی اور انہیں غلامی کی قید سے بچھڑانے کی ترغیب دیتی ہیں۔

قرآن کریم کبھی تو غلاموں کی آزادی کی فضیلت بیان کرتا ہے اور ایسا کرنے کو آگ سے نجات کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔

فَلَا افْتَحِمِ الْعِقْبَةَ، وَمَا ادْرَاكَ مَا الْعِقْبَةُ (فَكَ رِقْبَةً) اِذَا طَعَامُ نِي
يَوْمَ ذِي مَسْجِفَةٍ، يَتِيمًا ذَا مَعْرِیةٍ، اَوْ مَسْكِيْنًا ذَا مَعْتَبَةٍ لَه

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی میسوں احادیث میں رضا کارانہ طور پر غلام کو آزاد کرنے کی دعوت دی ہے اور رضا کارانہ طور پر اس کام کے کر خوالوں کو اللہ کے ہاں بہترین جزا اور آگ سے نجات کا وعدہ دیا ہے، اس بابے میں آپ سے یہ احادیث بیان ہوئی ہیں۔

”جس نے ایک عرصے میں آگ سے بچھڑانے کا ذریعہ ہو گیا ہے

”جس آدمی نے ایک مسلمان آدمی کو آزاد کیا، اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے میں اس کے عضو کو آگ سے بچائے گا“

”جس آدمی کے پاس ایک خوبصورت لونڈی ہو اور وہ اسے اچھی طرح شالستہ بنائے پھر اسے آزاد کرے پھر رضائے الہی کے لیے اس سے شادی کرے اسے دوسرے مرتبہ اجر ملے گا جو شخص کسی مسلمان آدمی کو آزاد کرے وہ اسے آگ سے بچھڑانے کا ذریعہ ہو گا“

ایک اسرائیلی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائے جو مجھے جنت میں داخل کرے، فرمایا اگر چہ تو نے مختصر بات کی ہے لیکن لمبا سوال کیا ہے۔ جان کو آزاد کر اور گردن کو چھڑا دے

اس کے علاوہ اور بھی سی احادیث نبوی ہیں جن میں غلاموں کی آزادی پر حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

غیر مسلم غلام کی آزادی

اسلام نے غلام کی آزادی کے متعلق جو دعوت و ترغیب دی ہے یہ انہی غلاموں کے متعلق نہیں ہے جو غلام بننے کے بعد اسلام میں داخل ہو گئے تھے بلکہ دعوت آزادی تمام غلاموں پر عادی ہے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، جیسا کہ فقہ اسلامی کی کتب میں بیان کیا گیا ہے۔ جو وضاحت سے بتاتی ہیں کہ کافر غلام کو آزاد کرنا ایک نیک عمل اور قرب الہی کا باعث ہے جس پر اللہ تعالیٰ بدلہ دے گا۔ یہ آزادی کی طرف دعوت دینے والی عام نص ہے۔ ۱

غلامی کا صفایا کرنے میں اسلام کی دلچسپی

اسلام کو غلامی کا انتہائی طور پر صفایا کر دینے یا اس کی وسعت کو نہایت تنگ کر دینے میں بڑی دلچسپی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے غلاموں کے لیے غلامی کی قید سے آزادی حاصل کرنے کے طریق کو وسعت دینے کے لیے ضروری قوانین بنائے ہیں۔ اور جب غلام کا مالک اس پر ناحق ظلم کرے تو اس نے اس کے لیے غلام کو آزاد کرنے کی سزا مقرر کی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے مسلمانوں کو رضائے الہی کے حصول کے لیے غلام آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اسلام نے غلام کے مفاد میں اور بھی بہت سے قوانین بنائے ہیں جن سے بڑی تعداد میں آزاد کرنا ممکن ہو جاتا ہے، اس لیے غلام کی آزادی کو ایسی سزا قرار دیا ہے جس کی تنفیذ بہت سے مخالفانہ کام کرنے والوں پر ضروری ہے۔

(۱) قبل خطا کی سزائیں اس نے آزادی کو کفارہ قرار دیا ہے۔

ومن قبل معصاً خطاً فتمت بدرقبہ موفقة ۲

۱۲ اسی طرح اپنی عورتوں سے ظہار کرنے والوں کی سزا بھی آزادی مقرر کی ہے۔

والذین یظاہرون من نساء ہم ثم یوجدون لہما قالو فتمت بدرقبہ من قبل ان یتہاسا ۳

(۳) اسی طرح جو شخص رمضان میں جماع کر کے روزہ انکار کر لے اس پر بھی گردن آزاد کرنا لازم

(۴) اسی طرح جو شخص اپنی قسم توڑتا ہے وہ بھی غلام آزاد کرے۔

لا یؤخذکم اللہ بالغرف ایما نکحہ ولكن یؤخذکم بما عقدتم الا یمان فکفارسۃ
اطعام عشتۃ مساکین من اوسط ما قطعتم اهلکم او کسوفهم او تمرد سر قبتہ ؟
غلاموں کے مالکوں کو اسلام نے جربا ربار تاکید کی احکامات دیے ہیں۔ نیز انہیں غلام آزاد
کر کے رضائے الہی کے حصول کی جو ترغیب دی ہے اس کے بعد اولین مسلمانوں نے غلاموں کی
آزادی کے میدان میں ایک دوسرے سے مقابلہ شروع کر دیا اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
اس بارے میں پہلا نمونہ بنے۔ آپ نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا اور صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اور خصوصاً دو مقتدوں میں رضا کارانہ طور پر غلاموں کی آزادی
کی ہر چل پڑی اس بات کا پتہ ہمیں اس روایت سے ملتا ہے جسے اصحاب حدیث و تاریخ
نے بیان کیا ہے کہ افریقیہ کی طرف حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نائندے یحییٰ بن سعید نے
جب اموال کی تقسیم کے لئے فقرانہ پائے تو آپ نے حکومت کے نام سے بہت بارے
غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے افریقیہ کے صدقات
کے لئے نائندہ بنا کر بھیجا میں نے صدقات کو جمع کیا پھر فقراء کو انہیں دینے کے لئے بلا
تو ہم نے کوئی محتاج نہ پایا اور نہ ہی ہمیں کوئی صدقہ لینے والا ملا حضرت عمر بن عبدالعزیز
نے لوگوں کو غنی کر دیا تھا۔۔۔ پس میں نے ان صدقات سے غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا
اور اسلام نے غلام کے سال کو بہتر بنانے اور اس کی آزادی کے لئے عمل کرنے
اور اس دین کے آفتاب کے طلوع سے قبل کی اس کی ضائع شدہ انسانیت کو دوبارہ واپس
دلانے پر ہی اکتفا نہیں کیا (جیسا کہ ہم قبل الہی ان قوانین کا ذکر کر چکے ہیں) بلکہ وہ (خصوصاً خود
غلاموں کو آزاد کرانے کے میدان میں) اس سے بھی بہت آگے گیا ہے۔

اس وقت جب رومی، ہندی اور ایرانی قاتلین غلاموں اور آزاد کوسویوں میں مساوات کا غلام کی انسانیت کو لغو قرار دے رہے تھے

اور اسے دائرہ انسانیت سے باہر جینگی ہوئی چیز تصور کرنے تھے اور اس کے مالک کے لئے (بغیر کسی تحفظ کے) اسے عذاب دینا یا بھی کرنا یا قتل کرنا جائز قرار دے رہے تھے خواہ وہ اس کے دین کا پابند ہی اسلام اس غلام کو بلند مقام پر لے جا رہا تھا یا نہ بلکہ کہ اس نے اس کے اور اس کے آقاؤں کے درمیان مساوات پیدا کر دی۔

پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن رباح حبشی اور خالد بن رومی خوشی کے درمیان اور اپنے غلام زید بن حارثہ اور اپنے چچا حمزہ بن عبد المطلب کے درمیان اور غلام غار جہ بن زید اور ابو بکر صدیقؓ کے درمیان مواخات کرادی پس مواخات کے مطابق یہ غلام عرب کے ان سرداروں کے بھائی بن گئے۔

اور یہ مواخات ایک حقیقی تعلق تھا جو غوثی تعلق کے برابر تھا اور میراث میں اشتراک کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔

بلکہ اسلام نے ان غلاموں کو اس حد تک بلند کیا ہے غلام اور اسلام میں قیادت کا منصب | کہ وہ ان فوجوں کے سالار ہو گئے جن میں انصار اور

مہاجرین کے سردار بھی موجود تھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ میں اپنے غلام زید بن حارثہ کو اس فوج کا سالار بنایا جس میں انصار مہاجرین اور خالد بن ولید جیسے سادات عرب موجود تھے اور جب آپ کے غلام جو اس معرکے میں فوج کے سالار تھے شہید ہو گئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے اسامہ بن زید کو اس فوج کی قیادت سونپ دی جس میں حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ جیسے لوگ موجود تھے اس طرح اسلام نے ان غلاموں کو عرب کے آزاد سادات پر قیادت کا حق عطا کیا اور یہ سادات بڑی خوشی سے ان کی اطاعت کرتے تھے

بلکہ اسلام تو غلام کی آزادی اور اکرام میں اس حد تک پہنچا ہے کہ
غلام اور منصب خلافت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 ”سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر جتنی غلام کو عامل مقرر کیا جائے جس کا سرکش کی طرح ہو
 جب تک وہ تم میں کتاب اللہ کو قائم کرے اس کی اطاعت کرو“

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر غلام کے اندر اہلیت موجود ہو تو اسلام اُسے خلیفہ المسلمین
 بننے کے لئے فائز مقرر کرتا ہے (یعنی وہ مسلمانوں میں کتاب اللہ کو قائم کرنے کی اہلیت رکھتا ہو) اس
 حدیث صحیح کے وضع کردہ اصول سے استاد کرتے ہوئے حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا ہے
 (جب وہ خلیفہ بنانے کے متعلق سوچ رہے تھے)

”اگر ابو خلیفہ کا غلام، سالم، زندہ ہوتا تو میں اُسے خلیفہ بناتا“

وہ انسان جو انصاف پسند اور ہر دوسرے سے
انصاف پسندوں سے ایک بات خالی ہو وہ غلام کے مدار میں اسلام کے لئے
 ہوئے قوانین سے یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اس دین کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں
 کہ لوگ ایک دوسرے کو غلام بنالیں (جیسا کہ اس کے دشمن افتر کرتے ہیں) بلکہ اس نے غلاموں
 کی آزادی اور غلامی کے صفایا کے لئے عمل کرنے پر پورا زور لگایا ہے اور اس کے تمام سوتوں
 کو بند کر دیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے صریح قاطع حکم صادر کیا ہے جس کے بموجب
 اس نے غلامی کی تمام انواع کو حرم پر ظہور اسلام سے قبل عمل ہوتا تھا لغو قرار دے دیا ہے اور غلامی
 کی وہ نوع جو اسلام نے (شکل کی صورت میں) باقی رکھا ہے وہ جنگی غلامی کی نوع ہے اسلام نے
 اس غلام کی بھڑی کے لئے لاتعداد قوانین صادر کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی کچی
 رغبت یہ ہے کہ غلامی کا پوری طرح صفایا کر دیا جائے یہی وجہ ہے کہ تمام مناسب مواقع پر
 غلام آزاد کرنے کی بکثرت دعوت دی گئی ہے کیا ہماری اس دنا دنا حق کے بعد کسی عقلمند
 آزاد منیر اور سلیم و جان انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اسلام پر یہ اتہام لگائے کہ اس نے انسان

کو اپنے صحابی انسان کے غلام بنانے کو تسلیم کیا ہے یا غلامی کو خوش آمدید کہا ہے اور اس کی مصلحت افزائی کی ہے۔

جو لوگ اسلام پر اس کے غلامی کے موقف کے بارے میں اتہامات لگاتے اور انتقادات کرتے ہیں وہ صرف ایک معین مقصد تک پہنچنا چاہتے ہیں اور وہ ہے لوگوں کو شک میں ڈالنا (خصوصاً موجودہ دانشور مسلم نوجوان کی) اور انہیں اس دین قدیم سے بے رغبت کرنا اس کے سوا ان کا اور کوئی مقصد نہیں۔

مسلم نوجوانوں کی خطابت | مسلم نوجوانوں، قبل اس کے کہ تم دشمنان اسلام کے اس شبہ کو تسلیم کرو اور قبل اس کے کہ تم ان کے دساؤں کو قبول کرو اپنی عقلوں کو حاکم بنادو اور ہر چیز سے پہلے اپنے دین کے اصولوں اس کے قوانین کے مصادر اور ان کی غایات و اہداف پر آزادانہ غور کرو تاکہ تم اس دین کی حقیقت کے درمیان اور ان لوگوں کے اقوال کے درمیان آزادانہ حقیقی موازنہ کر سکو جن کے متعلق کم از کم یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ دین کے لمچہ و دشمن ہیں اور اس کے خلاف میدان جنگ میں کام کر رہے ہیں، جب تم یہ کرو گے اور تمہارے دین کے جس پہلو کو بھی ان دشمنوں نے طعن و تنقید کا نشانہ بنایا ہے اس کی تحقیق کرو تو تمہیں ان اعتراضات کی کمزوری اور ان انتقادات کے بطلان کا پتہ چل جائے گا اور تم پر وہ ظلم و افتراء بھی واضح ہو جائے گا جو ان اعتراضات اور انتقادات کے اندر پایا جاتا ہے، ہم یہ بات فقط غلامی کے موضوع کے متعلق ہی نہیں کہتے بلکہ ہم ہمہ جہت سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ نرم روی اختیار کریں اور اس دین سے متعلق تدلیس کرنے والے ماسٹر دشمنوں سے جو تم اعتراضات و انتقادات اور تشکیات کہیں کبھی تحقیق موازنہ کے ناکسے اور کبھی تہذیب و تمدن اور آزادانہ غور و فکر کے ناکسے سے متعلق ہو اس کے بالمقابل یہ مستقل آزاد اور مزبورہ مسلک اختیار کر لو کیونکہ ان اعتراضات کو تسلیم کرتے ہو اور ان دساؤں سے متاثر نہ جاتے ہو جو تمہارے دین کے متعلق اس کے کئی ویرہ لمچہ و دشمن پیدا کرتے ہیں حالانکہ تم نے ان نقطہ ہائے نظر پر کوئی مستقل آزاد تحقیق نگاہ نہیں ڈالی ہوئی اور نہ ہی اس دین کے دوسرے مدافعانہ محاذوں کے موافق کو دیکھا ہوتا ہے جو ہمیشہ سے ان اعتراضات کو رد کرنے اور عقل و علم اور منطق کی رو سے

ان انتقادات کو بھٹلانے کے ذمہ دار ہیں کیا تم ایسا کرتے ہو تمہارے شعلق عقلمندوں
 ۱۔ زولو فکراؤ (خواہ وہ آپ کے دین سے تعلق نہ رکھتے ہوں کم از کم جو بات کہہ سکتا ہے وہ
 ہے کہ تمہاری سوچ مغربی ہے اور تمہاری عقیدت ان آلات سے بڑھ کر نہیں جو بلا سوچ سمجھ
 کہے ہی بیان کرتے ہیں جو ان میں مجھ دیا جاتا ہے
 اور یہ وہ بات ہے جسے اپنے آپ سے دشمنی کرنے والا انسان بھی پسند نہیں کرتا
 کجایہ کہ دانشور اور سمجھدار انسان اسے اپنے لئے پسند کرے۔

والآخرودعونان الحمد للہ رب العالمین

Bought on 17th Ramadan 1432
17 Aug 2011
from Dana Harnipet.

62